ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کرے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کرے

نشاۃِ ثانیہ کی جستجو

ڈاکٹر سید ظفر محمود

گاڈس گریس فاؤنڈیشن
ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final
bj.jpg found.

فہرست مضامین

پیش لفظ	مولانا محمد ابوطالب رحمانی، کلکتہ	9
ضرورت ہے: ہمارے شعور برائے نشاط ثانیہ کی		13
وزیراعظم کے نام میرا خط		19
ہمیں ملّت کی باگ ڈور سنبھالنی ہی ہوگی		25
ہمیں خود آگاہ اور متحرک رہنا ہے		31
مسلم اثر والی نشستوں کی ریزرویشن سے آزادی		37
سیاسی گفت وشنید: ملّی بنام انفرادی مفاد		43
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ		49
آیئے مستیِ احوال سے چستیِ کردار کی طرف چلیں		55
قومی بجٹ اور ہمارے قول وفعل		59
یہ مال و دولت و دنیا...		65
انھیں قطرہ بھنانے کی پڑی ہے، مرے ہاتھوں سے دریا جا رہا ہے		69
فرائض ہمسائیگی وسماجی رابطہ سازی		75
ایمان کا چھٹا ستون: اعمال صالح		79
1950 کا صدارتی حکم نامہ: کچھ تو راز داری ہے!		85
سول سروسز: جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے		89
سلطنت عثمانیہ کا ماڈل اور ہم		95
انڈین وقف سروس قائم ہونے سے ہی اوقاف کی بدنظمی دور ہوگی		101
نیا وقف قانون: ابھی بھی کچھ ترمیمات ضروری ہیں		109
تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب		113
ہمارا تقاضۂ نگہداشت		119
وزیراعظم کی زیتونی شاخ اور ہم		125

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

کہیں جہاد کے بعد فتویٰ کا نمبر تو نہیں	131
تین پارٹیوں کے انتخابی منشوروں کا جائزہ	137
بغیر مسلم ووٹ کے یہ جیت اتفاقیہ ہے	143
سنگھ پریوار کی پالیسی اور گجرات ماڈل کو مسلم چنوتی	149
اصل ایشو لاقانونیت ہے یا فرقہ پرستی؟	155
رمضان المبارک اور ملّی اولوالعزمی	161
خطبہ جمعہ کی منصوبہ بندی' آبیاری و آراستگی	167
خطبہِ جمعہ اور ملک وملت کی نشو ونما	171
کاش ہم قل العفو کو کو سمجھ کر اس پر عمل کریں	175
عالمی کانفرنس: زکوٰۃ، صدقہ، انفاق اور قُلِ العَفوَ	181
ملّی حکمت عملی: ہمیں پیادے سے فرزیں بننا ہوگا	187
ملّی مسائل، سرکاری تغافل: ہماری کارگذاری، ہمارا ووٹ	193
یو پی اے کے پاس آخری مہلتِ عمل: جولائی-دسمبر 2013	199
ملک کی حکمرانی میں مسلم حصہ داری کا فقدان	205
مسلم ریزرویشن پر یو پی حکومت کی قلابازی	211
سچر، مشرا اور ہرش مندر! پھر بھی خاموش بجٹ...اور ہماری سرد مہری؟	215
ہمیں رپورٹوں کے نشہ میں رکھا گیا ہے	221
کیا ہم خاموش تماش بین بنے رہیں گے؟	227
علی گڑھ تحریک اور ۲۰۱۴ کا انتخابی منظر نامہ	231
کیا واقعی میں اپنے چمن کا بلبل ہوں	235
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی	239
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے	245
جغرافیائی حدود اور انسانی قدریں	249
غذائی اشیاء کی عالمی بربادی اور نظام مصطفویؐ	255

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S… …aash\Border Final
bj… …d.

انتساب

Sb\2014\Nishat-e-Saniy… …i Talaash\Border Final
bj.jpg … found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Taaash\Border Final bj ... d.

وسیلۂ ظفر

مولانا محمد ابوطالب رحمانی

صدر انڈین علماء کونسل، کلکتہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ لِوَلِیِّھَا ۔۔۔ اما بعد!

یقول اللہ سبحانہ وتعالی: اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرِیْنَ○

جوشِ تصوّر سے کیا چشم تماشا ساتھ چلے
وقت کے جلوے گرم سفر ہیں دیکھنے والا ساتھ چلے
ساحل سے ٹکرا کر پھرے جب ضدّی تختے کشتی کے
کتنے طوفاں آگے پیچھے کتنا دریا ساتھ چلے

امام غزالی، دنیائے علم وعمل کی ایک عظیم شخصیت ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں کہ انسان ازلی تو نہیں لیکن ابدی ضرور ہے۔ مطلب واضح ہے کہ انسان اگرچہ ہمیشہ سے نہیں ہے مگر اب کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ رہے گا۔ عالم الست اس کا پہلا مقام ہے، جہاں سے اس کا سفر حیات شروع ہو کر ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ ایک مرحلہ اس کا یہ دنیا ہے جہاں بھی موافق، ناموافق ہر طرح کے حالات آنے طے ہیں اور یہ بھی طے ہے کہ موافق حالات پر تو ان کو شکر ادا کرنا ہے اور ناموافق پر مظاہرۂ صبر۔ یہاں ایک اور تیسری بڑی قابل توجہ چیز وہ نظام ہے، جو اللہ رب العزت نے ان حالات کو بنایا ہے جس پر غور کرنے سے کئی قسم کی حقیقتیں سامنے آئی ہیں۔ ایک حقیقت اس کی جو پہلے سامنے آتی وہ ہے دباؤ میں اُبھار کی، کہ دنیا میں دبنے پر اُبھرنے والی چیز جتنی دبائی جاتی ہے وہ اتنی ہی اُبھرتی ہے اس طرح

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S… Taaash\Border Final bj… d.

مشکلات میں مستعدی اور چستی کا ظہور۔ معنی یہ کہ مشکلات ہی میں انسان کی استعداد نکھرتی ہے اور انسان چست و چابک دست ہو جاتا ہے، ساتھ میں ناموافق حالات میں، موافق حالات کا وجود— جس کی محسوسات میں ایک مثال سخت گرمی کے دنوں ریگستان کی تپتی ہوئی سطح پر اُترنے والی ٹھنڈی یا سروں پر دراز ٹھنڈے بادلوں کا سایہ جو دونوں جب ہی حاصل ہوتے ہیں جب گرد وغبار سے بھری بڑی ڈراؤنی آندھیاں چلنا شروع ہوتی ہیں، یہ آندھیاں جب اُٹھتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصیبت کے سوا اور کچھ نہیں، گراں بھی بہت گزرتی ہیں مگر اس کے باوجود ان کو اپنے اوپر لینا پڑتا ہے کہ نظامِ قدرت میں اس کے بغیر نہ ریتیلی سطح پر ٹھنڈی اُترتی ہے اور نہ سروں پر ٹھنڈے بادلوں کا سایہ دراز ہوتا ہے، ایک دوسری مثال پھولوں تک ہاتھ کی رسائی ہے جو کانٹوں سے ہاتھوں کے گزرنے کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے، بجائے خود، شاخ گل میں پھول آنے سے پہلے کانٹوں کا اُگ آنا اس کی کم بڑی مثال نہیں۔

دوسری حقیقت ان صلاحیتوں کے تعلق سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھی ہیں اور جن کی بدولت انسان تاریکی میں بھی روشنی کا پہلو دیکھ لیتا ہے۔ کھوئی گئی بازی پر اپنے لئے پھر سے نیا میدان تلاش لیتا ہے جس میں اُسے جتنی بھی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وہ اُن سے گزر کر از سرِ نو اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ عام حالات میں یہ صلاحیتیں سوئی رہتی ہیں، وہ بیدار اُس وقت ہوتی ہیں جب ان کو کوئی جھٹکا لگتا ہے اور جب ہی وہ عمل میں بھی آتی ہیں۔ کسی بھی مقام پر اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جن قوموں میں آسودگی کے حالات آجاتے ہیں اور ان اندر کی صلاحیتوں کو کوئی جھٹکا نہیں لگتا تو ان کے افراد بے حس بھی ہو جاتے ہیں اور کم عقل بھی، اس کے برعکس جو مشکلات میں گھرے ہوتے ہیں تو دیکھا جاتا ہے کہ ان کے افراد کی ہر قسم کی ذہنی اور عملی صلاحیتیں اُجاگر ہو جائیں۔ اس ضمن میں ایک بات اور جس کے ساتھ ہم اپنے معروضات کے ماحصل پر آنے والے ہیں— مقابلہ اور مسابقت کی ہے،

Sb\2014\Nishat-e-Saniy… i Talaash\Border Final bj.jpg … found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Taalash\Border Final bj... d.

مراد اس سے وہ دوڑ ہے جو قوموں کے درمیان ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے لئے لگتی ہے اور جس کے پیشِ نظر یہ دنیا ایک مقابلہ کا میدان نظر آتی ہے، اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ کل جو کسی سے پیچھے رہ گیا تھا، آج آگے بڑھ گیا۔ فرض کریں کہ یہ آج جو بڑھ گیا، کل کے پیچھے رہ جانے کو اگر وہ صرف 'رکھے جانے' کے معنی میں لیتا تو نہ صرف یہ کہ آج بڑھ نہیں پاتا بلکہ سست پڑ جانے کے علاوہ شکایات کا بھی دفتر کھولے بیٹھ جاتا۔ علیحدہ سے جذبۂ عمل کے سرد پڑ جانے کا جو نقصان ہوتا، شاید ہی وہ کبھی اُبھر پاتا۔

اب اپنے ان معروضات کے ماحصل میں ایک بات تو ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ زندگی کے اس سفر میں ہم اپنے اوپر آنے والے ناگفتہ بہ حالات کا خواہ وہ اپنے پیدا کردہ ہوں یا دوسروں کے ــ جائزہ بے شک لیں جو حقیقت پسندانہ ہو، احتساب ضرور کریں جو طائرانہ نہیں، بہت ہی غائرانہ ہو لیکن مایوسی کو پاس پھٹکنے نہ دیں، آیت قرآنی لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرِيْنَ○ مایوس کو کفر بتا رہی ہے۔ دوسری بات آرزو سے متعلق ہے جو ہمارے اندر اپنی نمود کے لئے ہر وقت ہوتی ہے حالاں کہ وہ آرزو سے نہیں ملتی، جستجو اور تلاش کرنے سے ملتی ہے، جس کے لئے پہلے اپنے اندر استحقاق پیدا کرنا پڑتا ہے اور اس سے پہلے حالات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے کے ساتھ قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں کو استعمال بھی کرنا پڑتا ہے۔

''نشاۃِ ثانیہ کی جستجو'' سے موسوم جناب ڈاکٹر سیّد ظفر محمود صاحب کی کتاب جو دراصل ان کے رشحاتِ قلم اور ہندوستان بھر کے اخبارات میں وقت وقت پر شائع مضامین کا مجموعہ ہے، ان ہی عنواناتِ زندگی سے ہمیں آشنا کرتی ہے، جو ہم نے کہیں کہیں سے اس کو پڑھا، ہمیں اس کے مضامین میں جو قدرِ مشترک چیز نظر آئی ہے وہ ہے ان کی ناممکن میں ممکن کو دیکھنے اور دکھانے کی ایک کوشش یا مایوسی کو اُمید میں بدلنے کا ایک پیغام۔

ڈاکٹر صاحب موصوف IRS یعنی ہندوستان کے شعبۂ آمدنی اور مالیات کے ماہر رہے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہیں، کبھی دہلی میں انکم ٹیکس کے چیف کمشنر بھی تھے جہاں سے قبل از وقت رضا کارانہ طور پر سبکدوش ہوکر خدمت خلق میں لگ گئے۔ سچر کمیٹی، جس نے جسٹس سچّر کی سربراہی میں مسلمانانِ ہند سے متعلق ایک نچی تلی رپورٹ، انہیں حق وانصاف دینے کی سفارشات کے ساتھ پیش کی تھی، ڈاکٹر صاحب اس کے ایک رکن رکین تھے، ایک معروف ومشہور تنظیم ''زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا'' جس کی افادیت کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے، ڈاکٹر صاحب ہی کا قائم کردہ ہے جس کے وہی باوقار صدر بھی ہیں، کتنے پیش پا افتادہ تھے جن کو محترم نے اُٹھایا، جن کی پوری تعلیم کی کفالت کر کے انہیں بلندیوں تک پہنچایا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ایسے نوجوان جن کی انہوں نے کفالت کی اور ابھی بھی کر رہے ہیں، شروع دن ہی سے ان میں یہ احساس جگا دیتے ہیں کہ وہ قوم کا ایک حصہ ہیں اور ایک فرد ہیں، ان کی ہزار بلندیاں قوم کی دین ہیں۔ رواں دواں ہمارے ڈاکٹر صاحب ملک اور بیرونِ ملک ہر جگہ بڑی قدر ومنزلت کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ سنے جاتے ہیں۔ یہ ان کے کمالِ محبت کی بات ہے کہ کتاب ہٰذا سے متعلق خاکسار کے تاثرات کو انہوں نے اپنے گوشۂ دل میں جگہ دی ہے۔ جہاں تک یاد آتا ہے، ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ یہ نا آشنائے کوچہ انشاء ونثر کسی چیز پر اپنے اندر پیدا کیفیات کو نوکِ قلم پر لایا، محبت بھی کیا چیز ہے، کیا کچھ کرا دیتی ہے۔

محمد ابوطالب رحمانی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ضرورت ہے: ہمارے شعور برائے نشاۃِ ثانیہ کی

اگر اللہ چاہتا تو ہمیں خلیج کے کسی ملک کے شاہی خاندان میں پیدا کر دیتا۔ ہم پیسے میں کھیل رہے ہوتے اور یہ بھی سمجھ رہے ہوتے کہ ہم اچھے مسلمان ہیں۔ لیکن پروردگار نے ہمارے اوپر بڑا رحم فرمایا اور ہمیں بیسویں صدی کے نصف دوئم میں ہندوستان میں پیدا کیا جہاں مسلمانوں کے سامنے کثیر تعداد میں کئی طرح کے مبارزات یا چیلنجز موجود ہیں۔ ملت اسلامیہ ہند کے افراد میں سے چن کر اللہ نے ہمیں اور آپ کو لاکھوں کے مقابلہ میں پڑھا لکھا اور ذہنی طور پر ہوشیار بھی بنایا، زیادہ وسائل سے نوازا اور اب وہ ہم پر نظر رکھے ہوے ہے کہ ہم اپنی خداداد استطاعت کا استعمال کر کے ملت کی سرفرازی کے لئے مصروف ہیں کہ نہیں اور ہیں تو کس حد تک۔ ہمیں اس امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہونے کی تیاری ہر دن اور ہر پل کرنی ہوگی۔

۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامہ میں شیڈیولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے مسلمانوں کو دانستہ طور پر خارج کئے جانے اور اس کے سبب سے مسلمانوں کو ہو رہے آبشاری نقصان کا ایشو اب الحمدللہ کچھ مسلمانوں کے ذہنوں کو متحرک کرنے لگا ہے۔ خدا کرے کہ اس تحریک کی ملک گیر نشر و اشاعت ہو جائے اور اس کی ایسی کیمیا سازی ہو کہ یہ ذہنی ورزش کی حدود سے نکل کر عمل اور کاروائی کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ ساتھ ہی اسی ایشو سے منسلک اور اس

کے برابر کی اہمیت کا ایک اور مسئلہ اب بھی ملت کی توجہ کا محتاج ہے۔آئین میں یا ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامہ میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کس صوبہ کے کون کون سے انتخابی حلقے شیڈیولڈ کاسٹ کے لئے ریزروکئے جائیں گے۔یہ نشاندہی کرنا اضافی کام ہے ڈی لمٹیشن کمیشن (Delimitation Commission) کا ،جس کی اصل ذمہ داری ہے ملک میں انتخابی حلقوں کی حد بندی کرنے کی۔سچر کمیٹی نے اعداد وشمار کے حوالوں سے بتایا کہ وہ انتخابی حلقے جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے لیکن وہاں شیڈیولڈ کاسٹ کی آبادی بہت کم ہے انھیں شیڈیولڈ کاسٹ کے لئے ریزروکردیا گیا ہے۔اس کے برخلاف اسی صوبہ میں ہی ایسے بھی انتخابی حلقے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے اور وہاں شیڈیولڈ کاسٹ کی آبادی بہت زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود انھیں ریزرو نہیں کیا گیا ہے۔ان دونوں طرح کے حلقوں میں مسلم فرقہ اپنی واجب نمائندگی کے تعلق سے خسارہ میں رہتا ہے۔ایک میں اس لئے کہ وہاں مسلمان ووٹر بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود وہاں سے مسلم امیدوار الیکشن نہیں لڑ سکتے کیونکہ وہ حلقے شیڈیولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو ہیں۔ دوسرے میں اس لئے کہ وہاں مسلمان بہت کم ہیں اور شیڈیولڈ کاسٹ کے ووٹر بہت زیادہ ہیں۔لہٰذا وہاں سے بھی مسلمانوں کی مرضی کے نمائندے الیکشن نہیں جیت سکتے ، اور شیڈیولڈ کاسٹ کی مرضی کے ہی نمائندے الکشن جیتتے ہیں۔اس کو انگریزی میں کہتے ہیں Double Jeopardy یعنی کہ دہرا جوکھم جس سے ہندوستانی مسلمان باسٹھ سال سے دو چار ہیں۔

مسلمانوں کی یہ حق تلفی ہنوز جاری ہے۔اس کی وجہ سے ان کی آواز ملک کے قانون ساز ایوانوں میں اس دھمک، لیک اور تال وتواتر کے ساتھ نہیں اٹھتی جو ایوان میں اپنی بات منوانے کے لئے لازمی ہے۔قانون سازی کا یہ خلا افسر شاہی کی سطح پر اتر کر منفی اثرات پیدا کرتا رہا ہے حتیٰ کہ افسر شاہوں کے ذہنوں سے مسلم فرقہ کے زیادہ تر مثبت پہلو حذف ہی

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہو گئے ہیں۔ بلکہ عموماً مسلمان ان کے لئے قابل شمار ہیں ہی نہیں۔ یہ ذہنیت جب اُس تعصب میں ضم ہو جاتی ہے جس کی تاریخ ہزار برس پرانی ہے اور جس نے اہل وطن کی ذہنیت کو مسلمانوں کے تئیں انتہائی تنگ کر دیا ہے تو مسلمانوں کے تعلق سے افسر شاہی کا اوسط انسانی رجحان ورزیادہ مخدوش ہو جاتا ہے۔

مثلاً ملک میں جو لوگ انکم ٹیکس دیتے ہیں ان میں مسلمان ڈیڑھ فیصد ہیں۔ انکم ٹیکس کے قانون کی رو سے جو لوگ ٹیکس کی چوری کرتے ہیں یا قانون کی کسی اورشق کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان پر سود جرمانہ اور ہرجانہ لگنے کے علاوہ مقدمہ بھی چلایا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ ان کو سزا بھی ہو سکتی ہے۔ ہر دو چار برس میں ایک دفعہ محکمہ کو اچانک جوش آتا ہے کہ کچھ مقدمے قائم ہونے چاہئیں۔ محکمہ سے سرکلر نکلتا ہے کہ ہر افسر کو کم سے کم دو مقدمے قائم کرنے ہیں۔ پھر ملک بھر میں جن لوگوں پر مقدمے قائم ہوتے ہیں اس فہرست میں ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے قانون ساز ایوانوں میں کبھی یہ بعید الزعقل کارروائی زیر بحث نہیں آئی۔

مرکزی وزارت داخلہ نے حال ہی میں طے کیا کہ 1400 اضافی آئی پی ایس افسر متعین کئے جائیں گے۔ لیکن اس کے لئے بھرتی کا طریقہ ایسا اختیار کیا جائے گا کہ نئی فہرست میں یا تو ایک بھی مسلمان نہیں ہوں یا ہو تو مشکل سے دو چار ہی ہوں۔ جبکہ یو. پی. ایس.سی اور اکثر صوبائی حکومتوں نے اس طریقہ کار کی مخالفت کی (تفصیل کے لئے دیکھیں www.zakatindia.org)۔ عدالت عالیہ میں وثیقہ (Writ) کے ذریعہ دستک دی گئی کہ حکومت کے اس اقدام سے آئین ہند کی دفعہ ۱۶ کی خلاف ورزی ہوگی جس میں ہر باشندے کو سرکاری ملازمت میں حصہ داری کے مساوی حق کی ضمانت دی گئی ہے۔ پھر بھی حکومت نے عدالت میں اپنے رخ کو صحیح ٹھہرایا اور عدالت نے مسلمانوں کے احتجاج کو اس تحقیر کے ساتھ نامنظور کر دیا کہ اپنے حکم میں اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ صرف یہ کہہ دیا کہ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

حکومت اپنے افسروں کا تعین کس طرح کرے یہ اس کا اختیار ہے اور اس میں عدلیہ دخل نہیں دے گی۔ اب بتایئے مسلمان کہاں جائیں اور کس کے پاس جائیں۔ ملک بھر میں مسلمانوں کے ساتھ عادتاً بے تعلقی اور زیادتی کی ہزاروں مثالیں حکومت کی ہر سطح پر دی جاسکتی ہیں۔

لیکن اپنے ساتھ اس متواتر اور طرح طرح کی ناانصافیوں کے خلاف مسلمان عام طور سے نہ صرف یہ کہ خاموش رہتے ہیں بلکہ تغافل عارفانہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطہ کی رو سے ملت جب تک خود کوشاں نہیں ہوگی تب تک وہ بھی اس کی حالت نہیں بدلیں گے۔ تو اس صورت حال سے ملت کو کیا سبق لینا چاہئے؟ یورپ میں چودھویں سے سترہویں صدی تک کا وقفہ نشاط ثانیہ (Renaissance) کے نام سے جانا جاتا ہے جبکہ وہاں کے اکابرین نے اپنی آنکھوں کا استعمال مادی نظر کے لئے محدود نہ رکھ کے اس میں دور بینی تبدیلی کی اور قومی فروغ کی غرض سے انھیں بصیرت، ادراک اور شعور کے مصرف میں لانے لگے۔ شہنشاہی ناعاقبت اندیشی، بے دردی اور ظلم و جابریت کے غلبہ پر حرف آنے لگا، جاگیرداری زوال پذیر ہوگئی۔ لوگوں نے مذہبی قدامت پسندی اور سلطنتی تسلط دونوں سے باہر نکل کے آزاد کاوشوں کے ذریعہ قومی ساخت کو مضبوط بنایا۔ اس مہم کا ایک اہم جز تھا خود کو مسلسل اپنے حقوق سے مکمل واقف رکھنا اور باشندگان کے لئے ان کی فراہمی یقینی بنانا۔ دوئم ہر طبقہ کی حکومت میں متناسب حصہ داری کے لئے جدو جہد کرتے رہنا۔ اس دور کی ذہین اور دانش مندانہ تبدیلی ءِ حیت کے نتیجہ میں تعلیمی اور سائنسی انقلاب آئے اور دور رس اثرات والے سماجی و سیاسی اتار چڑھاؤ سرزد ہوے۔ اس طرح نشاط ثانیہ کے ذریعہ عہد وسطیٰ کی ضرب المثل جہالت سے چھٹکارا حاصل ہوا اور یورپ کے عوام کو نیا جنم ملا۔ زمانہ وسطیٰ کی تاریکی کو دور جدید کی خوبیوں میں تبدیل کرنے کے لئے آج یورپ کے عوام حیات نو والی ان تین، چار صدیوں کے مرہون منت ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد پہلے ہزار برس (Millennium) میں ہمہ گیر ارتقاءِ انسانیت کے

میدان میں دنیا کے مسلمانوں کی خاطر خواہ شمولیت رہی۔اس کے بعد کے ملینیم میں مسلمان دانش مندانہ باطنی وظاہری پیش قدمی کے تعلق سے خود فراموشی وتغافل میں چلے گئے۔اور حالانکہ اب ہم تیسرے ملینئم میں داخل ہو چکے ہیں پھر بھی ہماری اعضاء شکنی اور کوتاہ قدمی کا سلسلہ جاری ہے۔افسوس کا مقام ہے کہ اس منفی عالمی ماجرے کی عکاسی ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی انتہائی بے توجہی وبے عملی کی شکل میں ہورہی ہے۔ملت اسلامیہ ہند کے اکابرین کی بڑی ذمہ داری ہے۔اللہ نے ہمیں عالم گیر ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی تعداد کا ذمہ دار بنایا ہے۔اسی مناسبت سے ہمیں مختلف سمتوں میں متحرک وفعّال رہنا ہو گا۔ملت کو اس کے حقوق فراہم کرانے کے لئے مسلسل تگ ودو کرنی ہوگی۔ہمیں اپنے اندر ایک نشاط ثانیہ لانی ہوگی۔آج کی دنیا سمٹ کر شہادت کی انگلی کے اوپری پور میں سما گئی ہے۔کمپیوٹر وانٹرنٹ کا استعمال کر کے ہم کہیں بھی بیٹھ کر حق اطلاع قانون کے تحت معلومات کر سکتے ہیں۔کمال کرنے کے لئے سکندر ہونا ضروری نہیں۔ہر انسان کے سینے میں اللہ نے تمام سامان دیا ہے، ہر شخص اپنے لئے آئینہ ساز ہوسکتا ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی
یہ ہستی بینا ہے، دانا ہے، توانا ہے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

وزیر اعظم کے نام میرا خط

عزت مآب وزیر اعظم ہند شری نریندر مودی جی! میں آپ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ 29 جون 2013 کو احمد آباد میں ''سٹیزنس فار اکاؤنٹبل گورننس'' (Citizens for Accountable Governance) کے زیر اہتمام ایک مکالمہ ''نوجوانان ہند کو وہ مواقع فراہم کرنے کے لئے جن کے وہ حق دار ہیں حکومت اور تجارت کس طرح تبدیلی لا سکتی ہے'' منعقد ہوا تھا، جس کا افتتاح سابق صدر جمہوریہ جناب اے پی جے عبدالکلام نے کیا تھا اور راقم السطور نے آپ کی بہ نفس نفیس موجودگی میں ''ایک بھارت'' کے عنوان سے 30 منٹ کا اپنا پاور پوائنٹ پریزینٹیشن پیش کیا تھا۔ آپ نے میری گزارشات کو ہال میں مکمل خاموشی اور اپنی پوری توجہ سے سنا تھا اور 65 سلائڈ پر مشتمل پورے پریزینٹیشن کا نظارہ کرکے اپنے خطاب میں یہ تبصرہ کیا تھا کہ ''ڈاکٹر ظفر محمود نے کچھ مسائل کو اٹھایا ہے، یہ بھی ایک زاویہ نظر ہے، اس میں فکر انگیز (Though provoking) نکات ہیں، ہمیں دوسروں کو بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔'' میرا پریزینٹیشن اور اس پر آپ کا تبصرہ متعدد اخبارات اور ٹی وی چینلوں کی ویب سائٹس اور نیوز پورٹلس پر اب بھی موجود ہیں۔

اب وزیر اعظم کی حیثیت سے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صدر جمہوریہ کے خطاب پر بحث کو مکمل کرتے ہوئے آپ نے مسلمانوں کی قومی پسماندگی کا اعتراف کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ خود ایسے مسلم خاندانوں کو جانتے ہیں جو تین پیڑھیوں سے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Talaash\Border Final bj... d.

سائیکل کی مرمت ہی کرتے آرہے ہیں، اور اس قابل رحم حالت کے اسباب پر آپ نے تعجب کا اظہار بھی کیا۔ مسلمانوں کی حالت میں مثبت بدلاؤ لانے کے لئے آپ نے زور دے کر کہا کہ ''ہمیں اس بدلاؤ کے لئے مرکوز توجہ کے ساتھ اقدامات کرنے ہوں گے اور خصوصی پروگرام شروع کرنے ہوں گے۔ میں ایسی اسکیموں کو (مسلمانوں) کا 'تُشٹیکرن' (ناز برداری-Appeasement) نہیں مانتا ہوں بلکہ انھیں میں اُن کی (مسلم فرقہ کی) حالت کو بہتر بنانے کی تدبیر کے طور پر دیکھتا ہوں''۔ آپ نے اپنے مدعے کی وضاحت کرتے ہوئے مزید کہا کہ کوئی جسم اسی صورت میں صحت مند ہوسکتا ہے کہ جب اس کے تمام اعضا برابر سے کام کرتے ہوں، کوئی بھی عضو نسبتاً کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں اسی بنیادی حقیقت کے ساتھ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے''۔ آپ نے مسلم فلاح سے متعلق اپنی گفتگو اس جملے پر ختم کی کہ ''ہم اسی طرح آگے بڑھ کے کام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے عزم پر کاربند ہیں۔''

اس کے بعد، میں نے ملت کو مخاطب اپنے سلسلہِ مضامین میں مشورہ دیا کہ ہمیں ایک بردبار قوم ہونے کے ناطے وزیر اعظم کی اس شاخ زیتون کی ظاہری قدر کو فی الحال اصلی تسلیم کرنا چاہئے اور انہیں اپنے ابتدائی وعدوں کو عمل میں لانے کے لئے مناسب موقع دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے عقیدے کے ساتھ اپنے سماج سے خوشگوار تعلقات استوار کرنے کی صلاحیت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ ہمیں یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ وقت نئی شراکت داری، نئے مکالمے اور نئی مشغولیات کے واسطے سے ہمیں بین ثقافتی اور سماجی ہم آہنگی کو سنوارنے کا کیا موقع فراہم کرتا ہے۔ تبدیلی اور بدلاؤ کی موجودہ صورت ہمیں مل جل کر رہنے کے باہمی عزم کو بروئے کار لانے کا موقع دیتی ہے جس کی ترغیب ہمیں قرآن کریم کی اس تعلیم سے بھی ملتی ہے: اللہ نے یہ زمین ساری انسانیت کے لئے بنائی ہے (10.55)۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S… Talaash\Border Final bj… d.

آپ کی توجہ میں نے احمد آباد کے اپنے پریزنٹیشن میں بی جے پی کی ویب سائٹ پر موجود پارٹی کے فلسفہ کی ترجمانی کرنے والے تین مضامین کی طرف مبذول کرائی تھی اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف تعصب ظاہر کرنے والے یہ مضامین کسی قومی سیاسی پارٹی کے معیار کے شایانِ شان نہیں ہو سکتے۔ کچھ ماہ بعد یہ تینوں مضامین بی جے پی کی ویب سائٹ سے ہٹا دئے گئے اور ان کی جگہ صرف ایک بے ضرر مضمون اب وہاں لگایا گیا ہے۔ اپریل 2014 کے بی جے پی منشور میں مسلم روایتی دست کاری کے ہنر' جو کہ ہندستان کی گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، کی پر وردہ مصنوعات کو قرض کی فراہمی کے ذریعہ فروغ دینے اور بازار تک آسان رسائی فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ آپ کی حکومت بن جانے کے بعد بجٹ 2014 میں اس مد پر پورا پیرا گراف موجود ہے۔ آپ کے ذریعہ کئے گئے اِن اقدامات کی ہم قدر کرتے ہیں۔

جناب عالی! اب جب کہ اُن عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے جن کا ذکر آپ نے پارلیمنٹ میں اپنی پہلی تقریر میں کیا ہے' سالار حکمرانی کی حیثیت سے کمان آپ کے ہاتھ میں ہے' آپ کی حکومت مسلمانوں کی بہتری کے لئے مندرجہ ذیل 18 طویل مدتی اقدامات پر بخوبی عمل آوری کر سکتی ہے جو مدت سے زیر التوا رہے ہیں: (1) جسٹس سچر کمیٹی کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے وزارت داخلہ کو نیا حد بندی کمیشن فوراً تشکیل دینا چاہئے اس ہدایت کے ساتھ کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے جن انتخابی حلقوں میں مسلمان بہت زیادہ ہیں اور وہاں شڈ یولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم ہیں انھیں رزرویشن سے آزاد کیا جائے اور ان کے بجائے ان حلقوں کو رزرو کیا جائے جہاں شڈ یولڈ کاسٹ بہت زیادہ ہیں اور مسلمان بہت کم ہیں۔ (2) سپریم کورٹ میں 5-4 برس سے زیر التوا مقدموں میں جن میں عیسائیوں اور مسلمانوں نے 1950 کے صدارتی حکم نامہ میں سے پیرا گراف 3 (شڈ یولڈ کاسٹ کی تعریف میں مذہب کی قید) کو حذف کرنے کا دعوہ پیش کیا ہے ان مقدموں میں وزارت

Sb\2014\Nishat-e-Saniy… Talaash\Border Final bj.jpg … found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

قانون کو اپنا بیان حلفی بغیر مزید تاخیر کے دائر کر دینا چاہئے۔(3) انڈین وقف سروس قائم کی جانی چاہئے‘ ٹھیک اسی طرح جیسے متعدد ریاستوں میں ہندو مندروں اور پرتشٹھانوں کے انتظام وانصرام کے لئے ریاستوں کے قوانین کی رو سے ہندو سینئر عہدہ داران کو حکومت بھرتی کرتی ہے۔

(4) وزارت فروغ انسانی وسائل کو سچر کمیٹی رپورٹ کے باب 12 میں کی گئی سفارش (Statement 12.1) کا نفاذ کرنا چاہئے جس میں کہا گیا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ کے لئے متبادل طریقہ کار بنایا جائے جس میں ذاتی قابلیت کی اہمیت 60% اور امیدوار کے پچھڑے پن کی اہمیت 40% مانی جائے۔(5) وزارت داخلہ کے احکامات کے تحت دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ افراد کے مقدموں کے تصفیہ کے لئے میعاد بند فاسٹ ٹریک کورٹ تشکیل دی جائیں اور دہشت گردی کے لزامات سے عدالتوں کے ذریعہ بری ہو جانے والے ہر شخص کو پچاس لاکھ روپیہ معاوضہ بطور حرجانہ ادا کیا جائے۔(6) وزارت داخلہ کو چاہئے کہ پارلیمنٹ میں ’’نشانہ پر لے کر فرقہ وارانہ تشدد کئے جانے کی روک تھام کا بل‘‘ پاس کروائے۔(7) وزارت خزانہ کو چاہئے کہ صلاحیتوں کو فروغ دینے کے پروگرام اور دیگر اقتصادی مواقع میں مسلمانوں کے لئے قومی بجٹ میں خصوصی کامپونٹ مختص کرے۔(8) پلاننگ کمیشن کو چاہئے کہ اقلیتوں کی ترقی کے نظریہ سے بنائی جانے والی انفرااسٹرکچر اسکیموں کو تشکیل دینے اور ان کے نفاذ کے لئے‘ ضلع یا بلاک کے بجائے‘ دیہی علاقوں میں گاؤں اور شہری علاقوں میں وارڈ کو اکائی بنائے۔ (9) وزارت برائے پرسونیل اور وزارت داخلہ کو چاہئے کے 1400 اضافی آئی پی ایس افسروں کی خصوصی تقرری کے لئے محدود مسابقتی امتحان کی پالسی کو ختم کرے‘ کیونکہ اس طریقہ سے پولیس کی افسر شاہی میں مسلمانوں کی راہ مزید مسدود ہوتی ہے۔

(10) اوقاف سے متعلق مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (JPC Waqf) اور سچر کمیٹی کی

Sb\2014\Nishat-e-Sani i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

سفارشوں کی بنا پر وزارت اقلیتی امور کو چاہئے کہ وقف رولس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کرے: اول، سنٹرل وقف کاؤنسل کا سکریٹری حکومت ہند میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدے سے کم کا نہیں ہوسکتا، دوئم، کوئی بھی وقف جائداد کرایہ کے رواں بازاری ریٹ سے کم پر لیز پر نہیں دی جائے، اور سوئم، کوئی بھی لیز آرڈر جاری کرنے سے پہلے صوبائی حکومت کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ (11) وزیر اعظم کے دفتر کو یقینی بنانا چاہئے کہ جو وقف جائدادیں سرکاری قبضے میں ہیں انہیں خالی کر کے وقف بورڈ کو سونپ دیا جائے۔ (12) وزارت فروغ انسانی وسائل کو چاہئے کہ رواں مدرسہ اسکیم (SPQEM) کا اردو و دیگر زبانوں میں ترجمہ کروا کے ملک کے مدارس میں تقسیم کرے، اس کام کے لئے ہر سال ملنے والی پچاس لاکھ روپیہ کی گرانٹ اس کام میں استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ (13) مدارس کی ڈگریوں اور سرٹیفکیٹ کو اسکول اور کالجوں و یونیورسٹیوں کی ڈگریوں و سرٹیفکٹ کے مساوی تسلیم کرنے کے لئے NIOS اور UGC کے ذریعہ میکانزم بنایا جائے۔ (14) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار بحال کیا جائے۔ (15) وزارت خزانہ کو چاہئے کہ بینکنگ سکٹر میں غیر سودی مالیات کے متبادل کی اجازت دے۔ (16) وزارت فروغ انسانی وسائل کو چاہئے کہ مرکزی اردو ٹیچر اسکیم کا صوبوں میں نفاذ کروائے۔ (17) وزیر اعظم دفتر کو چاہئے کہ مساوی مواقع کمیشن قائم کریا اور (18) تنوع پر مبنی مراعات کی اسکیمیں (Schemes of incentives based on diversity index) بنانے کا حکم دے۔ ان تمام کاروائیوں پر نظر رکھنے اور ان کی مانٹرنگ کرنے کے لئے آنجناب کو چاہئے کہ ایک مستقل مشاورتی کمیٹی کی تشکیل کریں جیسا کہ بی جے پی کے منشور میں بھی لکھا ہے۔ مسلمانان ہند اس ضمن میں آپ کی طرف سے جلد عملی اقدام کے لئے شدت سے منتظر ہیں۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

ہمیں ملّت کی باگ ڈور سنبھالنی ہی ہوگی

آسام کے کوکرا جھار علاقہ میں پھر 34 مسلمان مار دئے گئے اور دہشت میں انگنت نے اپنے گھر چھوڑ دیے، بہتوں کے گھر جلا دیے گئے۔ ہم مسلمانوں کے لئے خود نگر مشاہدہ نفس کا مقام ہے کہ ہم افراد ملت کو کب تک موت کے گھاٹ اُترتے دیکھتے ہیں رہیں گے؟ یقیناً اب صرف چشمِ نم اور جانِ شوریدہ کافی نہیں اور نہ تہمتِ عشقِ پوشیدہ کافی ہے، بلکہ وقت آ گیا ہے کہ اب ہم بازار میں پا بجولاں چلیں۔ ابھی ہم مظفر نگر اور شاملی کے سانحہ سے اُبھرے بھی نہیں ہیں کہ ہم کوکرا جھار کی زد میں لے لیے گئے۔ ملت کا جو قیمتی سرمایہ ہمیں ملت کی ترقی کے لئے لگانا تھا وہ ہم نے مظفر نگر اور شاملی کے دسیوں ہزار بے گناہ مسلمان خاندانوں کو از سر نو بحال کرنے میں لگا دیا۔ اس نایاب مسلم اثاثہ کے بے راہ رو اصراف کی اگلی منزل کے لئے آسام تیار ہو گیا۔ اگر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کی اس بدحالی کے لئے کبھی کہیں سوچا سمجھا پلان ضرور بنایا گیا ہو گا اور موجودہ سلسلہ اسی پلان کے مطابق چل رہا ہے، لیکن ہم ہیں کہ صرف ذاتی اور اہل وعیال کی آسودگی اور اقبال مندی میں خود کو وقف کر رکھا ہے۔ ہم بھولے ہوئے ہیں کہ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں۔ موجودہ الیکشن میں تو اب صرف اتنی حکمت عملی ممکن ہے کہ ہم اپنا ووٹ بٹنے نہ دیں اور اپنے انتخابی حلقہ میں اُس اُمیدوار کو مل کے ووٹ دیں جو غیر فرقہ پرست ہو اور جس کی جیت کی اُمید

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

باقی کے مقابلہ میں زیادہ ہو۔

طویل مدتی پلان شروع کر دینے کے لیے بھی وقت آ گیا ہے کہ ہم مسلمان اپنے کو پہچان لیں۔تھوڑی دیر کے لیے اپنے کوستاروں میں بٹھالیں اور وہاں سے جائزہ لیں کہ ہم صدیوں قبل سرزمین ہند پر اُتارے گئے تھےاوراس کے بعد سے ہم یہاں کی مٹی میں رچ بس گئے۔یہی اسکیم اللہ نے درجنوں ممالک میں مسلم آبادکاری کے لئے اپنائی ہے۔آگے آنے والی نسلوں کی پرسکون آمداور دنیاوی سماج میں ان کے سہولت سے ضم ہونے کی گارنٹی مہیا کرانا اسلامی سماج کی ذمہ داری ہوتی ہے۔لیکن ہم مسلمانانِ ہند اپنے اس دینی فریضہ میں کافی پیچھے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادتی نہ ہوگی کہ نادانستہ طور پر ہی سہی ہم اپنی بے عملی کی وجہ سے آگے آنے والی نسلوں کی راہ میں کانٹے بچھانے کا انتظام کررہے ہیں،جس کیلیے ہم سے اگلی دنیا میں اللہ کے سامنے جواب نہ بن پڑے گا۔اب بھی وقت ہے کہ ہم جاگ جائیں،ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے بھی ڈرنا چھوڑ دیں اور مالک حقیقی نے ہمیں انفرادی طور پر جس ذہنی وجسمانی استطاعت سے نوازا ہے،ہم اس کا کم ازکم ایک تہائی استعمال ملت کے لیے کریں۔

ہمیں اپنے سماج کومنظّم کرنا ہوگا۔قرآن کریم کی سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر ہزارمہینوں سے بہتر ہے۔غورکریں کہ اللہ نے ہزارمہینہ کا ذکر کیوں کیا۔قوی اشارہ ہے کہ جب سے انسانیت قائم ہوئی تب سے شروع ہوکرانسانیت کے اختتام تک جتنے انسان اس دنیامیں پیدا ہوئے ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گےان سب کوذہن میں رکھا جائے توایک انسان کی اوسط زندگی ایک ہزار ماہ کی نکلے گی یعنی 83 برس سے کچھ زائد۔ہم حساب کی آسانی کے لیے مان لیں کہ موجودہ دور میں انسان کی اوسط عمر 84 برس ہوتی ہے۔خدائی اسکیم کے مطابق اس عمر کے 3 حصہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک 28 برس کا۔ پہلے حصہ میں خود کی پرورش،تعلیم، ملازمت اور شادی، دوسرے حصہ میں ذاتی معاش، بچوں کی پرورش،تعلیم،

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ملازمت اور شادی، تیسرا حصہ ملت کا ہوتا ہے، اس وقت بھی عموماً انسان کے ہاتھ پیر مضبوط رہتے ہیں اور دماغ بھی خوب کام کرتا رہتا ہے، اس پورے عرصہ میں اس کو اپنی ذاتی استطاعت، تجربہ اور ذرائع کا فائدہ ملت کو پہنچانا چاہیے۔ یقیناً اگر چاہے تو ہر شخص تنگ دامنی کی راہ اختیار کرتے ہوئے آخری دم تک اپنی اور اپنے اہل خانہ کی فلاح و بہبود میں ہی لگا رہے لیکن اللہ نے انسان کو ایسا کرتے رہنے کے لیے تو اشرف المخلوقات نہیں بنایا ہے۔ جب آسمانوں اور پہاڑوں نے اپنی نااہلی کی وجہ سے اللہ سے معذرت کر لی تھی تبھی اس نے یہ ذمہ داری انسان کو دی تھی، تو اس کی لاج تو رکھنی ہے ورنہ ہم دربارِ ایزدی میں شرمندہ نہیں بلکہ گنہگار رہوں گے۔

اب اس پس منظر میں غور کریں کہ آئندہ ہمارے ساتھ مظفرنگر اور کوکراجھار اور گجرات نہ ہو اس کے لئے کیا ہم اشرف المخلوقات ہونے کا اپنا فریضہ نبھا رہے ہیں، نہیں نہ؟ تو چلیئے اب سے شروع کر دیتے ہیں۔ اگر آبادی میں اپنے تناسب سے ہم لوک سبھا میں (بجائے موجودہ 30-25 کے) 75-70 سیٹوں پر بیٹھے ہوں، اگر آسام میں اپنی آبادی کی مناسبت سے ہم صوبائی اسمبلی میں ایک تہائی سیٹوں پر بیٹھے ہوں، اگر ملک کے ہر آٹھویں ضلع میں ہم کلکٹر اور پولیس سپرنٹنڈنٹ ہوں تب بھی کیا غیر سماجی عناصر ہماری طرف غلط نظروں سے دیکھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یقین مانئے کہ ہمارے یہ جائز آئینی حقوق ہمیں صرف اس وجہ سے نہیں مل پا رہے ہیں کہ ہم انفرادی طور پر خودغرض ہیں، ہمارے اندر اپنی ملت کے حق میں ہاں کرنے اور کف افسوس ملنے کا جذبہ تو ہے لیکن اس کی سرفرازی کے لئے ہم انفرادی طور پر ٹھوس عمل آوری نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں اپنا قومی مزاج بدلنا ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک کے سینہ میں اللہ نے تمام سامان رکھا ہے، ہم میں سے ہر شخص اپنا خود آئینہ ساز بن سکتا ہے۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ انفرادی وجود مجازی ہوتا ہے لیکن ملت کی ہستی حقیقی ہوتی ہے۔ ہم میں سے جو لوگ عمر کی آخری تہائی میں داخل ہو چکے ہیں ان کو خاص طور پر متحرک ہونا پڑے گا،

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

چلئے آسانی کے لئے ہم انہیں کیمیا گر کا نام دے دیں، ان کے ذریعہ ملّت کو ملک میں اپنے مقام کو نشوونما اپنے ہاتھ میں لینی ہوگی اور اس کو بنانے، سنوارنے اور پروان چڑھانے کا کام خود کرنا ہوگا۔ لیکن اس انقلابی مہم میں شامل ہونے والے ہر شخص کو شروع سے آخر تک ذاتی طور پر اپنے کو ہمیشہ ملت سے کمتر سمجھنا ہوگا، اس کام میں ذاتی انا کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ کیمیا گر (Alchemist) اقبالیات کی اصطلاح ہے، جس کا مطلب ہے کچے تانبے کو سونے میں تبدیل کرنے والا۔

ان تمام انتخابی حلقوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد 15% یا اس سے زیادہ ہے، وہاں کے کیمیا گروں کو بے غرضی سے متحرک رہ کر بے لوث لیڈر شپ کا رول ادا کرنا ہوگا۔ آپ اپنے انتخابی حلقہ میں 10-12 اشخاص پر مشتمل ایک گروپ کی فوراً تشکیل کر لیں، اس کو KGP (کیمیا گر پولیٹیکل) نام دیا جاسکتا ہے، اس کے دفتر کے لئے اپنے گھروں میں سے ہی کہیں فی الحال ایک کمرے کو مقرر کر دیں اور کام شروع کر دیں۔ اپنے انتخابی حلقہ میں مسلمانوں کی صحیح تعداد اور کل آبادی کا مسلم فیصد مردم شماری کے قومی رجسٹر یا الیکشن کمیشن کی ویب سائٹ سے معلوم کر لیں ورنہ زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کو ای میل لکھ کر کے ان سے اطلاع لے لیں۔ پھر قومی، صوبائی اور مقامی سطح پر مسلمانوں کے مسائل سے تفصیلی آشنائی کر لیں اور ان مسائل کے ممکنہ حل پر کام کرنا شروع کر دیں۔ ایک پنج سالہ منصوبہ بنائیں اور پانچ عدد سالانہ منصوبے۔ اگلا پارلیمانی الیکشن یا تو پانچ برس بعد ہوگا یا اس سے قبل کبھی بھی۔ اسمبلی الیکشن بھی اسی درمیان ضرور ہوگا۔ بہرحال کیمیا گروں کا یہ گروپ ڈیڑھ دو برس کے اندر ہی اتنا ٹھوس کام مسلمانوں کے حق میں کر چکا ہو اور مسلمانوں کو اس گروپ پر اتنا زبردست اعتماد ہو چکا ہو کہ اب جب بھی اگلا الیکشن ہو تو جس امیدوار کو اور جس پارٹی کو یہ گروپ کہے گا اسی کو مسلمان ایک جٹ ہو کر اپنا ووٹ دیں گے۔

ساتھ ہی ہر انتخابی حلقہ میں کیمیا گروں کا ایک اور گروپ KGA (کیمیا گر ایڈمنسٹریٹو)

بھی تشکیل دینا ہوگا اور اسے ایک رجسٹرڈ ٹرسٹ کی حیثیت سے رجسٹر بھی کروا دیا جائے۔ وہ علاقہ کے قابل ترین گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ مسلمان لڑکوں ولڑکیوں کی نشاندہی کر کے انہیں ترغیب دے گا کہ وہ مرکزی وصوبائی سطح پر پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ ہونے والے مقابلہ جاتی امتحانات کی دل لگا کے تیاری کریں، اس کے لئے بہترین کوچنگ حاصل کریں اور پھر ان امتحانوں میں بیٹھیں۔ اس گروپ کو آپس میں ہی انتظام کر کے ایک الگ عمارت میں سول سروسز اسٹڈی سنٹر (Civil Services Study Centre) قائم کرنا ہوگا۔ اس عمارت کی ملکیت جتنا جلد ممکن ہو KGA کے نام میں ٹرانسفر کر کے رجسٹری کروا دی جائے تا کہ یہ کام 100-50 برس بعد بھی چلتا رہے۔ وہاں لائبریری، ریڈنگ روم اور لکچر روم ہوں۔ ان بچوں کی کوچنگ بہترین پرائیویٹ پیشہ ورانہ کوچنگ انسٹی ٹیوٹ میں ہونی چاہیے۔ اس کے لئے ضرورت مند بچوں کو مالی امداد بھی دینی ہوگی۔ یاد رکھئے کہ اس سہولت کا اصل مقصد ملت کے بچوں کو ملازمت دلوانا نہیں ہے بلکہ اس مہم کا اصل مقصد ہے ملت کو با اختیار بنانا، ایمپاور (Empower) کرنا ہے۔ KGP اور KGA کی بے غرض کارکردگی کی بنا پر 7-5 برس میں ہی ملت کے حق میں انشاء اللہ ملک گیر مثبت اثرات نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ پھر ہم مظفر نگر، کوکراجھار اور گجرات ہونے سے بچ ہی نہیں سکتے ہیں بلکہ ملی فلاح کی اسکیموں کے نفاذ کے لئے حکومتوں پر اثر انداز بھی ہو سکتے ہیں اور اپنے آئینی حقوق کی استواری کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

Sb\2014\Nishat-e-S laash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہمیں خود آگاہ اور متحرک رہنا ہے

ہم سب خوب واقف ہیں کہ ایک عورت ہمارے حضور اقدسؐ پر کوڑا پھینکتی تھی اور وہ اپنے کپڑے جھاڑ کے آگے بڑھ جاتے تھے اور جب ایک دن اُس نے ایسا نہیں کیا اور معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے تو اللہ کے پیغمبرؐ اس کی مزاج پرسی کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ سبرامنیم سوامی، اشوک سنگھل اور پروین توگڑیا اسی عورت کے زمرہ میں آتے ہیں، لہٰذا جب کبھی وہ زہر نہ اُگلیں تو ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ ان کی طبیعت خراب تو نہیں ہے۔ یہ ہوا اس معاملہ میں اعلیٰ سماجی قدریں قائم رکھنے سے متعلق ہمارے دین کا ہمارے لیے سبق۔ لیکن قانون کے تحت سماج وحکومت کی ذمہ داری اپنی جگہ برقرار رہے۔ آئین ہند کے آرٹیکل 51A(a) کے تحت ملک کے ہر شہری کا بنیادی فریضہ (Fundamental Duty) ہے کہ وہ آئین کی اطاعت اور اس کے معیاروں کی عزت کرے اور 51A(e) میں خصوصی طور پر ہر شہری کا آئینی فریضہ مختص کیا گیا ہے کہ مذہبی، لسانی، علاقائی اور شعبہ وار تفریق سے اونچا اُٹھ کر ملک کے تمام انسانوں کے مابین میل ملاپ اور مشترکہ بھائی چارے کو فروغ دے۔ 51A(c) میں یہ بھی انفرادی فریضہ بتایا گیا ہے کہ ملک کے اتحاد کو برقرار رکھا جائے اور اس کی محافظت کی جائے۔ سنگھ پریوار سے تعلق رکھنے والے مندرجہ بالا تینوں اشخاص اپنے بیانوں اور تحریروں کی بنا پر ان تینوں آئینی فرائض کو نبھانے میں صرف فیل ہی نہیں ہو گئے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ہیں بلکہ آئین کے دفعات کی قصداً خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہیں۔ حالیہ لوک سبھا الیکشن کے دوران سبرامنیم سوامی نے ٹی وی چینل 'آج تک' کے پروگرام 'سیدھی بات' میں کہا کہ میری رائے ہے کہ ہندوکو اکٹھا کرو اور مسلمان کو divide (یعنی تقسیم) کرو۔ ان کے اس قول کی اب تک گرفت نہیں ہوئی ہے، تو سوچ لیجئے کہ ان لوگوں کے کتنے حوصلے اور بڑھ سکتے ہیں۔

تعزیراتِ ہند کی دفعہ 295A اور 298 کے مطابق اگر کوئی شخص قصداً بدنیتی و کینہ پروری کے ارادے سے ہندوستانی شہریوں کے کسی طبقہ کے مذہبی احساسات کو مجروح کرتا ہے، بیان یا تحریر سے، اشارے یا علامت سے یا کسی اور طریقہ سے، ان کے مذہب یا مذہبی اعتقاد کی بے حرمتی کرتا ہے، تو ایسے شخص کو تین برس تک کی قید بامشقت ہوسکتی ہے اور اس پر جرمانہ بھی لگ سکتا ہے۔ دفعہ 298 کے تحت اس طرح کے الفاظ کی ادائیگی پر ہی سزا ہے۔ دفعہ 505(c) کے مطابق اگر اس طرح کی حرکت سے مختلف طبقات کے درمیان دشمنی، نفرت یا بغض و عداوت جنم لیتی ہے تو اس جرم کے لیے علیحدہ سے 3 برس کی سزا اور جرمانہ ہوسکتا ہے۔ ان دفعات کا استعمال کر کے سنگھ پریوار کے مندرجہ بالا افراد کی غیر آئینی حرکتوں کے خلاف سیکڑوں مقدمے ملک کے مختلف کونے سے دائر ہوتے رہنے چاہئیں۔ چند مقدمے فی الحال چل رہے ہیں، ان کو تیزی سے آگے بڑھانے کی درخواستیں عدالتوں میں لگنی چاہئیں۔ اس معاملہ میں این جی اوز اور وکیل صاحبان اور اُن کی تنظیموں کو متحرک ہونے کی ضرورت ہے اور اس کارروائی کا ذکر میڈیا میں آتے رہنا چاہیے۔

گزشتہ اپریل میں موجودہ وزیر اعظم نے اس طرح کے بیانات کی مذمت کی تھی اور انہیں غیر ذمہ دار قرار دیا تھا۔ اُن کے اس بیان کا حوالہ دے کر اُن کو اس طرح کی بیان بازی کے خلاف احتجاجی خطوط لکھے جاسکتے ہیں اور قانونی کارروائی کی مانگ کی جاسکتی ہے۔ دراصل یہ بیانات غالباً طویل مدتی سوچی سمجھی سازش کی کڑی ہوں گے۔ لیکن اگر ان کی

مستقل زوردار گرفت نہیں ہوتی رہی تو خدانخواستہ حوصلے اور بڑھ سکتے ہیں۔ اشوک سنگھل نے حال ہی میں ایک مضمون میں خوشی کا اظہار کیا تھا کہ لوک سبھا الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ کی اہمیت ختم ہوگئی۔ سنگھل نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کاشی اور متھرا کی مساجد پر سے اپنا حق واپس لے لینا چاہیے اور یکساں سول کوڈ کو مان لینا چاہیے۔ ایسا انہوں نے اس وجہ سے لکھا ہے تا کہ وہ ہندوؤں کے ایک طبقہ کے جذبات کا استحصال کر کے انہیں مضبوطی سے یکجا کر سکیں۔ اس کو بھی ہمیں آپ کو گہرائی سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور ہمیں ابھی سے روزمرّہ زمینی سطح پر کام کر کے تیاری شروع کر دینی چاہیے تا کہ اگلے الیکشن میں ہم اشوک سنگھل کی خوش فہمی کو غلط ثابت کر سکیں۔ دریں اثنا ملت اسلامیہ ہند کو سیاسی طور پر اپنے کو تقسیم ہرگز نہیں ہونے دینا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے سبھی کا نقصان ہے اور یہ ہمارے ایمان کے بھی خلاف ہے۔ دنیا میں موجودہ مسلم مخالف سلسلہ جنبانی کی کڑی کے طور پر چین میں مسلمانوں پر روزہ رکھنے کے خلاف سرکاری پابندی کی خبر آئی ہے۔ ہم آپ اس معاملہ میں وزیر خارجہ کو خط لکھ کر ان سے درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ چین سے مذاکرات کے دوران اس ایشو کو اُٹھائیں۔ ہم خود بھی ہندوستان میں چین کے سفیر اور اقوامِ متحدہ کو احتجاجی خط لکھ سکتے ہیں اور اس کی نقل اپنی وزیر خارجہ کو دے سکتے ہیں۔ مہاراشٹرا حکومت نے مسلمانوں کو ریزرویشن دیا ہے، الیکشن سے قبل سیاسی چال ہی سہی ریزولیشن ملا تو۔ اُمید ہے کہ اس صوبہ میں افرادِ ملت اور ان کے بہی خواہ متعلقہ سرکاری حکم نامہ کے نفاذ پر گہری نظر رکھے ہوں گے تا کہ الیکشن سے قبل اس کا اثر صوبائی مشینری میں خوب رچ بس جائے۔

اُدھر ہمیں بجائے دل شکنی کا شکار ہونے کے موجودہ مرکزی حکومت کو طرح طرح سے بار بار اپنی ترجیحات سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔ مثلاً جسٹس سچر کمیٹی کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے وزارتِ داخلہ کو نیا حد بندی کمیشن فوراً تشکیل دینا چاہیے اس ہدایت کے ساتھ کہ

پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے جن انتخابی حلقوں میں مسلمان بہت زیادہ ہیں اور وہاں شیڈ ولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم ہیں، انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جائے اور ان کے بجائے ان حلقوں کو ریزرو کیا جائے، جہاں شیڈ ولڈ کاسٹ بہت زیادہ ہیں اور مسلمان بہت کم ہیں۔ سپریم کورٹ میں 5-4 برس سے زیرالتوا مقدموں میں جن میں عیسائیوں اور مسلمانوں نے 1950 کے صدارتی حکم نامہ میں سے پیراگراف 3 (شیڈ ولڈ کاسٹ کی تعریف میں مذہب کی قید) کو حذف کرنے کا دعویٰ پیش کیا ہے، ان مقدموں میں وزارتِ قانون کو اپنا بیان حلفی بغیر مزید تاخیر کے دائر کر دینا چاہیے۔ وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کو سچر کمیٹی کی سفارش کا نفاذ کرنا چاہیے، جس میں کہا گیا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ کے لیے متبادل طریقہ کار بنایا جائے جس میں ذاتی قابلیت کی اہمیت 60% اور اُمیدوار کے پچھڑے پن کی اہمیت 40% مانی جائے۔ وزارت داخلہ کے احکامات کے تحت دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ افراد کے مقدموں کے تصفیہ کے لیے میعاد بند فاسٹ ٹریم کورٹ تشکیل دی جائیں اور دہشت گردی کے الزامات سے عدالتوں کے ذریعہ بری ہو جانے والے ہر شخص کو پچاس لاکھ روپے معاوضہ حرجانہ ادا کیا جائے اور پارلیمنٹ میں ''نشانہ بند فرقہ وارانہ تشدد کی روک تھام کا بل'' پاس کروائے۔

ساتھ ہی ہمیں پلاننگ کمیشن پر زور دینا ہوگا کہ وہ اقلیتوں کی ترقی کے نظریہ سے بنائی جانے والی انفرااسٹرکچر اسکیموں کو تشکیل دینے اور ان کے نفاذ کے لیے، ضلع یا بلاک کے بجائے، دیہی علاقوں میں گاؤں اور شہری علاقوں میں وارڈ کو اکائی بنائے۔ جے پی سی اور سچر کمیٹی کی سفارشوں کی بنا پر وزارت اقلیتی اُمور کو وقف رولس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کرنی باقی ہیں؛ سنٹرل وقف کونسل کا سکریٹری حکومت ہند میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدے سے کم کا نہیں ہوسکتا، کوئی بھی وقف جائداد کرایہ کے رواں بازاری ریٹ سے کم پر لیز نہیں دی جائے اور کوئی بھی لیز آرڈر جاری کرنے سے پہلے صوبائی حکومت کی اجازت کی کوئی ضرورت

نہیں ہونی چاہیے۔ وزیراعظم کے دفتر کو یقینی بنانا ہوگا کہ جو وقف جائیدادیں سرکاری قبضہ میں ہیں انہیں خالی کر کے وقف بورڈ کو سونپ دیا جائے۔ اسے چاہیے کہ مساوی مواقع کمیشن قائم کرے اور تنوع پر مبنی مراعات کی اسکیمیں بنانے کا حکم دے۔ وزارت فروغ انسانی وسائل کو رواں مدرسہ اسکیم کا اردو و دیگر زبانوں میں ترجمہ کروا کے ملک کے مدارس میں تقسیم کرنا ہوگا، اس کام کے لیے ہر سال ملنے والی پچاس لاکھ روپے کی گرانٹ اس کام میں استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ مدارس کی ڈگریوں اور سرٹیفیکٹ کو اسکول اور کالجوں و یونیورسٹیوں کی ڈگریوں و سرٹیفیکٹ کے مساوی تسلیم کرنے کے لیے میکانزم تشکیل دینا ہوگا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار بحال کرنا ہوگا۔ مرکزی اردو ٹیچر اسکیم کا صوبوں میں نفاذ کروانا ہوگا۔ وزارتِ خزانہ کو بینکنگ سیکٹر میں غیر سودی مالیات کے متبادل کی اجازت دینی چاہیے۔ ان مدعوں پر الگ الگ خطوط مختلف اشخاص و این جی اوز کی جانب سے وزیراعظم اور دیگر متعلقہ وزرا کو رجسٹرڈ ڈاک سے جاتے رہنے چاہئیں، ای میل بھی کیا جاسکتا ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

مسلم اثر والی نشستوں کی ریزرویشن سے آزادی

میں نے صدر جمہوریہ، نائب صدر، وزیر اعظم، لوک سبھا اسپیکر، اور چیف الیکشن کمشنر کے نام آن لائن اپیل چلا رکھی ہے کہ جن انتخابی حلقوں میں مسلمانوں کی بہت زیادہ فیصد ہے اور وہاں شیڈ ولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم فیصد میں ہیں لیکن وہ شیڈ ولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو ہیں انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جائے۔ ہندوستان بھر سے اور بیرونِ ملک سے لوگ بڑی تعداد میں اس اپیل کو الحمد اللہ آن لائن ہر روز ہر وقت سائن کر رہے ہیں اور سائن کرتے وقت آن لائن یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس سے کیا کیا فائدے ہیں، کس طرح مسلمانوں کو انصاف مل سکتا ہے، کس طرح ان کا کھویا ہوا وقار لوٹ سکتا ہے وغیرہ۔ اسی دوران میرے ایک ہم دم نے مجھے وہاٹس ایپ (Whatsapp) پر لکھا کہ بہت سے انتخابی حلقے ہیں، جہاں مسلمان بہت ہیں لیکن وہاں سے ان کی پسند کے لوگ منتخب نہیں ہوتے ہیں اور یہ کہ یو۔ پی۔ اسمبلی میں سب سے زیادہ مسلم اراکین ہیں لیکن آخر ان کا کیا رول ہے؟ آیئے ان صاحب کے سوالات پر غور کریں۔

ہمارے ملک میں حکومت اُس سیاسی جماعت یا سیاسی جماعتوں کے گروپ کی بنتی ہے، جس کو لوک سبھا میں سب سے زیادہ ووٹ ملے۔ ہمارا ووٹر بڑا سمجھدار ہے چاہے وہ ناخواندہ ہو تب بھی اور اُن کے نمائندے اور بھی سمجھدار لیکن اسکیم بنا کر داؤ پیچ چلانے والے بھی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

ہیں۔ انگریزی میں کہاوت ہے ’’سیاست کہتے ہیں طاقت حاصل کرنے اور حاصل شدہ طاقت کو برقرار رکھنے کے فن کو‘‘ اور اس فن کو بنانے سنوارنے کے لئے سیاست داں کچھ بھی کرنے کو تیار رہتا ہے اس سے سماج کا فائدہ ہو یا نقصان۔ اور وہ پھر اپنی پالیسی اور اپنے ذریعہ کئے گئے اقدامات کی افادیت کی حمایت کرنے کے لئے خوب دروغ گوئی سے بھی کام لیتا ہے، جس کے بعد اس کو نئے حربے چلانے پڑتے ہیں، اس میں بھی اسے قباحت محسوس نہیں ہوتی، وغیرہ وغیرہ۔ اس معاملہ میں وہ انفرادی و سماجی اقدار کو طاق پر رکھ دیتا ہے، حالانکہ علامہ اقبال نے بہت پہلے صاف گوئی سے ہم سب کی توجہ دلائی دی تھی کہ:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہماری آزادی کے بعد آئین ہند بننے اور دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ اس کے پاس ہو جانے کے بعد اُس وقت کی حکومت نے صدر جمہوریہ کے دستخط سے 1950 میں حکم نامہ جاری کیا تھا، جس میں صوبہ وار فہرست دی گئی لوہار، چمار، درزی، بڑھئی، نائی، جمعدار وغیرہ جیسے پیشوں کی اور کہا گیا کہ ان پیشوں کو کرنے والے لوگوں کو ’’شیڈولڈ کاسٹ‘‘ کہا جائے گا لیکن اُس فہرست کے اوپر ایک کورنگ نوٹ لگایا گیا جس میں لکھ دیا گیا کہ ’’شرط یہ ہے کہ وہ ہندو ہوں‘‘ جبکہ یہ نوٹ آئین کی دفعہ 15 اور 16 کی خلاف ورزی کرتا ہے، جن میں لکھا ہے کہ مذہب کی بنیاد پر حکمرانی کا کوئی جز مذہب کی بنیاد پر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرے گا۔ 1956 میں اس نوٹ میں لفظ ’ہندو‘ کے ساتھ ’سکھ‘ بھی جوڑ دیا گیا اور 1990 میں ’بودھ‘ مذہب بھی جوڑ دیا گیا۔ گویا ’لوہار، چمار، درزی، بڑھئی، نائی، جمعدار‘ اگر مسلمان یا عیسائی یا پارسی ہیں تو انہیں آئین ہند میں درج مخصوص مراعات نہیں ملیں گی اور اگر یہ مراعات لینا ہی چاہتے ہیں تو انہیں خدانخواستہ اپنا مذہب چھوڑ کے ہندو، سکھ یا بودھ مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔ یہ مسلمانوں، عیسائیوں اور پارسیوں کے ساتھ تعصب ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

سپریم کورٹ کے متعدد ججوں نے اس کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ خرابی دور کی جانی چاہیے۔ جسٹس مشرا کمیشن کی رپورٹ میں بہت تفصیل سے اس کو غیر آئینی بتایا گیا ہے، بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ آئین میں مداخلت کے مترادف ہے جس کی اجازت نہیں ہے اور مشرا کمیشن نے اس کو ختم کرنے کی زوردار سفارش کی ہے۔ جسٹس سچر کمیٹی نے بھی اس نوٹ کے پیرا3 کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اس کو ختم کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس کے خلاف عیسائیوں اور مسلمانوں کی عرضی سپریم کورٹ میں کئی برس سے دائر ہے لیکن سنوائی اس لئے نہیں ہوئی کیونکہ 5-4 برس سے یو. پی. اے کی مرکزی حکومت نے اس پر اپنا جوابی دعویٰ (Counter Affidavit) داخل ہی نہیں کیا۔ اب ہمیں موجودہ حکومت سے درخواست کرنی ہے کہ جوابی دعویٰ داخل کرے۔ زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے حال میں وزیراعظم کو اس مدعے پر مکتوب روانہ کیا ہے۔

یہ تو ہوا ایک بڑا مسئلہ۔ اس کے ساتھ ایک اور بڑا معاملہ جڑا ہے۔ سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں 5 مقامات پر لکھا ہے کہ وہ انتخابی حلقے جہاں مسلمانوں کی آبادی کی بہت زیادہ فیصد ہے اور وہاں شیڈولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم فیصد میں ہیں، لیکن وہ شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو ہیں، انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جانا چاہیے۔ اس نے کہا کہ جن انتخابی حلقوں میں شیڈولڈ کاسٹ بہت زیادہ ہیں انہیں ریزرو کیا جانا چاہیے یہی انصاف ہوگا اور یہی طریقہ مساوات کے پیمانہ پر پورا اُتر سکے گا۔ یہاں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ الیکشن کمیشن کی متعلقہ قرارداد میں بھی یہی طریقۂ کار درج ہے کہ وہی انتخابی حلقے ریزرو کئے جائیں گے جہاں شیڈولڈ کاسٹ کی آبادی سب سے زیادہ ہو۔ سچر کمیٹی نے کہا کہ یہ معاملہ حد بندی کمیشن (Delimitation Commission) کے سپرد فوراً کر دیا جانا چاہیے اس تاکید کے ساتھ کہ دی گئی میعاد کے اندر ان خرابیوں کا ازالہ کیا جائے۔ کمیٹی نے لکھا کہ اس نے جو معلومات کی ہیں، اس سے یہ پتہ چلا ہے کہ یہ خرابی ملک میں رائج ہے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

(Statement 12.1) رپورٹ کے صفحہ 241 پر لکھا ہے کہ اس خرابی کے دور ہوجانے کے بعد زیادہ تعداد میں مسلمان پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں منتخب ہوسکیں گے۔

لہٰذا زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کے تحت ایک شعبۂ حد بندی مستقل طور پر کام کر رہا ہے۔ وہاں الیکشن کمیشن، مردم شماری کے رجسٹرار جنرل اور دیگر محکموں سے مستند اعداد و شمار حاصل کر کے ریکارڈ تیار کیا جارہا ہے کہ کس انتخابی حلقہ میں کتنے فیصد مسلمان اور کتنے فیصد شیڈولڈ کاسٹ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یو. پی. میں سب سے زیادہ مسلم فیصد 53%، نگینہ پارلیمانی حلقہ میں ہے جبکہ وہاں شیڈولڈ کاسٹ صرف 21% ہیں لیکن وہ شیڈولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو ہے۔ دوسری طرف یو. پی. میں ہی رائے بریلی پارلیمانی حلقہ میں مسلمان صرف 6% ہیں جبکہ وہاں شیڈولڈ کاسٹ 29% ہیں لیکن وہ نشست ریزرو نہیں ہے۔ آسام میں لوک سبھا کے کریم گنج انتخابی حلقہ میں مسلمان 52% ہیں جبکہ شیڈولڈ کاسٹ 29% ہیں لیکن وہ ریزرو نہیں ہے۔ آسام کے ہی ڈبری گڑھ اور جورہٹ پارلیمانی حلقوں میں مسلمان صرف 5%-4.5% ہیں لیکن وہ نشستیں ریزرو نہیں ہیں۔ صوبائی اسمبلیوں میں اس سے بھی برا حال ہے۔ مغربی بنگال کی مناکھن، نبا گرام اور کھر گرام حلقوں میں مسلمان 50%، 51%، 52 ہیں اور وہ ریزرو ہیں۔ آسام کے ونڈور اسمبلی حلقہ میں مسلمان 55% ہیں اور وہ بھی ریزرو ہیں۔ اسی طرح یو. پی. میں نہٹور 42%، کیرالہ میں بکوسیری 31% اور مناتھوڑی 28%، آندھرا پردیش میں ظہیر آباد 29%، مہاراشٹرا میں اورنگ آباد 25% مسلمان ہیں لیکن یہ سبھی انتخابی حلقے شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو ہیں۔ مردم شماری کے مطابق ملک میں 13.4% مسلمان ہیں جس کے حساب سے لوک سبھا کی 542 نشستوں میں سے 73 پر مسلمان منتخب ہونے چاہئیں لیکن 1952 سے اب تک لوک سبھا میں مسلمانوں کا اوسط 27 سے کم رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوک سبھا کی نشستیں، جہاں مسلمان زیادہ فیصد میں ہیں انہیں شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو کردیا گیا ہے۔ اسمبلیوں میں تو صورت حال اور زیادہ خراب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے آن لائن اپیل چلائی ہے جس کو لوگ الحمدللہ بڑی تعداد میں سائن کر رہے ہیں حالانکہ اس معاملہ میں ہمیں اپنی طاقت بہت زیادہ دکھانے کی ضرورت ہے۔میرے ہمدم دیرینہ نے جو دوسوال پوچھے وہ مندرجہ بالا مدعے سے الگ ہیں۔ایک تو انہوں نے کہا کہ جن انتخابی حلقوں میں مسلمان زیادہ ہیں، وہاں مسلمانوں کی پسند کے لوگ منتخب نہیں ہوتے۔اس کی وجہ یہ ہے مسلمانوں کا ایک جٹ ہو کے ووٹ نہ دینا جس کی طرف میں اپنے مضامین اور اپنی تقاریر میں ملت کی توجہ دلاتا رہا ہوں، میں نے ہر انتخابی حلقہ میں کیمیا گروں کا ایک گروپ تشکیل دینے کی تجویز پر عمل شروع بھی کر دیا ہے۔اس کام کے لیے میں نے روڈ میپ بھی تیار کر دیا ہے، اس کا ذکر بھی میرے مضامین میں آچکا ہے اور zakatindia.org کے ہوم پیج پر اس کا لنک موجود ہے۔دوسرا سوال میرے عزیز دوست نے یہ پوچھا کہ یو. پی. میں سب سے زیادہ مسلم ممبر اسمبلی ہیں ان کا کیا رول ہے۔میری دست بستہ درخواست ہے کہ جو جو بھی منتخب مسلم نمائندے یا افسر اپنا کام مسلمانوں کے نزدیک صحیح نہ کر رہے ہوں، ان کی ہمیں اور آپ کو گرفت کرنی چاہیے اور یہ سلسلہ پورے ملک میں ہوتے رہنا چاہیے۔لیکن اگر چند مسلم نمائندے اپنا کام صحیح نہیں کر رہے ہیں تو مسلمان ان سے باز پرس ضرور کریں اور اگر وہ پھر بھی نہ سنیں تو اگلی دفعہ انہیں نہ جتائیں۔ لیکن ان انفرادی انسانی کمزوریوں کا اثر مسلمانوں کے دیرپا مفاد میں جسٹس سچر کی سفارش کی اہمیت پر نہیں پڑتا۔

Sb\2014\Nishat-e-S... aash\Border Final bj... d.

سیاسی گفت وشنید: ملّی بنام انفرادی مفاد

ملک میں پینسٹھ سال سے مسلمانوں کی مشترکہ حق تلفی کی ایک وجہ رہی ہے مسلم رہنماؤں کا حکومت سے ذاتی طور پر اپنے لیے یا اپنے اہل خانہ کے لیے کچھ مانگ کر لے لینا۔ اس کو انگریزی میں کہا جاتا ہے Barter System یعنی چیز کے بدلہ چیز کی تجارت۔ وقت آ گیا ہے کہ اس پر کھل کے بات کی جائے۔ سیاسی جماعتوں اور حکومتوں کو بھی یہ سمجھانا بڑا ضروری ہے کہ چنندہ مسلم اشخاص کو ذاتی یا خاندانی طور پر مرہونِ منت بنا کے پوری ملت کے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش ناجائز ہے اور اس سے سماج کا کردار خراب ہوتا ہے۔ انہیں یہ بتایا جانا چاہیے کہ مسلمانوں کا یکمشت ووٹ انہیں تبھی ملے گا جب ان کی موجودہ حکومت الیکشن سے قبل وہ کر کے دکھائے جس کا ان کی جماعت آگے کے لیے وعدہ کرنا چاہتی ہے۔ اُدھر جو مسلمان رہنما سیاسی جماعتوں کے نمائندوں سے ملّت کے توسط سے سیاسی گفتگو کریں انہیں تحریری و تقریری طور پر میڈیا کے ذریعہ یہ اعلانیہ وعدہ کرنا چاہیے کہ اس گفت وشنید کے عوض میں وہ خود اپنے لیے یا اپنے رشتے داروں یا اقرباء کے لیے آگے چل کر حکومت سے کوئی ذاتی یا انفرادی فائدہ نہیں اُٹھائیں گے۔ تبھی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کے ذہن بھی صاف ہو سکیں گے کہ انہیں جو کرنا ہے ملت کے مشترکہ مفاد کے لیے کرنا ہے۔ انفرادی یا ذاتی فائدے کے بدلے کسی سیاسی جماعت کو ملّت کے ووٹ دلوا دینے کا سراب دکھانا سب سے بڑی اور ناقابل معافی بدعنوانی (Corruption) ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش   جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Taalash\Border Final bj... d.

ساتھ ہی مسلم رہنماؤں کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ گفت وشنید کے لیے سوچا سمجھا لائحہ عمل بھی ہونا ضروری ہے جس کے اثرات جامع، دوررس اور دیرپا ہوں۔ اِدھر اخبارات میں پڑھنے کو ملا کہ ملائم سنگھ کی کسی مسلم تنظیم کے کسی پروگرام میں شمولیت کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے اور اس کا عوام میں یہ تاثر جارہا ہے کہ پارلیمنٹ کے اگلے الیکشن میں سماجوادی پارٹی کو ہی ووٹ دینا ہے۔ ایک اور مسلم رہنما کے بارے میں پڑھنے کو ملا کہ ان کی ملائم سنگھ سے بات ہوگئی ہے اور سماجوادی پارٹی اس کے لیے راضی ہے کہ یو. پی. میں حالیہ فسادات کی تحقیق کرائی جائے گی، لہٰذا پھر عوام میں تاثر گیا کہ اگلے الیکشن میں سماجوادی پارٹی کو ہی ووٹ دینا ہے۔ ایک تیسرے مسلم رہنما کے تعلق سے میڈیا میں ذکر آیا کہ انھوں نے ملائم سنگھ سے وعدہ لے لیا ہے کہ بلاوجہ گرفتار کیے گئے مسلمان نوجوانوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ ذارا غور کیجیے! ہم مسلمانوں کا اقبال کس قدر گر گیا ہے۔ اب ہم سے صرف اس لیے کسی جماعت کو ووٹ دینے کو کہا جارہا ہے کہ ہمارے خلاف جو فسادات ہوں ان کی تحقیق کا وعدہ ہو جائے، ہمارے نوجوان جو زبردستی گرفتار کر لیے جائیں ان کی رہائی کا وعدہ کر لیا جائے یا کوئی اہم سیاسی رہنما ہمارے کسی پروگرام میں شامل ہو جائے۔ اس سے زیادہ ملّی پستی کا تصور بھی مشکل ہے۔

سماجوادی پارٹی سے پہلے تو یہ پوچھا جانا چاہیے کہ اب سے قبل یو. پی. میں جب اس کی حکومت تھی تو اُس دوران جو کئی ہزار پولیس کے کانسٹیبل متعین ہوئے تھے ان میں سے مسلمانوں اور یادوؤں کی کیا کیا فیصد تھی۔ یہی اعداد وشمار مارچ 2012 سے اب تک کے یو. پی. میں تمام سرکاری تعیناتیوں کے بارے میں عوام کے سامنے لائے جائیں۔ پھر ان سے یہ کہا جائے کہ آنے والی عیدالفطر سے قبل وہ صوبہ میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو وہ رزرویشن دے دیں جو چار دیگر صوبوں میں کئی برس سے نافذ ہے۔ مسلمانوں کو اب اس سے خوش ہو جانا بند کر دینا چاہیے کہ کوئی سیاسی رہنما چند منٹوں کے لیے ٹوپی پہن لے یا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

کندھے پر عربی رومال ڈال لے یا افطار پارٹی کا اہتمام کردے یا اُردو کے لیے کچھ کانوں کو بھلے لگنے والے جملے کہہ دے۔

بات ٹھوس ہونی چاہیے۔ مارچ 2012 کے الیکشن سے قبل سماجوادی پارٹی نے مسلمانوں سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ ان کی حکومت صوبہ میں سچر کمیٹی کی سفارشوں کو نافذ کرے گی۔ سچر کمیٹی کی اہم سفارش ہے کہ درج فہرست ذاتوں کی تعریف میں سے مذہب کی قید ہٹائی جائے۔ نومبر 2006ء سے اب تک چھ برس سے زیادہ ہوگئے، سماجوادی پارٹی کے کسی رہنما نے اس سفارش پر کچھ نہیں کہا جبکہ پارٹی کو یہ معاملہ پارلیمنٹ میں زوردار مدعے کے طور پر اُٹھانا چاہیے۔ سچر کمیٹی نے سفارش کی کہ ہر صوبہ میں وہ انتخابی حلقے جہاں مسلمان بڑی تعداد میں ہیں اور جہاں شیڈیولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم ہیں ان پر سے ریزولیشن لٹا لیا جائے۔ ان کے بجائے ان انتخابی حلقوں کو رِیزرو کیا جائے جہاں مسلمان بہت کم ہیں اور جہاں شیڈولڈ کاسٹ کی بڑی تعداد ہے۔ اس سفارش کے بارے میں بھی سماجوادی پارٹی نے پچھلے چھ برس میں نہ کوئی کاغذی کارروائی کی اور نہ ہی اس پر کوئی بیان ہی دیا۔ سماجوادی پارٹی کو چاہئے کہ وہ مرکزی حکومت پر زور ڈالے کہ اگلا ڈیلیمیٹیشن کمیشن فوراً بنایا جائے اور اس کو تاکید کی جائے کہ اوّلیت کے ساتھ پورے ملک میں ان تمام انتخابی حلقوں پر نظر ثانی کی جائے جو درج فہرست ذاتوں کے لیے ریزرو ہیں، اور ان میں سے جہاں جہاں مسلمان بڑی تعداد میں ہیں، ان پر سے ریزرویشن اُٹھا لیا جائے اور ان کے بدلے ان انتخابی حلقوں کو ریزرو کر دیا جائے، جہاں شیڈیولڈ کاسٹ بڑی تعداد میں ہیں۔ ساتھ ہی وہ کام یو. پی. میں تو خود اپنی افسر شاہی کے ذریعہ کروا سکتے ہیں جس سے آگے ڈیلیمیٹیشن کمیشن کو مدد ملے گی۔

کاشی وشوناتھ مندر ٹرسٹ کے تمام ممبر اور عہدیدار صوبہ کے سینئر ترین آئی.اے.ایس. آفیسر ہوتے ہیں لیکن ان کے مقابلہ میں صوبائی وقف بورڈ کا سی.ای.او. کئی درجہ کمتر ملازم

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہوتا ہے۔اسی سے پوری صوبائی حکومت کوسگنل چلا جاتا ہے کہ وقف بورڈ ان کے گھر کی کھیتی ہے،اس سے حکومت کوصرف فائدہ اُٹھانا ہے،اس کی طرف توجہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہی حال دیگر صوبوں میں بھی ہے۔لہٰذا سچر کمیٹی نے اہم سفارش کی کہ ایک نئی آل انڈیا سروس قائم کی جائے جسے انڈین وقف سروس کہا جاسکتا ہے۔سماجوادی پارٹی نے اس تعلق سے نہ مرکزی حکومت کوئی خط کبھی لکھا اور نہ اس مدعے پر کوئی بیان ہی دیا۔سماجوادی پارٹی اگر اڈوانی کی تعریف میں بیان دے سکتی ہے تو مسلمانوں اور سچر کمیٹی کے ان اہم نکتوں پر بھی اپنی آواز اُٹھاسکتیہے۔ادھر فی الحال یو.پی. میں تو وہ کسی مسلمان آئی.اے.ایس افسر کو وقف بورڈ کا سی.ای.او. بناہی سکتی ہے۔سچر کمیٹی نے ایک اہم سفارش کی کہ سرکاری عہدوں پر نامزدگی کرتے وقت حکومت کو مسلمانوں کی زیادہ نامزدگی کے لیے ایک میکانزم بنایا جائے۔سماجوادی پارٹی نے یو.پی. میں ایسا کوئی میکانزم نہیں بنایا ہے۔صوبہ کی آبادی میں پانچواں حصہ مسلمانوں کا ہے۔لہٰذا ہر پانچویں نامزدگی مسلمان کی ہی ہونی چاہیے۔

ان سب کاموں کو کرنے کے لیے 2014ء کے پارلیمانی الیکشن کا انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔مسلم رہنماؤں کو چاہیے کہ یہ سب کام اگلے تین ماہ کے اندر کروالیں۔ دیگر صوبوں میں بھی ضروری ردّوبدل کے ساتھ انہیں خطوط پر کارروائی ہونی چاہیے۔تمام ملّی تنظیموں، جماعتوں، اداروں، مدارس، مساجد کے ذمہ داروں نیز اساتذہ، مہتممین، ائما، خطبا و واعظ خواتین وحضرات کو مندرجہ بالا عنوانات پر ملّت کو ہدایت وتاکید اور اُن کی ذہن سازی کرنی چاہیے۔تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات ملّت کی تربیت میں بڑا اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ وہ اپنے دائرہ عمل کو ضرور مزید آراستہ کرنا چاہیں گے۔ اللہ اُن کے کام کو برکت سے نوازتا رہے۔مرکزی حکومت نے تو ملت کو اپنے شمار وقیاس ومنصوبہ بندی سے خارج کر دیا ہے۔اب اگلے چند ماہ میں سماجوادی پارٹی کی بھی مسلمانوں سے محبت کا راز اور زیادہ کھل جائے گا۔پھر بھی ایسا نہیں ہے کہ ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں۔ہم

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

شیڈیولڈ کاسٹ اوراو. بی.سی لوگوں کوسماج میں وہ مقام دے سکتے ہیں جوانہیں کبھی نہیں ملا۔ یہ ہمارا اسلامی فریضہ بھی ہے۔ ان کے اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر ہم ملک میں مضبوط طاقت بن سکتے ہیں۔لیکن اس کے لیے بقول وسیم بریلوی:

روشنی کا تخیل ہی کافی نہیں   مشعلوں کا ہمیں قافلہ چاہیے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اس دنیا میں اپنے قیام سے متعلق قرآن کریم کے بنیادی تصورات ہم لوگوں کو بچپن سے سمجھائے نہیں جاتے ہیں اس وجہ سے ہم اپنے چاروں طرف جو کچھ بھی عموماً ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اسی کو سمجھ لیتے ہیں کہ غالباً کم وبیش یہی اسلامی تصور بھی ہوگا اور جیسے جیسے ہماری عمر بڑھتی جاتی ہے ہمارے یہ غیر مستند خیالات ذہن میں پختہ ہوتے جاتے ہیں اور ہم زندگی بھر کافی حد تک غفلت کا شکار رہتے ہیں۔ ادھر اپنے روزگار میں ہم اتنا مصروف رہتے ہیں کہ ہم یہ طے کر لیتے ہیں کہ زندگی میں مذہب کا صرف اتنا رول ہے کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت کر لیں، نماز پڑھ لیا کریں، روزہ رکھ لیں اور ممکن ہو تو حج کر لیں۔ اس کے علاوہ ہماری بقیہ ۸۰ تا ۹۰ فیصد زندگی کا تعلق مذہب سے کچھ بھی نہ ہو تو اس سے ہماری مسلمانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اکثر یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہر معاملہ میں مذہب کو نہیں لانا چاہئے۔ جبکہ حقیقت میں ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں پیغام کچھ اور ہی دیا ہے جس کے مطابق زندگی کا کوئی بھی لمحہ دین سے خالی ہے ہی نہیں۔

ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں دئے گئے اللہ کے تمام پیغامات یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ ہم ان میں تفریق نہیں کر سکتے۔ اس میں ہماری پسند یا ناپسند کا کوئی دخل نہیں ہے۔ سورہ السجدہ کی آیت ۹ اور سورہ الحجر کی آیت ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

انھوں نے ہم انسانوں میں اپنی روح پھونکی ہے۔اس کا مفہوم مفسرین اس طرح سمجھاتے ہیں کہ انسان کے اندر علم ،فکر،شعور،ارادہ،فیصلہ،اختیار اور ایسے مزید جو اوصاف پیدا ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے پرتو ہیں۔ان کا سرچشمہ مادّہ کی کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ کے علم سے اسے علم ملا ہے، اللہ کی حکمت سے اس کو دانائی ملی ہے، اللہ کے اختیار سے اس کو اختیار ملا ہے۔اس میں مولانا عبداللہ یوسف علی اضافہ کرتے ہیں کہ اس طرح انسان کے سننے اور دیکھنے کی جسمانی قوت روحانی جوہر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور انسان اللہ کے پیغام کی

گہرائی تک پہونچنے کی استطاعت وبصیرت حاصل کر لیتا ہے جو اللہ کی دیگر مخلوق کو عنایت نہیں ہوتی۔اسی وجہ سے انسان زمین پر خدا کا خلیفہ اور ملائکہ وتمام موجودات ارضی کا مسجود قرار پایا ہے۔لہٰذا ہمیں یہ غور کرنا ہوگا کہ کیا ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اللہ کی ان صفات کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ہاں تو ہم کس حد تک اس معاملہ میں اللہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی عوامی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ملت کی سرفرازی کی غرض سے بہت کم لوگوں نے اپنے کو وقف کر رکھا ہے۔ملک کی حکومت میں ہماری حصہ داری بہت قلیل ہے جس کی وجہ سے ملت کو بہت نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔لیکن ہم میں سے کتنے فیصد لوگ متحرک ہو کر صرف ملت کی فلاح کی خاطر ارباب حل وعقد سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ہم بڑی بڑی باتیں تو خوب خوب کر لیتے ہیں۔دوسروں کو اپنی تنقید کا موضوع بنانا تو ہمارا عام شغل ہی ہے۔ہم یہ بھی منٹوں میں طے کر دیتے ہیں کہ کس کو کیا کرنا چاہئے۔لیکن اس طرف توجہ ہماری ذرا کم جاتی ہے کہ ہم خود اللہ کی نصرت کے لئے کیا کیا کر رہے ہیں اور ایسا کیا نہیں کر رہے ہیں جو ہم کر سکتے ہیں اور ہمیں کرنا چاہئے۔ہم میں سے کچھ لوگ سیاسی رہنماؤں سے خود کو وابستہ رکھتے ہیں اور ان کی خوش آمد

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

میں مستقل لگے رہتے ہیں صرف اس لئے کہ ذاتی طور پر ہمیں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے، ہمارے مرتبہ میں کچھ اضافہ ہو جائے، ہمیں کسی دوسرے کا حق مارنے میں آسانی ہو جائے، ہمیں زیادہ مالی منافع حاصل ہو جائے۔ ایسا کرتے وقت ہم یہ بالکل غور نہیں کرتے کہ اس ذاتی فائدے کی وجہ سے ملت کا مجموعی طور پر کتنا نقصان ہوگا۔ کیونکہ سیاسی رہنما تو یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ فلاں فلاں مسلمان افراد ذاتی طور پر ہمارے مرحون منت ہیں لہٰذا وہ مسلم طبقہ میں ہماری غیر واجب پذیرائی کریں گے ہی چاہے ہم مسلمانوں کی مجموعی فلاح کے لئے کچھ کریں یا نہ کریں۔ حتیٰ کہ حال میں ایک صوبائی وقف بورڈ کے ذمہ داروں نے ملک کے قومی سطح کے انگریزی اخبارات میں اشتہارات شائع کر کے صرف یہ بتایا کہ وہ اپنا روزمرہ کا کام کر رہے ہیں یقیناً اس میں لاکھوں روپئے کی وقف کی آمدنی کا استعمال ہوا لیکن اس اشتہار سے ملت کا کیا فائدہ ہوا یا ایسا اشتہار نہ دینے سے ملت کا کیا نقصان ہوتا یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

اگر طارق بن زیاد صرف اپنی تفویض شدہ ڈیوٹی کر کے وطن لوٹ گئے ہوتے تو گورنر ان سے خوش ہوتا اور انھیں ذاتی طور پر اور بڑے عہدے سے نواز دیتا۔ لیکن انھوں نے دنیاوی سلطان کی درگاہ کے مقابلہ میں اپنی روحانی درویشی کو ترجیح دی۔ جس کے نتیجہ میں اگلی آٹھ صدیوں تک اسپین میں اسلام کا بول بالا رہا۔ انھوں نے خود کو دین وملت کی تقدیر بنا دیا۔ انھوں نے جان لیا کہ ان کے ہنر میں ایک تازہ جہاں آباد ہے اور ان کی جنت ان کے خون جگر میں ہی پنہاں ہے۔ ان کے پیکرِ گل نے اپنی کوشش پیہم کی جزا دیکھ لی۔ علامہ ایسی درویشی کی عکاسی اس طرح کرتے ہیں:

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

سورہ البقرہ کی آیت ۲۵۵ میں زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہیں اور صفت حیات ان کی جزوذات ہے۔ کارگاہ عالم میں ان کی کارفرمائی وعکس نمائی کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ ان کی دنیا کبھی ایک حال پر نہیں رہتی۔ ہر بار اس کا خالق اس کو ایک نئی صورت سے ترتیب دیتا ہے جو پچھلی تمام صورتوں سے مختلف ہوتی ہے۔ سورہ الرحمٰن کی آیت ۲۹ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہر وقت اپنی شان کی انجام دہی اور آشکارائی میں مصروف ہیں۔ قادر مطلق کی کن فیکونی قوت کا ظہور ہر آن ہر لمحہ کائنات کی ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت وتصرف میں ہوتا رہتا ہے۔ وہ اپنی فعّالی کی تجلّیات ہر لحظہ دکھاتا رہتا ہے۔ یہ صفات بھی اللہ کی اس روح کا حصہ ہیں جو انھوں نے ہم انسانوں میں پھونکی ہے۔ لہٰذا ہم مومنوں کو اللہ کی ان صفات کو بھی اپنے اندر جذب کر کے ان کا وہی استعمال کرنے کے احکامات ہیں جو ہمارا پروردگار کرتا ہے۔ چاہے شدت وتاثیر میں صفت الٰہی کے آگے ہماری کاوش کہیں پاس بھی نہ آئے لیکن پھر بھی ہمیں حکم الٰہی بجالاتے رہنا ہے۔ ہمیں حساس رہنا ہوگا کہ خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے اور وہ تن بے روح سے بیزار ہو جاتا ہے۔

ہماری اس فعّالی کا استفادہ ملت کو ہوتے رہنا چاہئے۔ افراد کا وجود مجازی ہے۔ قوم کی ہستی حقیقی ہے۔ ہمیں اپنی ذات کو ملت کی خاطر فدا کرنا ہوگا اور مجازی طلسم کے لئے آتش زن بن جانا ہوگا۔ کوئی بھی کمال کر کے دکھانے کے لئے ہمارا سکندر اعظم ہونا ہرگز ضروری نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کے سینہ میں اللہ نے مکمل سامان عطا کیا ہے۔ یہ ہماری انفرادی قوت ارادی پر منحصر ہے کہ ہم دنیا میں کس طرح رہنا چاہتے ہیں اور دنیا کو کیسا دکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے کوتاہ دستی سے کام لیا تو کل کو زمانہ ہم سے یہی کہے گا کہ

نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

ہمیں اپنے دین کو پہچاننا ہوگا۔ اس کی روشنی میں اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی کو پانا ہوگا۔ صرف اللہ سے خوف کرنا ہوگا۔ اگر ہم غیر اللہ کے آگے جھکے تو نہ تن ہمارا رہ جائے گا نہ من۔ ہمیں حق گوئی و بے باکی سے کام لینا ہوگا۔ اپنی زبان کو اپنے دل کا رفیق بنانا ہوگا۔ ملت کی خاطر اپنے ہر منٹ کو ساٹھ عدد کار آمد سکنڈوں سے بھر دینا ہوگا۔ اپنے ذرائع، اپنے اثاثہ، اپنے جذبہ محبت کا معقول حصہ ملت کی فلاح کے لئے وقف کرنا ہوگا۔ کام بہت ہے مگر ہم میں سے زیادہ تر لوگ ملت کے لئے اپنے ہاتھ پیر اور ذہن کا استعمال کر کے کام کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ نہ ہمیں اس کی اہمیت کا احساس ہے۔ خدمت خلق کائناتی سطح پر بھی ہو سکتی ہے اور بہت چھوٹی سطح پر بھی۔ ملت کے لئے دونوں کی اہمیت برابر ہے۔ ہر شخص کو طے کرنا ہوگا کہ اسے کس طرح کا اور کس سطح کا کام کرنا ہے۔ اصل اہمیت اس کی نیت کی ہے۔ بس اس میں اللہ کی خوشنودی شامل ہونی چاہئے۔ اس اہم امر کا خلاصہ ہم اپنے ذہن میں علامہ کی زبانی اس طرح کر سکتے ہیں:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

آیئے مستیِ احوال سے چستیِ کردار کی طرف چلیں

یہ مضمون لکھتے وقت میں یوروپ میں ایک بین الاقوامی بین المذاہب مکالمہ میں شرکت کر رہا ہوں۔ میں نے آج یہاں اپنے سامعین کو بتایا کہ بین المذاہب ہم آہنگی کا پیغام قرآن کریم کے مقابلہ میں زیادہ موٴثر طریقہ سے کہیں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔قرآن شروع ہوتا ہے ربّ العالمین کی تعریف سے۔رب کی اصطلاح کا مختصر ترین مفہوم ہے تمام عالموں کا پالن ہار،جس میں پوری کائنات کی ہر شئے شامل ہے۔ظاہر ہے کہ ہماری زمین پر رہنے والے مختلف مذہبوں کے ماننے والے تمام انسان تو عالمین کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی ہوئے۔لہٰذا اسلام کا خدا سب کا خدا ہے، جو اس کو نہیں مانتے ان کا بھی اور وہ اُن پر بھی اتنا ہی مہربان ہے جتنا کہ موٴمنین پر۔سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن جن آیات سے شروع ہوتا ہے ان کے ذریعہ اللہ نے بات صاف کر دی کہ یہ مقدس کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجی گئی ہے جو اللہ پر ایمان لانے ،نماز ادا کرنے ،اپنا مال ضرورت مندوں کے ساتھ باٹنے، آخرت پر یقین رکھنے اور قرآن کریم پر ایمان لانے کے علاوہ اس سے قبل جو کتابیں دیگر پیغمبروں پر نازل ہوئیں اُن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ دراصل کوئی ملت ایسی ہوئی ہی نہیں جس میں اللہ نے سیدھی راہ دکھانے والا نہ بھیجا ہو۔(16:36،13:7، 35:24) ان میں سے کچھ کے بارے میں اللہ نے ہمیں بتایا ہے اور کچھ کے بارے میں نہیں بتایا۔(40:78، 4:164) کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں اللہ نے آسمانی کتاب نہ اُتاری ہو۔(13:38) ہر اُمت کے لوگوں میں نبی انہی کی زبان بولنے والا بھیجا گیا۔(14:4) اور جو شخص اللہ کی کتابوں اور اُسکے رسولوں کا انکار کرتا ہے وہ گمراہی میں دور نکل گیا ہوا مانا جائے گا۔(4:136)

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Talaash\Border Final bj.jpg found.

میرے سامعین جن میں زیادہ تر کی عمر 35-30 برس سے کم ہے، زبردست متحیر و مرعوب ہیں، یہ جان کر کہ قرآن میں یہ سب لکھا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یوروپ کے لوگوں کو عربی، فارسی یا اُردو نہیں آتی ہے۔ ہاں! وہ انگریزی خوب سمجھتے ہیں۔ انگریزی زبان کا تلفظ بھی پوری دنیا میں کئی طرح سے ہوتا ہے۔ برصغیر ہند میں ہم ایک دوسرے کی انگریزی میں بولی گئی بات تقریباً بھلی بھانت سمجھ ہی لیتے ہیں، لیکن پوری دنیا کے لیے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے، جب مشرقی دنیا کے لوگ یورپ و امریکہ کے باشندوں سے گفتگو کرتے ہیں تو ان کی آسانی کے لیے (خاص طور پر جب انہیں وہ بات سنانی ہو، جسے سننے کے لیے ان کی طبیعت زیادہ مائل نہ ہو) مشرقی مقرر کی انگریزی زبان سلیس ہونی چاہیے، اس میں روانی ہو اور لہجہ بھی ان کی پسند کا ہو۔ یہ ایسا ہے کہ اگر کسی معجون کا ذائقہ مریض کی پسند کا نہیں ہوتا ہے تو حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اسے شہد کے ساتھ ملا کر کھالیا جائے ورنہ بیشتر نادان مریض تو وہ معجون کھائیں گے ہی نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور کڑی ہے ستمبر 2011ء کے بعد سے ترقی یافتہ دنیا میں مسلمانوں کے تئیں بے اعتمادی کی فضا، لیکن جس ہندوستانی مسلمان کا اگر حکومت کی افسر شاہی سے تعلق ہو تو اسے بیرونِ ملک فوری طور پر قابل اعتبار مان لینے میں مضائقہ نہیں ہوتا۔ بہر حال ہمیں تو اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم اُس کا پیغام پوری دنیا تک پہنچائیں اور ہماری طرف سے اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں عرصہ دراز سے کافی کوتاہی چل رہی ہے۔ لہٰذا دو نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ اوّل: دین کی عمدہ تعلیم کے ساتھ لازمی ہے کہ انگریزی زبان کی اچھی تعلیم بھی ضروری دی جائے۔ دوئم: افراد ملت کی ملک کی افسر شاہی میں شمولیت کی جدوجہد کا ایک اور فائدہ سامنے آگیا۔ میں نے چند ماہ قبل اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ سلطنت عثمانیہ دیرپا و کامیاب اس لیے تھی کہ اس کے دوران شہنشاہ کے محل میں ہی اندرن اکادمی (Endurun Academy) نام کا ایک مخصوص ادارہ قائم تھا جہاں سلطنت کے قابل ترین

نوجوانوں کو جمع کر کے انھیں کئی برس ٹریننگ دی جاتی تھی اور پھر وہی لوگ سلطنت کی افسر شاہی میں شامل ہو کر حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے تھے۔

ہمیں سلطنت عثمانیہ کا ماڈل اختیار کرنا ہوگا۔ ہاں ہماری اندرن اکادمی میں دینی تعلیم کا بھی ایک معقول جز ہونا ناگزیر ہے۔ یہ ادارہ دہلی میں ہی قائم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ملک کے تمام کامیاب ترین سول سروسز کے کوچنگ سنٹرس دہلی میں ہی مقیم ہیں اور ان اداروں میں کوچنگ دینے والے درجنوں مخصوص کوچ صاحبان بھی ظاہر ہے کہ دہلی میں ہی مستقلاً قیام پزیر ہیں۔ اس مجوزہ ادارہ کے ابتدائی نمونہ (Prototype) کے طور پر پچھلے چار برس سے سرسید کوچنگ اینڈ گائڈنس سنٹر کے نام سے ایک سہولتی نظام دہلی یونیورسٹی کے نزدیک کرایہ پر لی گئی عمارتوں میں کام کر رہا ہے اور اس کے نتائج سال بہ سال الحمد للہ قدرے دلفریب اور اُمید افزا آ رہے ہیں۔ 2013ء میں اعلان کئے گئے نتائج سے حوصلہ ماشاءاللہ اور بھی بڑھا ہے۔ لیکن ملک گیر دور بینی تناظر میں یہ ناکافی ہے۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اس ادارہ کو سرسید کے نام سے اس لئے منسوب کیا گیا ہے کیونکہ 1883ء میں سرسید نے محمڈن سول سروسز فنڈ ایسوسی ایشن قائم کی تھی جس کے 500 اراکین میں سے ہر شخص ہر سال دو روپے دیتا تھا اور اس رقم سے ہر سال چنندہ قابل ترین طلباء کو انگلستان بھیجا جاتا تھا۔ سول سروسز کا امتحان دینے کے لیے جو اُس وقت آئی سی ایس۔ کے نام سے مشہور تھا، آج پھر اکابر ملت کو اس سمت میں بڑھ کے آگے آنا ہوگا۔ ہمیں اپنی زندگی میں ہی دہلی میں کم از کم 500 طلبا کے لیے اس طرح کا ادارہ قائم کرنا بیحد ضروری ہے لیکن اس کی جائیداد پر ملت کی اجارہ داری ہونا ضروری ہے تاکہ ہم اپنی اور آگے آنے والی نسلوں کو سماج کی عمیق گہرائیوں سے نکالنے کا ادارہ جاتی انتظام کر سکیں۔

سول سروسز کے 2012 کے نتائج سے معلوم ہوا تھا کہ 910 نئے افسر متعین کیے گئے جن میں صرف 29 مسلمان تھے یعنی 3.18% جبکہ مردم شماری کے مطابق ملک میں مسلمان

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

%13.4 ہیں۔ اب مئی 2013ء میں جو نتائج نکلے اس سے معلوم ہوا کہ 998 نئی تعیناتیوں میں صرف 31 مسلمان ہیں یعنی %3.10۔ گویا مسلمانوں کا فیصد پچھلے برس کے مقابلے میں اور بھی گھٹ گیا۔ یہاں یہ ذہن میں رکھنا بہت اہم ہے کہ حالانکہ ملک میں مردم شماری کے مطابق ہم %13.4 ہیں اور ہر لمحہ 23,00,000 سے زیادہ مسلم گریجویٹس تلاشِ ملازمت میں لگے ہوتے ہیں پھر بھی سول سروسز کے امتحان میں شامل ہونے والوں میں صرف %0.22 ہی (یعنی ایک فیصد سے بھی بہت کم) مسلمان ہوتے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ ملک کی افسر شاہی میں مسلمانوں کے فقدان کی مکمل ذمہ داری ہم مسلمانوں کے ہی کندھوں پر ہے۔ حکمت عملی یہی ہوگی کہ ہم سلطنت عثمانیہ والا زرہ بکتر باندھ لیں۔ ہمیں مستیِ احوال سے نکل کے چستیِ کردار اختیار کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی صلاحیتوں کو پہچاننا ہوگا اور اپنی استعداد کو بیدار کر کے بروئے کار لانا ہوگا۔ اس مہم کی روحانی سربراہی کرنی ہوگی علمائے کرام کو، رسد کے انتظام کو تاجر صاحبان اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے اور ہم سب سپاہی بن کے صف آرائی میں شامل ہوں گے۔ ساتھ ہی فی الحال جو تنظیمیں و ادارے مسلمانوں کو سول سروسز میں پہنچانے کے کام میں لگی ہیں انھیں باہمی جذبہ رقابت کے بجائے زاویہ مکملہ (Mutually Complementary Approah) اختیار کرنا ہوگا تاکہ ایک دوسرے کی جستجو سے سب کو تقویت پہنچے اور ملت کے کل ذرائع کا بہترین استعمال اس کی ارتقا کے لیے ہو سکے۔ اس طرح ہم اگر اپنی استطاعت کو عشقِ حقیقی کی خاطر پروان چڑھا دیں، پھر تو اس کا خاطر خواہ اثر ہونا اللہ کی رحمانیت کے دائرہ میں آ جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بہ دم
عشق کی مستی سے ہے یہ پیکرِ گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاسہ الکرام

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taalash\Border Final
bj d.

قومی بجٹ اور ہمارے قول و فعل

رواں مالی سال کے قومی بجٹ کے دو عدد پیراگرافوں 74-73 کی ذیلی سرخی ہے۔ ''اقلیتیں'' ایک میں اقلیتوں کے مخصوص فنون لطیفہ، اُن کے لیے ضروری مال و اسباب و ٹرینگ اور ان کی جفاکشی کے ذریعہ پیدا کیے جانے والے سامان سے متعلق روایتی ہنرمندی کو اونچے درجہ میں لانے کے پروگرام کا اعلان ہے، جس کا مقصد ہوگا اس کاریگری کی تحفظ و پاسداری کرنا، جس کا اقلیتوں میں رواج ہے اور جو ملک کی قیمتی وراثت ہے۔ دوسرے پیراگراف میں مرکزی محکمہ برائے اسکولی تعلیم کو مدارس میں کمپیوٹر، سائنس وغیرہ مضامین پڑھانے میں امداد کے لیے 100 کروڑ روپیہ کی اضافی رقم دینے کا اعلان ہے۔ پچھلے برس کے بجٹ میں بھی اقلیتوں کے لیے دو ہی پیراگراف تھے۔ ایک میں کسی نئے پروگرام یا گرانٹ کا ذکر نہیں تھا۔ وہاں ضمنی تذکرہ تھا، اقلیتی وزارت کے لیے مقررشدہ سالانہ رقم کا، جس کی اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں تھی، بلکہ یہ شاید ترکیب تھی، بجٹ پر اقلیتوں اور ان کے بہی خواہوں کی نکتہ چینی کو کند کرنے کی تاکہ وہ بجٹ تخمینہ سے متعلق BE اور RE جیسی فضول کی تکنیکی اصطلاحات میں الجھ کے رہ جائیں۔ دوسرے پیراگراف میں مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو 100 کروڑ روپے کی اضافی رقم دینے کا اعلان تھا۔ اس کے علاوہ پچھلے برس اور رواں برس کے بجٹ مین اقلیتوں سے متعلق زیادہ فرق نہیں ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

اس برس شیڈولڈ کاسٹ کے لیے 50,548 کروڑ روپے دیے گئے ہیں۔ (جبکہ ایک سازش کے تحت اس کی تعریف سے تو مسلمان وعیسائی 1950 سے ہی خارج ہیں)، پچھلے برس یہ رقم 41,561 کروڑ تھی۔ امسال جموں وکشمیر میں پشمینہ وغیرہ کے فروغ کے لیے 50 کروڑ اور وہاں کھیل کود کے بہتر انتظامات کے لیے 200 کروڑ روپیہ دیے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف دو جزیروں انڈمان نکوبار اور پوڈوچیری کے ترسیلاتی نظام کی سبک گزاری کے لیے 150 کروڑ دیے گئے ہیں لیکن اس میں جزیرہ لکش دویپ (جہاں کی آبادی میں 90% مسلمان ہیں) کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس نتیجہ پر پہنچنا جائز ہے کہ کسی بھی سیاسی اتحاد کی حکومت ہو مسلمانوں کی زبوں حالی دور کرنے کے لیے متناسب اقدامات نہیں کیے گئے اور انہیں حاشیہ پر ہی رکھا گیا، فرق اتنا ہے کہ کوئی ایسا محتاط انداز میں کرتا ہے کوئی قدرے اعلانیہ۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کرنے کی جو کوشش ہمیں کرنی چاہیے تھی وہ ہم نے نہیں کی۔ آیئے اب تو ہم معاملہ فہم ہو جائیں۔ 1947 میں جو بٹوارہ ہوا وہ دراصل صرف دو صوبوں کا تھا نہ کہ پورے ملک کا۔ ہمارے ملک ہندوستان کے تو تانے بانے میں ہی مسلمان پروئے ہوئے ہیں۔ لیکن اقلیت ہونے کے باوجود ہزار برس حکومت کرنے اور بیسویں صدی کے وسط میں مذہب کے نام پر دو صوبوں کے بٹوارے نے اہل وطن کے ذہنوں میں ہمارے تئیں ناسازگاری، وسوسہ، ناپسندیدگی اور کسی حد تک تعصب کے جراثیم پیدا کر دیے، جو اُن کی قومی روایتی اور مخصوص مزاج میں کچھ اس طرح سرایت کر گئے کہ ان کا اخراج اب تک نہیں ہو پایا ہے۔ اس معاملہ میں مزید پیچیدگی تب پیدا ہوئی، جب پچھلی ایک چوتھائی صدی سے ان جراثیم کے استعمال کو ایک طبقہ کے ذریعہ ملک میں سیاسی طاقت حاصل کرنے کا حربہ بنایا جانے لگا۔ لیکن ان بنیادی حقائق کی روح کو ذہن نشین کر کے اس مسئلہ کے ازالہ کے لیے ملک کے افراد کو نسل در نسل جو معالجہ کرتے رہنا چاہیے تھا۔ وہ اکثر ہمارے ذاتی انفرادی مفادات پر قربان ہوتا رہا۔ آج بھی مختلف

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

میدانوں میں ملت کے افراد کثیر تعداد میں الحمدللہ مؤثر مقام بنائے ہوئے ہیں لیکن ہم میں سے زیادہ تر نے اپنے اندر عقابی روح کو نہیں پہچانا ہے، ورنہ ہم سمجھ لیتے کہ انفرادی وجود تو مجازی ہے، دراصل ملّت کی ہستی ہی حقیقی ہے، تب ہم ضرور ہمیشہ فکر میں رہتے کہ کس طرح ہم میں سے ہر ایک اس مجازی طلسم کے لیے اپنے کو آتش زن بنا کر رکھے اور اپنے کو ملت پر فدا کرتا رہے۔ بہرحال اب بھی زیادہ نہیں بگڑا ہے۔ ہمیں ہر شب سونے سے قبل یہ تجزیہ کرنا ہے کہ آج ہم نے اپنے اور اہل وعیال کے لئے کتنا کیا اور دوسرے ضرورت مندوں کے لیے کتنا کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم (2:219) میں اس کے لیے قُلِ العَفوَ کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ذاتی اور اہل وعیال کی واجب ضروریات پوری کرنے کے بعد جو بچے وہ دوسروں کا ہے۔ ہمیں کر دکھانا ہے کہ نیک بندہ کی حیثیت سے ہم میں کتنا روحانی ودنیاوی ظرف ہے۔

امسال کے بجٹ میں متعدد نئی اسکیموں اور پروگراموں کا اعلان ہے، جن سے قومی ترقی کو فروغ مل سکتا ہے۔ ہم مسلمان کیوں یہ طے کئے بیٹھے ہیں کہ بجٹ میں ہمارا دائرہ کار اقلیتوں سے متعلق 2 پیراگرافوں تک محدود ہے؟ آیئے غور کریں کہ بجٹ کا ذخیرہ کتنا وسیع ہے۔ سرمایہ کاری میں ساجھے داری کے فروغ کی غرض سے ''جائیداد میں سرمایہ کاری کے لئے ٹرسٹوں'' (Real Estate Investment Trusts - REITS) کا استعمال کئی ممالک میں کامیابی سے ہو رہا ہے۔ وزیر مالیات کی بجٹ تقریر کے پیراگراف 26 میں REITS کے لئے ترغیبی وحوصلہ افزا کاروائی (Incentives) کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس میں جدت کر کے ایک اور پروگرام ''بنیادی ڈھانچہ میں سرمایہ کاری ٹرسٹوں'' (Infrastructure Investment Trusts - InvITGs) کا بھی اعلان ہوا ہے۔ ان دونوں پروگراموں کے لئے ایسا میکانزم تیار ہو رہا ہے کہ ان ٹرسٹوں پر یا تو ٹیکس نہیں لگے گا یا اس انداز میں لگے گا، جیسے بڑے سوراخ میں ریشمی دھاگہ گزر جاتا ہے جس کو انگریزی میں Pass-through

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

کہتے ہیں۔ ان ٹرسٹوں کے بننے سے بینکوں پر دباؤ کم ہو جائے گا اور ان کی ملکیت میں حصہ داری کے ذریعہ تازہ سرمایہ مہیا ہو سکے گا۔ ان نئی سہولتوں کا ایک متوازی پہلو یہ ہے کہ ان کا مخصوص استعمال شرعی مالیاتی نظام کے دائرہ سے باہر نہیں ہوگا حالانکہ یہ پہلو پروگرام بنانے والوں کے ذہن میں غالباً نہیں رہا ہوگا۔ آیئے سمجھ بوجھ سے کام لیں اور اس اعلان سے ملت کو استفادہ پہنچائیں۔

پیراگراف 71 میں کمپنیوں کی سماجی ذمہ داری (Corporate Social Responsibility - CSR) کے موجودہ قانون کے تحت جن مدوں پر خرچہ کو تسلیم کیا گیا ہے، ان میں رواں بجٹ میں جھگی جھونپڑی کی نشو ونما (Slum Development) کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ ہم اور آپ کسی بھی ایسی بستی کو اپنا لیں اور کچھ کمپنیوں سے درخواست کریں کہ وہ وہاں ترقیاتی کاموں میں فنڈ لگائیں۔ اس طرح ان بستیوں میں بنیادی ڈھانچہ کی فراہمی بہتر ہوتی رہے گی اور کمپنیوں کی قانونی ذمہ داری بھی پوری ہوتی رہے گی۔ پیراگراف 28 میں اسکل انڈیا (Skill India) کے نام سے قومی رنگارنگ، ہنرمندی پروگرام کا بھی اعلان ہے، جس کے ذریعہ نوجوانوں کو ہنرمند بنایا جائے گا تاکہ انہیں روزگار مل سکے یا وہ خود اپنا کام شروع کر سکیں۔ اس میں نل بنانے، بڑھئی گیری، جوتے بنانے، معماری، لوہار کا کام، بنکری وغیرہ روایتی پیشوں کی ٹریننگ اور کفالت کی جائے گی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ملّت کے افراد اس پروگرام کی حتمی صورت پر نظر رکھیں اور پھر ضرورتمندوں کو اس کا استفادہ پہنچوائیں۔ پیراگراف 48 میں نوجوانوں کے لئے ''دیہی علاقوں میں نیا کاروبار شروع کرنے کے پروگرام'' (Village Entrepreneurship Program) کا ذکر ہے، جس کے لیے 100 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اسی پیراگراف میں خواتین کے لیے آجیویکا (Ajeevika) نام کے موجودہ قومی دیہی ذریعہ معاش مشن کے دائرہ میں 100 نئے ضلعوں کو شامل کرنے کا اعلان ہے، اس میں بھی آیئے ہم آپ اپنے ضلع کو شامل کروانے کے لیے

جدوجہد کریں۔

پیراگراف 50 میں مختلف علاقوں میں پن دھارے (Watershads) بنانے کے لیے نیرانچل (Neeranchal) نام کی نئی اسکیم کے تحت 2,142 کروڑ روپے کا بجٹ دیا گیا ہے، پیراگراف 52 میں قومی دیہی پینے کے پانی کے پروگرام (National Drinking Water Program) سے استفادہ کے لیے 20,000 رہائشی علاقوں کو شامل کرنے کا ذکر ہے۔ پیراگراف 60-58 میں اسکول اور کالج سطح کی تعلیمی سہولت بڑھانے کے لیے متعدد اسکیموں کے تحت تقریباً 40,000 کروڑ روپے کا نیا بجٹ دیا گیا ہے۔ پیراگراف 32 میں دیہی علاقوں میں 24 گھنٹے بجلی مہیا کرنے کے لیے 500 کروڑ روپے کی گرانٹ ہے۔ پیراگراف 103 میں چھوٹی اور درمیانی درجہ کی نئی کمپنیوں کی شروعاتی دقتیں دور کرنے کے لیے امداد کی غرض سے 10,000 کروڑ روپے کی رقم دی گئی ہے۔ ان پروگراموں میں بھی ملت اپنے علاقوں اور افراد کی بھرپور حصہ داری کے لیے کوشاں ہوسکتی ہے۔ جن شہروں کو اسمارٹ سٹی (Smart Cities) بنانے کا نیا اعلان ہوا ہے اور جس کے لیے غیر ملکی راست سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment - FDI) کی شرائط میں مزید چھوٹ دی جارہی ہے، ان شہروں کی فہرست میں تمام افرادِ ملت اپنے اپنے شہر کو شامل کروانے کے لیے بجٹ کے پیراگراف 19 کا مطالعہ کرلیں اور دستاویزی جواز تیار کرکے اپنی صوبائی حکومت اور اپنے ایم پی کے ذریعہ مرکزی وزیر برائے شہری ترقیات پر زور ڈالیں۔ پردھان منتری کرشی سنچائی یوجنا کے لیے 1,000 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں، اس کے تحت اپنے اپنے گاؤں کو استفادہ پہنچانے کے لیے کوشش شروع کردیں۔ اسی لیے ہماری گھٹّی میں ڈالا گیا تھا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت ہے نہ نوری ہے نہ ناری

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

یہ مال و دولت و دنیا...

فوربز میگزین (Forbes Magazine) کے اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان کے 100سب سے زیادہ دولت مند افراد کے پاس 16,50,000 کروڑ روپے (3,000 Billion US Dollars) قیمت کی دولت ہے۔ ملک میں 61 عرب پتی ہیں اور یہ ملکی تعداد جاپان، چین، برطانیہ اور فرانس سے زیادہ ہے۔ ان 61 عرب پتیوں کی دولت ہندوستان کی مجموعی ملکی پیداوار (Gross Domestic Product - GDP) کا 31% ہے۔ ہندوستانی محققین کے مطابق ملک کی 42% دولت آبادی میں اوپر کے 10% باشندوں کی ملکیت میں ہے۔ 18,00,000 گھروں کی سالانہ آمدنی 55,00,000روپے سے زیادہ ہے اور وہ اپنی آمدنی کا 10% یا اس سے زیادہ عیش وعشرت پر خرچ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ملک کے کے 80% باشندوں کی ماہانہ آمدنی 1,200 روپے یا اس سے کم ہے۔ ورلڈ بینک کے 2013 کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا کے مفلس ترین ملکوں کے 33% ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔

آئین ہند کے چوتھے جز کی دفعہ 39 میں حکومت کی رہنمائی کی گئی ہے کہ سماج کے مادّی ذرائع کی ملکیت اور اُن پر اختیار کی تقسیم اس طرز پر کی جائے کہ مفاد عامہ کو بہترین فروغ ملے اور اقتصادی نظام کے نفاذ سے ملکی دولت کا چند ہاتھوں میں ہی جمود نہ ہو جائے اور صناعی و دیگر پیداوار کے وسائل کے استعمال سے کوئی عوامی نقصان نہ ہو۔لیکن ہمارے ملک

کی اقتصادی پلاننگ میں اس اِیشو کا خیال عموماً نہیں رکھا جاتا ہے۔اس کے برخلاف ہر برس ملکی و عالمی سطح پر بڑی تگ و دو کے بعد اور بڑے فخر سے میڈیا میں رپورٹ کیا جاتا ہے کہ کن افراد کے پاس سب سے زیادہ دولت ہے۔مقامِ افسوس ہے کہ اقوام متحدہ نے بھی اس ایشو کو اپنے چارٹر میں شامل نہیں کیا اور چارٹر میں ترمیم کے لیے عالمی سطح پر کوئی کوشش بھی نہیں ہو رہی ہے۔ پھر بھی ہم ہندوستانی لوگ آنکھ بند کر کے اس مغربی تنزلی میں لگے ہیں۔

ہونا یہ چاہیے کہ جس طرح عوام بدعنوانی جیسے سماجی برائیوں کے خلاف احتجاج میں سڑکوں پر اُترتے ہیں اور میڈیا ان ایشوز کی وسیع رپورٹنگ کرتا ہے،اسی طرح آئین کی اس دفعہ کے عادلانہ نفاذ کے لیے بھی عوامی تحریک چلائی جانی چاہیے اور میڈیا کے لیے یہ اہم ایشو بننا چاہیے۔انکم ٹیکس کا قانون صرف حکومت کے لیے مال گزاری جمع کرنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ سماجی نشو و نما کی رہنمائی کا آلہ ہے۔مثلاً دو لاکھ روپے تک سالانہ انفرادی آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ 5-2لاکھ روپے کی سالانہ انفرادی آمدنی پر 10%، 10-5لاکھ روپے کی سالانہ انفرادی آمدنی پر 20% اور 10 لاکھ سے زائد کروڑوں، اربوں روپے کی سالانہ انفرادی آمدنی پر بھی صرف 30% ہی ٹیکس ہے۔یعنی کہ جس شخص کی آمدنی 11 لاکھ روپے ہے اس کے پاس ٹیکس دینے کے بعد 8 لاکھ روپے سے کم رقم بچتی ہے اور جس کے سالانہ آمدنی ایک کروڑ روپے ہے اس کے پاس ٹیکس دینے کے بعد 70 لاکھ روپے بچتے ہیں۔اور جس کی سالانہ آمدنی دس کروڑ روپے ہے، اس کے پاس ٹیکس دینے کے بعد 7 کروڑ بچتے ہیں اور جس شخص کی آمدنی 100 کروڑ ہے اس کے پاس ٹیکس دینے کے بعد 70 کروڑ بچتے ہیں۔ یہ آئین کی چوتھے جز کی صریح خلاف ورزی ہے۔جس میں حکومت وقت کو تاکید کی گئی ہے کہ ملکی دولت کی عوامی اشتراکیت میں مساوات قائم کیے جانے کے لیے قانونی چارہ جوئی کی جائے۔دراصل ٹیکس کا ریٹ اس پر منحصر ہونا چاہیے کہ

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ٹیکس دینے کے بعد فرد کے پاس کتنی رقم بچنے دی جائے تا کہ اس کی زندگی بخوبی گزرے پھر بھی اس کے اور دیگر باشندوں کے پاس جو رقم بچ رہی ہے اس میں فرق کا تناسب بہت زیادہ نہ ہو۔

آزادی کے بعد قانون سازی کے ذریعہ زمینداری کا خاتمہ کر دیا گیا۔ یہی زمیندار لوگ عرصہ دراز سے آزادی تک اپنے کو امرا و شرفا کہلوانا پسند کرتے تھے۔ دراصل ان ہی لوگوں نے اپنے زعم میں ہندوستانی مسلمانوں میں اسلام مخالف ذات پات کو بھی فروغ دیا۔

انھیں کی وجہ سے سماج میں عدم مساوات کا بول بالا ہوا۔ ان میں سے جو قدرے زیادہ دولت مند تھے، وہ جاگیردار، منصب دار کہلاتے تھے اور ان دونوں سے زیادہ دولت مند لوگ اپنے کو نواب، مہاراجہ، راجہ وغیرہ کہلواتے تھے اور آزادی کے بعد ان کے ورثا اپنا کو شہزادہ کہلوانے لگے۔ 1971ء کی آئینی ترمیم کے بعد ان شہزادوں کے سلطانی بٹوے (Privy Purses) بند کئے گئے۔ یہ ساری کاروائی آئین میں مقرر کردہ رہنما اُصولوں کے تحت ہی ہوئی۔ اسی طرح اکیسویں صدی کے جاگیرداروں پر بھی بجائے ان کی بیش بہا دولت کی تعریف کرنے، اسے متبرک بنانے اور ان لوگوں کی ضیافت اور ان کی ناموری میں اضافہ کرنے کے، حکومت کو اپنا تسمہ کسنا ہوگا، ان پر ٹیکس کا ریٹ بڑھانا ہوگا لیکن اس کے لئے ملک میں عوام کو سازگار ماحول بنانا ہوگا۔

اسلامی شریعت میں بھی اسی طرز کی حکمت عملی کے احکامات ہیں۔ اللہ نے مادّی اسباب و وسائل میں کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں پر افضلیت و برتری دی ہے۔ اسلام اصحاب المال پر یہ ذمہ داری ڈالتا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ زندگی کے اسباب و وسائل تمام انسانوں کے درمیان ان کے نجی معاشی مرتبہ اور قوت اکتساب (کمانے کی صلاحیت و سکت) کی تمیز کے بغیر مساوی طریقہ سے تقسیم ہوں۔ ساتھ ہی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیش و عشرت کے لئے منع فرمایا ہے۔ لاتُسرِفُوْا کا حکم متعدد مقامات پر آیا ہے۔ (6:141, 7:31) مال

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ضائع کرنے کو بھی منع کیا گیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: مفہوم: اپنی دولت کو بدمستی اور آوارگی میں مت اُڑاؤ۔ (17:26) سورۂ بقرہ کی آیت 219 میں صاف حکم ہے کہ تمہارے پاس جو بھی ضرورت سے زیادہ ہے، اسے تمھیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہیے۔ اس حکم کو قُلِ الْعَفْو کا نام دیا گیا ہے۔ ہم اگر یہ سمجھیں کہ ہماری آمدنی کروڑوں روپے ہے اور ہم صرف 2.5% زکوٰۃ دے دیں تو ہم اللہ کے پسندیدہ بندے بن جائیں گے تو ہم غلط فہمی میں ہیں۔ اسلام میں آمدنی کی تقسیم اقتصادی نظام کی بنیادی بنائی گئی ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، لیکن غیر مسلم ممالک میں یہی ذمہ داری مسلم افراد و مسلم سماج کی ہو جاتی ہے۔ مال و دولت کی گردش پورے معاشرہ میں ہونی چاہیے، نہ کہ یہ صرف امیروں اور دولت مندوں کے درمیان ہی گھومتی رہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کا نتیجہ عوام الناس کے لئے روزگار کے وسائل پیدا کرنے کی خاطر مال و اسباب اور تربیت کی فراہمی کی صورت میں ہونا چاہیے۔ ہر دولت مند شخص صرف اللہ کے فضل کا عارضی متولی ہے۔ (57:7) کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو ان ہدایات کی نافرمانی کرنے کے منفی نتائج یعنی اس سے اپنا فضل واپس لے کر اس کی زندگی میں ہی سزا دیتے ہیں۔ (7:33) ایسے تمام لوگوں کے لیے جنہیں اللہ نے دوسروں کے مقابلہ زیادہ نوازا ہے، یہ ضروری ہے کہ ان کے اثاثے اور وسائل عام سماجی و اقتصادی بہبود کے لیے استعمال کیے جائیں۔ اسلام میں عوامی مفاد کو لاحاصل نجی ملکیت پر فوقیت دی گئی ہے۔ جب تک ہمارا ملک جاگے اور اس سمت متحرک ہو اس دوران ہم مسلمان تو اپنے ہم وطنوں کے لئے مشعل راہ بن ہی سکتے ہیں اور اس وصالِ صنم پر افضلیت سے اپنے خدا کو بھی پا سکتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال:

یہ مال و دولت و دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

انھیں قطرہ بھنانے کی پڑی ہے، مِرے ہاتھوں سے دریا جا رہا ہے

16 اگست 2011 کو ہندوستان ٹائمز میں خبر شائع ہوی تھی کہ ہر سال یو پی ایس سی کے ذریعہ ایک سو سے کچھ زائد نئے آئی پی ایس افسروں کا انتخاب کیا جاتا ہے لیکن 2012 سے غیر معمولی کثیر تعداد میں نئے آئی پی ایس افسروں کا تعین ہوگا کیونکہ ملک میں آئی پی ایس افسروں کی اشد کمی ہے۔ اس طرح اگلے پانچ برس میں تقریباً چودہ سو زائد آئی پی ایس افسر منتخب کئے جائیں گے۔ لیکن ان کا انتخاب عمومی معیار کے مطابق یو پی ایس سی کے ذریعہ سالانہ سول سروسز امتحانات کا حصہ نہیں بنے گا بلکہ وہی یو پی ایس سی اگلے چند سال تک ایک علیحدہ سالانہ محدود (لیمیٹڈ) امتحان کروائے گا جس میں صرف وہ لوگ حصہ لے سکیں گے جو ملک کی دفاعی خدمات میں میجر یا کیپٹن یا جو صوبوں میں ڈپٹی پولس سپرنٹنڈنٹ یا دیگر پولس تنظیموں میں اسسٹنٹ کمانڈنٹ کے عہدے پر کم از کم پانچ سال سے کام کر رہے ہیں۔

اللہ نے فوراً ذہن میں یہ بات ڈالی کہ یو پی ایس سی کا سول سروسز کا سالانہ امتحان ملک بھر کے مستحق امیدواروں کیلئے دستیاب ہوتا ہے جس میں مردم شماری کے بموجب مسلمان 13.4% ہیں، تب تو سول سروسز میں مسلمان ڈھائی فیصد ہی آپاتے ہیں۔ تو جب کسی امتحان

میں صرف دفاعی افواج کے لوگ اور ڈپٹی پولس سپرنٹنڈنٹ اور مرکزی پولس تنظیموں کے اسسٹنٹ کمانڈنٹ ہی شامل ہونے کا استحقاق رکھیں گے' جب کہ ان عہدوں پر مسلمان ایک فیصد سے بھی کم ہیں' تب تو 2012 سے اگلے پانچ سال میں منتخب ہونے والے تقریباً چودہ سو زائد آئی پی ایس افسروں میں مسلمانوں کی تعداد یا تو صفر ہوگی یا دو چار مسلمان منتخب ہو بھی گئے تو ان کی موجودگی درحقیقت صفر کے برابر ہی ہوگی۔

سچر کمیٹی اپنی میعادِ عہد کے دوران گوہاٹی میں صوبائی پولس کے اعلیٰ عملے سے تبادلہ خیال کر رہی تھی۔ آسام میں خصوصی اختیارات والا قانون نافذ تھا جس کی رو سے ضلع کا پولس سپرنٹنڈنٹ طے کرتا تھا کہ وہ کون 'غیر ملکی' ہیں جو غیر قانونی طور پر ہندوستان میں سکونت پذیر ہیں۔ وہاں کے مسلمان ہندوستانیوں نے شکایتیں کی تھیں کہ غیر معمولی اختیار کا ناجائز استعمال ان کے خلاف ہوتا تھا۔ اس میٹنگ کے دوران ایک نوجوان پولس سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا گیا کہ وہ کس بنیاد پر طے کرتے ہیں کہ کون شخص غیر ملکی ہے۔ اللہ نے گویا اس کے اعصاب پر پردے ڈال دئے ہوں۔ اس نے کہا ''داڑھی' ٹوپی اور لنگی''۔ صوبہ کے پولس ڈائرکٹر جنرل اپنی سیٹ سے تقریباً اچھل پڑے۔ بولے ''نہیں سر اس کے لئے گراؤنڈ رول ہیں''۔ لیکن' ایس پی صاحب جو کام زمینی سطح پر کر رہے تھے وہ ان کے منہ سے ادا ہو ہی چکا تھا۔ سچر کمیٹی نے مختلف صوبائی حکومتوں سے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ کانسٹیبلوں کے انتخاب میں مختلف مذہبی طبقوں کے کتنے کتنے لوگ منتخب ہوئے۔ تمام صوبائی فہرستوں میں مسلمان اپنے تناسب کے چوتھائی سے بھی کم تھے۔

لمحہ فکر ہے کہ اگر اگلے پانچ برس میں منتخب ہونے والے چودہ سو آئی پی ایس افسروں میں سے قومی آبادی میں اپنے تناسب کے اعتبار سے مسلمان اس میں حصہ دار نہیں ہوتے ہیں تو یہ خلا ملت کے تحفظ اور پرامن واطمینان بخش وجود واستقلال کیلئے مزید خطرناک چیلنج بن جائے گا۔ لہٰذا حق اطلاع قانون کے تحت حکومت ہند کے متعلقہ محکموں کی فائلوں کا

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

معائنہ کیا گیا جس کی سطروں کے درمیان پڑھنے سے معلوم ہوا کہ کثیر تعداد میں زائد آئی پی ایس افسروں کے انتخاب کیلئے غیر معمولی طریقہ کار اختیار کرنے کی تجویز اسلئے دی گئی تا کہ' ان نئی تعیناتیوں کی سبب' موجودہ آئی پی ایس افسروں کی تیزی سے بتدریج ترقی کے راستہ میں کوئی دقت نہ آئے۔ اگر بڑی تعداد میں نئے افسر منتخب ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا جب آئی پی ایس کے کاڈر کا پرامڈ بھاری پیندے کا (باٹم ہیوی) ہو جائے گا اور اعلیٰ عہدوں کی تعداد مقابلتاً کم ہونے کی وجہ سے افسران کے پروموشن کی رفتار متاثر ہو سکتی ہے۔ اس لئے انھیں کوئی طریقہ ایسا ڈھونڈنا تھا کہ نئے افسر بڑی تعداد میں منتخب بھی ہو جائیں اور آئی پی ایس افسروں کی بروقت و تیز رفتار ترقی کی ضمانت بھی رہے۔ لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ 2012 سے زائد نو منتخب افسروں کے پورے گروپ کو موجودہ اور آئندہ یو پی ایس سی کے سالانہ سول سروسز امتحان کے ذریعہ منتخب ہونے والے آئی پی ایس افسروں سے ہمیشہ کمتر رکھا جائے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے نئے افسروں کا یو پی ایس سی کے ذریعہ باضابطہ جامع انتخاب نہیں ہونے دیا جائے تا کہ مستقبل میں ان کے پورے گروپ کو ہمیشہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رکھنے کا قانونی جواز بنا رہے۔

لیکن اس کھیل میں مسلمانوں کا زبردست نقصان ہوا جا رہا ہے۔ مندرجہ بالا پوشیدہ مقصد و کثیر تعداد میں نئے آئی پی ایس افسروں کے خاص تدبیر یافتہ انتخاب کی وجہ سے اگلے پینتیس' چالیس برس کے دوران ملک کے پولس عملہ کے چودہ سو سربراہی افسروں میں مسلمان شاز و نادر ہی ہوں گے۔ ملت کی اس تاریک مقامی کے مضر اثرات اس کی فلاح و بہبود' اس کی اجتماعی خود اعتمادی اور اس کی ترقی پر براہ راست پڑیں گے۔

ادھر یو پی ایس سی نے' جس سے اس معاملہ میں مشورہ کرنا حکومت کا ایک آئینی فریضہ ہے' حکومت کی اس خود ساختہ تدبیر نو پر سخت تحریری اعتراض جتایا ہے۔ یو پی ایس سی نے کہا ہے کہ سالانہ سول سروسز کے حصہ کے طور پر ہی زائد آئی پی ایس افسروں کا انتخاب بھی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

ہونا چاہیئے۔ اس نے مزید کہا کہ حکومت کے مجوزہ محدود امتحان میں سرکاری عہدوں اور امیدواروں کا تناسب 1:3 سے کم ہوگا جبکہ یو پی ایس سی کے پابند ضابطہ سالانہ امتحان میں یہ تناسب 1:1000 ہوتا ہے۔لہٰذا مجوزہ طریقہ انتخاب کی خلقی قدر و قیمت مقابلتاً بہت کم ہوجائے گی۔ یو پی ایس سی نے یہ بھی کہا کہ مرکزی پولس تنظیموں اور صوبائی پولس میں پہلے سے ہی افسران کی کمی ہے۔ اگر وہاں سے لوگ آئی پی ایس میں لے لئے گئے تو وہاں حالات اور زیادہ خراب ہوجائیں گے۔حکومت کا یہ بھی فریضہ تھا کہ معیاری طرزِ تعین سے تجاوز سے قبل تمام صوبائی حکومتوں سے بھی مشورہ کیا جائے۔حق اطلاع قانون کے تحت وزارت برائے سرکاری عملہ (Ministry of Personnel) جسے حکومت میں عموماً DoPT کہتے ہیں، کی متعلقہ فائلوں کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ ملک میں نصف سے زیادہ صوبوں نے بھی اس تجویز کی مخالفت کی ہے۔ان میں شامل ہیں تامل ناڈو، مدھیہ پردیش، مغربی بنگال، آسام، کیرالا، مہاراشٹرا، کرناٹک، آندھراپردیش، پنجاب، دہلی، ناگالینڈ، میگھالیا، تریپورا، چھتیس گڑھ واروناچل پردیش ۔آئی پی ایس افسروں کی ٹریننگ کیلئے مخصوص قومی پولس اکیڈمی، حیدرآباد نے بھی لکھا ہے کہ مجوزہ طریقہ کار سے افسران کی صفوں میں عدم توازن پیدا ہوگا۔ساتھ ہی وزارت قانون نے بھی اس تجویز کے لئے مندرجہ بالا ناسازگاری کا ذکر DoPT کے نام اپنے خط میں کیا ہے۔

پھر بھی، ان سبھی باوزن و ناقابل تردید اعتراضات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، نیا مجوزہ طریقہ انتخاب بلڈوز کرکے آگے بڑھا دیا گیا۔اسکے لئے آئی پی ایس رولس میں ترمیم کی گئی جس میں لکھا گیا کہ سروس کے ہنگامی حالات کے مدنظر یو پی ایس سی کے ذریعہ براہ راست انتخاب کے بجائے محدود امتحان کے ذریعہ افسروں کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔ یہاں دو اہم نکتہ زیرِغور رکھنے کی ضرورت ہے۔آئی پی ایس رولس میں ترمیم کرکے حکومت نے اپنے ہی کوئی طاقت دے دی کہ سروس کی ہنگامی ضرورت کے مدنظر نئے افسروں کے طریقہ انتخاب

میں حکومت ترمیم کرسکتی ہے۔تو کیا حکومت اس طرح آ ئینی ڈھانچے میں مداخلت نہیں کر رہی ہے جہاں آرٹکل 16 میں لکھا ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں انتخاب کے معاملہ میں ملک کے سارے باشندوں کو مساوی مواقع حاصل ہوں گے۔ساتھ ہی' تازہ ترمیم شدہ رولس کی روشنی میں موجودہ فیصلہ لیتے وقت یہ نہیں بتایا گیا کہ فی الوقت سروس کے کیا ہنگامی حالات ہیں جن کی بنیاد پر مجوزہ طریقہ کار کے ذریعہ اب اگلے پانچ سال تک اسپیشل انتخاب ہوتا رہے گا۔لہٰذا ضروری ہے کہ ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر سیکڑوں نئے آئی پی ایس افسروں کا مجوزہ طریقہ انتخاب' جس کا نقطہ آغاز ایک طرف عام ملک گیر وفاقی وادارتی نااتفاقی اور دوسری طرف چندافراد کی خودغرضی، کج روی اور ہٹ دھرمی پر قائم ہے، رد کیا جائے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا (وسیم بریلوی صاحب سے معذرت کے ساتھ) کہ اہل وطن کو قطرہ بھنانے کی پڑی ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے ہاتھ سے دریا جارہا ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

فرائض ہمسائیگی وسماجی رابطہ سازی

سورہ نساء کی آیت 36 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حسن سلوک کرو قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے۔ یہاں مالک حقیقی، والدین اور رشتہ داروں کے فوراً بعد پڑوسیوں کے حقوق کا ذکر آیا ہے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ جس کسی کو اللہ اور روز قیامت پر یقین ہے اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ خندہ پیشانی سے احسان کرتے رہنا چاہئے۔ انھون نے تنبیہ کی کہ قیامت کے دن پروردگار ان لوگوں سے خصوصی خفگی کا اظہار کرے گا جنھوں نے اپنے پڑوسی کو نقصان پہونچایا حتیٰ کہ پڑوسی ان سے ناراض ہو گیا۔ پھر انھوں نے عقدہ کھولا کہ حضرت جبریلؑ نے انھیں پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اتنی دفعہ بتایا کہ وہ سوچنے لگے کے شاید اگلی دفعہ وہ کہیں گے کہ تمھاری جائداد میں بھی پڑوسی کا حق ہے۔ فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ بغیر پڑوسی کی آسودگی کے خود شکم سیر نہ ہو جائے۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے لیکن وہ پڑوسی کو نقصان پہونچاتا ہے تو وہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص فاضل نفلی عبادات نہیں بھی کرتا ہے لیکن پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔ پڑوسی کے دئے ہوے تحفہ کو با عزت طریقہ سے قبول کرنا چاہئے۔ اور خود بھی اسے تحفہ بھیجتے رہنا چاہئے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ کسی ایک پڑوسی کو تحفہ بھیجنا چاہتی ہوں کس کو بھیجوں، فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

حدیث طبرانی میں ہے کہ رسول اللہؐ نے وضو کیا' لوگوں نے آپ کے وضو کے پانی کو لینا اور اپنے جسم پر ملنا شروع کر دیا، آپ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو کہا کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔فرمایا جس کو اچھا لگے کے اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کریں تو اسے چاہئے کہ پڑوسی کے ساتھ سلوک و احسان کرے (ابن کثیر)۔اس بابت قرآن کریم میں دو اصطلاحات 'الجار الجنب' اور 'الصاحب بالجنب' کا استعمال ہوا ہے جن میں پڑوسی کی تعریف میں ایسا شخص بھی شامل ہے جس کا کہیں کسی وقت ساتھ ہو جائے۔مثلاً بازار جاتے ہوئے کوئی شخص ساتھ چل رہا ہو یا کسی محفل میں قریب میں جو لوگ بیٹھے ہوں، ہوسٹل میں ایک ہی کمرہ میں رہنے والے دو یا زیادہ لوگ' دفتر یا کام کرنے کی دیگر جگہوں پر ایک ساتھ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کام کرنے والے لوگ' بس' ٹرین' جہاز میں یا بس اسٹاپ' ریلوے اسٹیشن یا ہوائی اڈہ پر آس پاس بیٹھے یا کھڑے ہوئے لوگ' باغ میں تازہ ہوا لیتے ہوئے لوگ' وغیرہ۔مفسرین کہتے ہیں کہ یہ عارضی ہمسائیگی بھی ہر مہذب اور شریف انسان پر ایک حق عائد کرتی ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اسے تکلیف نہ دے۔اور اگر رشتہ دار پڑوسی بھی ہو تو اس کا حق دوگنا ہو جاتا ہے۔قرآن کریم میں اس کے لئے اصطلاح آئی ہے 'الجار ذی القربا'۔اگر پڑوسی رشتہ دار بھی ہے اور مومن بھی تو حدیث کی رو سے اس کا حق تین گنا ہو جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کا ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس آیا اور کہا کہ اسے اپنے قریب ترین پڑوسی سے کوئی نیکی ملنی تو درکنار وہ اپنے کو اس پڑوسی سے محفوظ بھی محسوس نہیں کرتا۔اس کے بعد رسول اکرمؐ نے مسجد نبوی میں اعلان کروایا کہ اگر کسی شخص سے اس کا ہمسایہ اپنے کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے تو وہ شخص اللہ کے نزدیک اہل ایمان کے طور پر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔اس اعلان کے بعد رسول اللہؐ نے اشارہ کر کے بتایا کہ ہر سمت میں چالیس مکان ہمسائیگی کی تعریف میں شامل ہیں۔محققین متفق ہیں کہ پڑوسی کے لئے اسلامی حسن اخلاق میں شامل

ہے یہ یقینی بنانا کہ اس کے پاس بنیادی ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود ہے۔اس کی خوشی اور غم میں شریک رہنا، اس کے حق خلوت کا پاس رکھنا، رہائش گاہوں کے درمیان اور اردگرد مشترک راستوں و دیگر سہولیات کو صاف رکھنا اور انھیں خرابی سے بچانا۔ پڑوسی اگر مدد مانگے تو فوراً آگے بڑھ کے اس کی مدد کرنا۔اگر وہ قرض مانگے تو اسے قرض دینا، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت و تیمارداری کرنا' اس کے انتقال پر جنازہ میں شامل ہونا اور خصوصی امداد مہیا کرنا، اپنا مکان اس کے مکان سے اتنا اونچا نہ بنانا کہ اس کے گھر میں ہوا اور روشنی پر منفی اثر پڑے، اپنے گھر میں کھانے کی خوشبو اس کے یہاں نہ جانے دینے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

روح شریعت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ جب کسی علاقہ میں ہم نئے پڑوسی بن کر جائیں یا ہمارے آس پاس نیا پڑوسی آئے تو اپنے کو اس سے متعارف کروانا چاہئے تاکہ مثبت سماجی تسویہ سازی کی خوش آئند بنیاد پڑ جائے۔ پھر بھی معاشرتی ملنساری و رسم و راہ حتیٰ الامکان ہم جنسوں کے ساتھ ہی ہونی چاہئے۔اہل وطن کے ساتھ گفت و شنید میں خیال رکھا جائے کہ اپنے مذہب کو پیش کرنے میں اعتدال سے کام لیا جائے، نہ بے جا جوش اور نہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے غیر واجب معذرت خواہی۔ ہمارے مذہب میں شراب نوشی کی مکمل ممانعت ہے۔غیر مسلم ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنی بنیادی قدروں پر قائم رہنا صرف انفرادی شرعی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ ہماری یہ ثابت قدمی سماج میں ملت کے مقام کو اونچا اٹھانے کا ذریعہ بھی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ تین دہائی قبل سول سروس کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر میں نے شروع میں جب حکومت ہند کے اعلیٰ عہدوں پر اپنی ذمہ داریاں انجام دینا شروع کیں تو ایک محفل میں ایک صاحب نے خوب زور دیا کہ میں بھی جام پکڑ لوں۔ میرے انکار میں اصرار پر وہاں موجود میرے اعلیٰ افسر نے بلند آواز میں کہا 'ارے بھئی' ظفر سچا مسلمان ہے' وہ نہیں لے گا'۔ملک میں اور بیرون ملک میرے ہر سرکاری دفتر کی الماری میں جاء نماز رہی جس پر میں لنچ کے وقفہ میں اپنے کمرے میں دس منٹ میں

نماز پڑھتا تھااور پھر پانچ منٹ میں ہلکا پھلکا سبزی کا لنچ۔ وقفہ لنچ کے باقی پندرہ منٹ بھی میں سرکاری کام میں ہی لگا تا تھا۔ اس طرح میرے نیچےاور اوپر کے افسر و اہل اسٹاف دل سے میری قدر کرتے تھے۔ ان سب سے رشتہ اب بھی بنا ہوا ہے۔

سماج میں انسان کی مثبت عملداری کے لئے ایک دائرہ ہے وسیع تر رشتہ داری کا اور دوسرا ہے قرب و جوار کی ہمسائگی کا۔ ذرا غور کریں کہ اگر افراد ملت زندگی کی گردش کے ان دونوں حلقوں میں مسلسل نمایاں کارکردگی کرتے رہنے کو اپنے دستور العمل میں شامل کر لیں تو ہم میں سے ہر ایک ملت کی مقدر کا کتنا روشن ستارا بن سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی سر پھرا ہمارے پیغمبرؐ کی شان میں بے ادبی کی جرات کرتا ہے تو ردعمل وہ سماج کرے گا جو ہمارے اعلیٰ اخلاق سے زبردست متاثر ہوگا۔ بقول علامہ اقبال:

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

ایمان کا چھٹا ستون: اعمال صالح

قرآن کریم میں متعدد جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے ان بندوں کو پسند کرتے ہیں جو ایمان لائیں اور صالح اعمال کریں۔ ادھر ایک دیانت دارانہ مشاہدہ نفس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم مومن گھرانہ میں پیدا ہوے لہٰذا ہمارا ایمان لانا تو آٹومیٹک یعنی خود بہ خود ہے اور اس میں ہمارے لئے ذاتی طور پر کچھ خاص شاباشی کی بات نہیں ہے۔ ہاں ہم ایمان پر بھلی بھانت قائم رہیں اس میں یقیناً ہمارا امتحان ہے۔ ایمان ہی کا بڑا جز ہیں اعمال صالحہ۔ ایمان کی طرح اعمال صالحہ بھی قرآن کی ہی اصطلاح ہے۔ اور یہ دونوں تصور کسی حد تک ہم محور ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ حضور اقدسؐ کی تبلیغ و تلقین صرف تقریر و تحریر تک محدود نہیں تھی بلکہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ان کے ذریعہ آئے ہوے پیغام کی تجسیم و استعارہ سے پر نور تھا۔ لیکن ہم نے ایمان اور اعمال صالح کے خدائی تصورات اور رحمانی ایلچیوں کے ذریعہ پیش کردہ ان تصورات کی عملی تشریح و توضیح کو اپنی جسمانی سہولتوں کے خول میں ڈھال لیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ و حج سے ہمارا ایمان مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ ہم کچھ بھی کریں یا نہ کریں پھر بھی ہم پروردگار کی امیدوں پر پورے اترتے ہیں اور ہمارے اور جنت کے درمیان کچھ حائل نہیں ہوگا۔

سورہ ھود (11.7) میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مالک حقیقی نے ہم انسانوں کو اس

لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ ہمارا امتحان کرے کہ ہم میں سے کون صالح اعمال والے ہیں۔ جمہور مفسرین کی تحقیق کے بموجب یہاں اعمال صالحہ کا غالب مفہوم ہے اپنی ذاتی استطاعت کا استعمال کر کے اللہ کی مخلوق کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے تدبیر مسلسل کرتے رہنا۔علامہ اقبال نے اس قرآنی حکم کو بڑے خوبصورت انداز میں فارسی کلام کے ذریعہ آگے بڑھایا ہے۔تا ز اسرارِ تو بنماید ترا، امتحانش از عمل باید ترا: دیں از و حکمت از و آئیں از وُ، زور از و قوت از و تمکیں از و۔ مفہوم: اپنے ایمان کی طاقت کو اپنے عمل کی کسوٹی پر پرکھو، تا کہ تم اپنی پوشیدہ لیاقتوں کو پہچان سکو۔اس طرح تم حاصل کرلو گے عقل سلیم ، اختیارِ نفس، حکمت عملی، علم قوانین خداوندی، جذبہ عشق حقیقی، مرتبہ وقوت باطن۔

ہمیں سمجھنا ہوگا کہ دنیا میں ہمارے وجود کے دو جز ہیں: جسم اور روح۔کمپیوٹر میں ہوتے ہیں ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر۔ پنکھے اور بلب میں ہوتے ہیں موٹر، پرُ، تار وغیرہ اور بجلی۔اگر سافٹ ویئر نہ ہو تو کمپیوٹر کا وجود بے معنی ہے۔جب بجلی چلی جاتی ہے تو پنکھے اور بلب وغیرہ سے نہ ہوا نکلتی ہے نہ روشنی۔اسی طرح اگر روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے۔اب ذرا درمیانی صورت حال پر غور کریں۔کمپیوٹر میں سافٹ ویئر ہو لیکن وہ کرپٹ ہو گیا ہو یعنی اس میں کوئی بگاڑ آ گیا ہو جسے کمپیوٹر کی زبان میں کہتے ہیں کہ اس میں وایئرس آ گیا ہو تو کمپیوٹر دیکھنے میں تو لگے گا کہ بظاہر کسی حد تک چل رہا ہے لیکن اس سے وہ سارے کام نہیں لئے جا سکتے ہیں جنکے لئے وہ بنایا گیا ہے۔اگر پنکھے یا بلب میں بجلی تو آ رہی ہو لیکن اس میں بجلی کی برقی قوت یا وولٹیج بہت مدھم ہو یا بجلی کی سپلائی میں متواتر کمی بیشی ہو رہی ہو تو یہی نہیں کہ اس سے نکلنے والی ہوا اور روشنی کی سپلائی پر منفی اثر پڑے گا بلکہ پنکھے اور بلب کی مشین خود بھی خرابی کی طرف مائل ہو جائے گی۔

یہی حال انسان کا ہے۔اگر کسی انسان کی روح میں کوئی وائرس آ جائے، پاکیزگی کی کمی ہو جائے تو اس کے جسم کا وہ استعمال نہیں ہو پاتا جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔اور اگر وقت

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

سے تدبیر کر کے وائرس کو دور نہ کیا جائے، پاکیزگی کے لیول کو اٹھا کر نارمل سطح تک واپس نہ لایا جائے تو جسم میں خرابی سرایت کرتی رہتی ہے اور انسانی وجود بے معنی ہو جاتا ہے جو سماجی نشو و نما میں رکاوٹ بھی بن سکتا ہے۔ اس اہم مسئلہ کی طرف علامہ اقبال نے ہمارا دھیان دلانے کے لئے کہا: چیست دیں؟ برخاستن از روءِ خاک، تا زخود آگاہ گردد جانِ پاک۔ وہ پوچھتے ہیں ''دین کیا ہے؟''۔ اس سوال کے جواب میں اقبال انسان کے جسم کی اہمیت کم کرنے کے لئے لفظ خاک کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہی تو ہوئی تھی۔ پھر وہ بتاتے ہیں کہ دین کہتے ہیں روح کو جسم کی سطح سے اونچا رکھنے کو۔ تا کہ روح جسم کے اثر سے پاک رہ سکے۔ یہاں اقبال نے عکاسی کی ہے فرمان قرآنی کی: قد افلح من زکّھا وقد خاب من دسّٰھا (91.9-10)۔ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

پھر بھی ہم لوگ ابھی تک سمجھ نہیں پائے ہیں کہ دراصل ہمیں اس دنیا میں لانے والا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ تبھی تو ہم نے اپنی فلاح کا مکمل ٹھیکہ غیر اللہ کو دے رکھا ہے۔ یہ ہمارے ایمان کی صریح کمزوری ہے۔ ہمیں پیغام کو پوری طرح سمجھنا ہوگا۔ دراصل پیغام یہ ہے ہی نہیں کہ اپنی عبدیت کو کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج تک محدود کر لو۔ یہ عناصر تو عبدیت کا صرف ڈھانچہ ہیں۔ کیا آپ کبھی تصور کر سکتے ہیں کہ کوئی انسان صرف ڈھانچے پر چل پھر رہا ہو اور زندگی گذار رہا ہو۔ ڈھانچے کی اپنی اہمیت ہے' اس کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن صرف ڈھانچے کا وجود ہی حیات انسانی کا مقصد نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں متعدد دفعہ اس پر زور نہیں دیتے کہ ایمان لاؤ اور اعمال صالح کرو۔ مشہور مفکر و محقق قرآن' جامعہ الاظہر کے پروفیسر امریطس' کیلیفورنیا کے مشہور عمر الخطاب انسٹیٹیوٹ برائے اسلامی بیداری کے بانی ڈائرکٹر فتح عثمانؒ اپنی مدلّل کتاب 'قرآنی تصورات' (Concepts of the Quran) میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک مومن کی عبدیت کا امتحان اس میں ہے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

کہ دونمازوں کے درمیان وہ جب مسجد سے باہر ہوتا ہے تب کیا کرتا ہے۔

ان ستونانِ خمسہ یعنی کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج پر اسلام ختم نہیں ہوتا بلکہ یہ سب ایمان کے بنیادی جز ہیں اور ان سے ایمان شروع ہوتا ہے۔ٹھیک اسی طرح کہ جیسے کسی تعلیمی ڈگری یا سند کو حاصل کرنے کے لئے پہلے داخلہ لینا ہوتا ہے۔لیکن صرف داخلہ لینے سے ہی ڈگری نہیں مل جاتی ہے۔ بلکہ عمل پیہم یعنی مستقل مطالعہ، تحقیق، محنت ومشقت کی بنیاد پر لگاتار ٹسٹ اور امتحانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پروردگار کے ذریعہ ہر انسان کی زندگی کی جانچ پڑتال کی یہ طویل مدت آخری سانس پر ہی ختم ہوتی ہے۔اگر بنیادی پانچ ستون ڈھانچہ ہیں تو اعمال صالحہ رگیں، نسیں، اعصاب وخلیات ہیں جن میں ایمان کی حرارت مستقل قائم رکھنا ہمارا فرض منصبی ہے۔جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ ہمارے ایمان کا پودا تو اللہ نے ہمیں مومن گھرانہ میں پیدا کر کے لگا دیا۔اب اس پودے کی آبیاری وگل چینی کرنا ہمارا ہر لمحہ کا فریضہ ہے۔اسی امتحان میں پاس ہونے پر دارومدار ہے ہماری جنت کا۔اگر ہم اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو فیصلہ کے دن یہی ہمارے کام آئے گا۔اس معاملہ کو اللہ نے سورہ الشّعراء میں بغیر کسی شک وابہام کی گنجائش کے واضح کر دیا ہے۔فرمایا گیا: **یوم لا ینفع مال ٌ وّ لا بنون ْ الّا من اتیٰ اللہ بقلبٍ سلیم** (26.88-89): جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کے آئے گا۔

اب یہ قلب سلیم یا پاک دل کون سا ہوگا ملاحظہ فرمایئے کہ علامہ اقبال نے اس کی تشریح کس طرح بیان کی ہے: مَسِ خامی کہ دارم از محبت کیمیا سازم، کہ فردا چوں رسم پیئش تو از من ارمغاں خاہی۔ یہ قلب سلیم والا مومن بندہ زندگی میں اللہ سے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ آپ نے مجھے کچے تانبے کا جو دل عنایت فرمایا اس میں آپ کی مخلوق کے ساتھ اپنے بہترین سلوک کو سنوار کر سنجو کر میں اسے ٹھوس سونے کا دل بنانے کی کوشش کر رہا ہوں تا کہ کل قیامت کے دن جب میری آپ کے سامنے پیشی ہو تو میں اسے آپ کو تحفہ کے طور پر

نذر کر سکوں۔ اپنے کلام میں ایک اور جگہ علامہ کہتے ہیں:

آزماید صاحبِ قلبِ سلیم، زورِ خود را از مسیحاتِ عظیم

مفہوم: قلب سلیم رکھنے والا انسان اپنی استطاعت کا امتحان لیتا ہے دلیری اور جرأت مندی سے۔ ممکناتِ قوتِ مردانِ کار، گرد داز مشکل پسندی آشکار۔ مفہوم: مدبرانہ پیش قدمی کرنے والوں کی کامیابی کے روشن ابواب عیاں ہوتے ہیں ان لوگوں کی مشکل راستہ کی محبت سے۔

ہر شخص کو اللہ نے ایک مخصوص استطاعت دی ہے۔ اس کا استعمال وہ اللہ کی خوشنودی اور اس کی مخلوق کے وجود کو بہتر بنانے کے لئے کس حد تک اور کس طرح کرتا ہے یا کرتی ہے اسی میں اس کا امتحان ہے۔ مگر ہم لوگ تو زیادہ تر اسی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں کہ حالانکہ ہم لاکھوں کے مقابلہ میں دنیا میں بہت بہتر طریقہ سے رہ رہے ہیں پھر بھی صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لئے کیا کیا مزید مادّی افضونی حاصل کر لیں اور آخری دم تک دوسروں سے کس طرح زیادہ سے زیادہ ذاتی فائدہ لے لیں۔ جبکہ خود کی استطاعت اور اثر ورسوخ کا بڑا استعمال ہمیں ملت کی سرفرازی کے لئے کرنا چاہئے تا کہ کل کو پروردگار کی میزان میں ہم ایمان کی کسوٹی پر پورے اتر سکیں۔

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

1950 کا صدارتی حکم نامہ: کچھ تو رازداری ہے!

ہم سب جانتے ہیں کہ آئین ہند میں پسماندہ طبقوں کے لئے پارلیامنٹ، اسمبلیوں، ضلع پریشدوں، پنچایتوں، افسر شاہی، تعلیمی اداروں وغیرہ میں ریزرویشن ہے۔ ہم یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ 1950 سے ہی صدارتی حکم نامہ کے ذریعہ ملک کے پسماندگان کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کردیا گیا تھا۔ اوراس رزرویشن سے مسلمانوں کو بے دخل کردیا گیا تھا۔ بیسویں صدی کے وسط سے اب تک پورے ملک میں مسلمانوں کی زبردست حق تلفی ہوی ہے۔ اس طرح آزادی کے وقت کے غیرمسلم پسماندگان کی سماجی، تعلیمی اوراقتصادی صحت اب خوب فربہ ہوچکی ہے۔ لیکن نتیجتاً 'اوراس کے برعکس' آج کے ہندوستانی سماج میں باقی سب کے مقابلہ میں مسلمان بری طرح پسماندہ ہوگئے ہیں۔

اس کراہت اندوہ سانحہ کے متعلق یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ 1950 میں مسلمانوں کی بے دخلی کا یہ فیصلہ کیوں اورکن حالات میں لیا گیا۔ اس سلسلہ میں 9 اگست 2010 کو حق اطلاع قانون کے تحت ایک عرضی وزیراعظم کے دفتر کو بھیجی گئی۔ اس میں درجہ فہرست ذاتوں کے آئینی حکم نامہ [Constitution (Scheduled Castes) Order, 1950] کی بابت دریافت کیا گیا کہ 'اول تا آخر' کیا طریقہ کار اختیار کیا گیا تھا اس کا مسودہ تیار کرنے' اس کے ڈھانچے اور وضع قطع کی تشکیل دینے اور اس کو جاری کرنے کے لئے۔ اس عمل میں جولوگ شامل تھے ان کے نام اورعہدہ ومنصب کی تفصیل مانگی گئی۔ اس

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ریاضت کے دوران تمام وقوع پذیری و اجماع کی تاریخیں پوچھی گئیں۔ اس کے لئے کسی بھی فرد کے ذریعہ مختلف صوبوں، مرکز کے زیر کنٹرول علاقوں اور دیگر اشخاص یا اداروں کو اس بابت جو خطوط جاری کئے گئے اور ان خطوط کے جو جوابات آئے ان کی نقلیں مہیا کرنے کے لئے کہا گیا۔ مسودہ تیار کرنے، اس کو بنانے سنوارنے اور اور اس کو جاری کرنے کے لئے اگر کوئی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں تو یہ تشکیل کس نے کی، ان کمیٹیوں کے اراکین کون کون تھے، ان میں سے کس نے کیا رول ادا کیا، ان سب سے متعلق دستاویزوں کی نقلیں مانگی گئیں۔ جو میٹنگیں ہوئیں ان کی روداد (Minutes) کی نقلیں مانگی گئیں۔ بیرون حکومت سے اگر کوئی تجاویز موصول ہویں تو ان کی نقلیں بھی دینے کو کہا گیا۔ اس کام کے لئے اولین مسودہ کس تاریخ کو تیار ہوا، اس کی نقل مانگی گئی۔ اس کے بعد جب بھی اور جس سطح پر بھی مسودہ میں جو بھی تبدیلیاں کی گئیں ان کی تفصیل اور ان سب کی نقلیں مانگی گئیں۔ اور دریافت کیا گیا کہ وزیر اعظم کو اور پھر صدر جمہوریہ کو مسودہ کس تاریخ کو پیش کیا گیا اور انھوں نے فائل پر کیا حاشیہ لکھا اور کب لکھا۔

وزیر اعظم کے دفتر نے یہ عرضی ضروری کاروائی کے لئے وزارت قانون میں محکمہ قانون سازی کو اور وزارت سماجی انصاف و اختیار کاری کو ارسال کر دی اور یہ بھی لکھا کہ جو اطلاع وزیر اعظم دفتر سے متعلق ہے وہ باضابطہ طور پر مہیا کر دی جائے گی۔ دریں اثناء وزیر اعظم دفتر نے اطلاع دی کہ اس کے رکارڈ کی بنیاد پر پایا گیا ہے کہ وزیر اعظم دفتر میں ''ایسی کوئی اطلاع موجود نہیں ہے''۔ پھر وزیر اعظم دفتر سے یہ پوچھا گیا کہ کیا اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ متعلقہ فائل اور رکارڈ پی ایم او میں محفوظ نہیں رکھے گئے اور وہ کھو گئے؟ یا یہ سمجھا جائے کہ پی ایم او کی متعلقہ فائل اور رکارڈ کسی دوسری وزارت یا محکمہ یا کسی اور ہستی کو منتقل کر دئے گئے؟ اگر ایسا ہے تو اس منتقلی کی مکمل جانکاری دی جائے۔ ان سوالات کے جواب وزیر اعظم دفتر سے ابھی ملنا باقی ہیں۔

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

ادھر محکمہ قانون سازی نے یہ معاملہ وزارت داخلہ کو ترسیل کر دیا جس نے کہا کہ یہ کام بعد میں وزارت سماجی انصاف و اختیار کاری کو سونپ دیا گیا تھا۔ وزارت سماجی انصاف و اختیار کاری نے اپنے 28 ستمبر 2010 کے خط میں لکھا کہ 1985 سے پہلے تک یہ معاملہ وزارت داخلہ کے تحت آتا تھا۔ ستمبر 2008 میں اپنے تین آفس میمورینڈموں کے ذریعہ وزارت داخلہ نے اپنے سابقہ ایس سی ڈویژن کی کچھ فائلیں وزارت سماجی انصاف واختیار کاری کو سونپیں۔ ’’لیکن اس میں ایسی کوئی فائل نہیں ہے جس میں مطلوبہ اطلاع موجود ہونے کے آثار ہوں‘‘۔ لہٰذا وزارت سماجی انصاف و اختیار کاری سے ان تین میمورینڈموں اور فائلوں کی فہرستوں کی نقلیں مانگی گئیں جن کے ذریعہ اسے وزارت داخلہ سے فائلیں موصول ہوئیں۔ جواب میں وزارت انصاف و سماجی اختیار کاری اس بات پر بضد ہے کہ میمورینڈموں اور فائلوں کی فہرست کی نقلیں وزارت داخلہ سے ہی لی جائیں۔

ادھر وزارت داخلہ نے حق اطلاع قانون کے تحت بھیجے گئے خطوط کی اندیکھی کر رکھی ہے۔ انھوں نے اطلاع نہ فراہم کرنے کے لئے بہانہ بازی کی حد کر دی۔ یہاں تک کہ اپنے 27 اگست 2012 کے مکتوب میں یہی لکھ دیا کہ حق اطلاع قانون کے تحت اطلاع ٹرسٹ کو نہیں دی جا سکتی۔ حالانکہ مرکزی حکومت کے تمام محکمے مع وزیر اعظم دفتر کے ٹرسٹ کو اطلاع فراہم کر رہے ہیں۔ خود وزارت داخلہ ٹرسٹ کو دیگر معاملات میں اطلاع فراہم کرتا رہا ہے۔ اور جس کو اطلاع فراہم کی جاتی ہے اس کے لئے قانون میں ’پرسن‘ (Person) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ عام شقوں سے متعلق قانون (General Clauses Act) میں ’پرسن‘ کی تعریف میں ’افراد کا غول‘ (Body of Individuals) شامل ہے جس میں ٹرسٹ بھی آتا ہے۔ لیکن وزارت داخلہ کے افسر شاہ جانتے ہیں کہ لمبی عدالتی کاروائی کے بعد اگر ان کے خلاف فیصلہ ہوتا بھی ہے تو بھی اُس وقت تک بات پرانی ہو چکی ہوگی۔ بہر حال معاملہ کو ایسے چھوڑنا نہیں ہے۔ اب انفرادی طور پر اطلاع مانگی جا رہی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taalash\Border Final bj d.

ہے۔ پھر وہ کوئی نیا بہانہ ڈھونڈ لیں گے۔ اس دوران ان کا اطلاع نہ دینے کی کوشش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ بہر حال ہمیں تیغ وکفن باندھے رہنا ہے۔

وزیر اعظم کے دفتر نے بھی اب تک یہ نہیں بتایا ہے کہ وزیر اعظم کو مسودہ کب پیش کیا گیا تھا اور انھوں نے فائل پر کیا حاشیہ لکھا تھا۔ ہاں محکمہ قانون سازی نے صرف اتنی اطلاع فراہم کی ہے کہ یہ معاملہ 8 اگست 1950 کو مرکزی کابینہ میں پیش ہوا اور اسی روز کابینہ نے منظوری دے دی، 10 اگست 1950 کو صدر جمہوریہ نے اپنی رضامندی دے دی اور 11 اگست 1950 کو گزٹ میں اس حکم نامہ کی اشاعت ہوگئی۔ اس اطلاع کا منبع وہ رجسٹر بتایا گیا جس میں آئینی احکامات کا اندراج ہوتا ہے اور متعلقہ صفحہ کی نقل بھی دی گئی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ ایک خاندان کے فرد کو دوسرے خاندان کے لوگ اغوا کر کے قتل کر دیں اور بعد میں صرف پوسٹ مورٹم رپورٹ دی جائے، تفصیل بتائی ہی نہ جائے کہ قتل کیونکر و کس طرح ہوا اور کس نے کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے! ہمیں لائنوں کے بیچ پڑھنے کا فن بھی سیکھنا ہوگا!! یہ بھی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حق اطلاع کی طرح کے سخت قانون کے باوجود بھی ملک میں در حقیقت افسر شاہی کے اندرونی ایجنڈے کو ہی برتری حاصل ہے۔ دوسرا اہم نکتہ نکل کے یہ آتا ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کے لئے ملک کی افسر شاہی میں اپنے فقدان کا نقصان بھگتنے کا آبشاری سلسلہ آزادی کے وقت ہی شروع ہو گیا تھا اور ہنوز جاری ہے۔ ہم نے اپنی نقاہت کی صحیح تشخیص کرنے میں 65 برس لگا دئے۔ آیئے اب تو علاج و ٹانک کے انتظام میں لگ جائیں! تا کہ ہم 2112 کے ہندوستانی مسلمانوں کی سرفرازی کا باعث بن سکیں۔ اللہ نے تقدیر کو ہمارے اعمال کے زیرنگوں رکھا ہے۔ تقدیر بدل جائے گی اگر ہم بدل جائیں گے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

تو اگر دیگر شوی، او دیگر است

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final bj.jpg found.

سول سروسز: جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

یو پی ایس سی کے سالانہ سول سروسز امتحانات میں مسلمان امیدواروں کی کامیابی آج کل موضوعِ فکر ہے۔ تشویش کا احساس واظہار ہو رہا ہے کہ آخر کیوں کامیاب مسلمانوں کی شرح تین فیصد سے نہیں بڑھتی۔ مردم شماری 2011 کے اعداد و شمار ابھی تکمیل تک نہیں پہونچے ہیں۔ 2001 کے شمار کے مطابق ہندوستان میں مسلمان 13.4% ہیں۔ لہٰذا یو پی ایس سی کے نتائج 2012 کے ذریعہ نومنتخب 910 افسر شاہوں میں سے 122 مسلمان ہونے چاہئے تھے۔ اس کے برخلاف صرف 29 مسلمانوں کا تعین ہوا۔ ذہن میں فوراً آتا ہے کہ 93 سیٹیں جن پر مسلمان جلوہ افروز ہونے چاہئے تھے وہ غیر مسلموں کو چلی گئیں۔ معاً ہمیں اپنا یہ المیہ ذہن نشین کر لینا ہوگا کہ یو پی ایس سی امتحان میں شامل ہونے والے امیدواروں میں مسلمان آدھا فیصد سے بھی کم ہوتے ہیں۔ اب بتائیے کہ مسلمانوں کی قلیل شرح تعین کے لئے ملت کس کو موردالزام ٹھہرائے؟ میری ناقص رائے میں اپنے آپ کو۔

کچھ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں تو وہ کس طرح بڑی تعداد میں سول سروسز امتحان میں بیٹھ سکتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ تعلیمی میدان میں پچھڑاپن ہندوستانی مسلمانوں کے غالب موذی امراض میں سے یقیناً ایک ہے۔ لیکن یہ سول سروسز کے امتحان میں مسلمانوں کے نہ بیٹھنے کے پیچھے لاچاری نہیں ہے۔ متعلقہ اعداد و شمار کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ 2001 کی مردم شماری کے مطابق اُس سال ملک میں تئیس لاکھ تازہ مسلم

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

گریجویٹ تھے جو رہینِ ستم ہائے روزگار تھے۔ کم وبیش یہی حال سالہا سال رہتا ہے۔ اس میں سے تین فیصد کو تو ملت کے ارباب خلوص وہمت با قاعدہ محنت کروا کے اور ان کی کارآمد کوچنگ کروا کے سول سروسز کے امتحان میں بٹھا ہی سکتے ہیں! یہ تعداد بنتی ہے ستر ہزار۔ (خوشا نصیب' احادیث میں اس ہندسہ کی بڑی برکت بھی آئی ہے)۔ بس اتنے میں ہی اپنا کام ہو جانا ہے۔

دراصل سول سروسز کے امتحان میں مسلم نوجوانوں کی مضحکہ خیز حد تک قلیل شمولیت کی وجہ ہے ان کی قلتِ آگاہی' قلتِ خود اعتمادی' قلتِ بصیرت اور قلتِ قوتِ محرکہ۔ ضرورت ہے کہ ملت کے اہل علم و دانش' فرض شناس اصحاب باطن اس طرف متوجہ ہوں۔ اس کام کو تبلیغ کی طرح انجام دینا ہوگا۔ اسی دلجمعی' انہماک' وابستگی' احساس ذمہ داری' ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ۔ انگریزی کی کہاوت ہے کہ آپ گھوڑے کو تالاب تک تو لے جا سکتے ہیں لیکن اسے پانی پینے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ ملت کے نگہبانوں کو اس کہاوت کو بدلنا ہوگا۔ اگر اصطبل سے دلی محبت ہے اور اس کی خوش حالی منظور ہے تو گھوڑوں کو تالاب تک لے جا کر ان کا منہ پکڑ کے تالاب میں ڈال کر انھیں پانی بھی پلانا ہوگا۔ میں 1991 سے 1993 تک وسط ہندوستان میں جوائنٹ کمشنر تھا۔ وہاں اہل ملت کی ضخیم آبادی ہے۔ معلوم ہوا کہ آزادی کے بعد سے 1991 تک وہاں کا کوئی مسلمان نوجوان کبھی سول سروسز کے امتحان میں بیٹھا ہی نہیں تھا۔ میں نے کچھ ہم خیال کلمہ گو افسران' پروفسر صاحبان' وغیرہ کو جمع کیا۔ انجمن اسکول میں ایک کمرہ استعمال کرنے کی اجازت مل گئی۔ شہر کے قابل ترین مسلم طلباء وطالبات کی فہرست تیار کی گئی۔ ہم لوگ بعد مغرب ان کے گھروں کو جا کر ان سے گفتگو کرتے' انھیں قائل کرتے کہ سول سروسز کے امتحان میں قرینہ سے تیاری کر کے بیٹھنے سے صرف انھیں اعلیٰ سرکاری عہدہ ہی نہیں ملے گا بلکہ اس کے ذریعہ وہ ملت کی فلاح و بہبود کے لئے ایک موثر وسیلہ بھی بن سکتے ہیں جو اس کے لئے عنقا ہے اور جس کی اسے سخت

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ضرورت ہے۔اتوار کوانھیں انجمن اسکول آنے کی دعوت دیتے تا کہ ان سے سول سروسز کا درخواست فارم بھروایا جائے'انھیں کتابیں مہیا کی جائیں اورانھیں گائڈ کیا جائے۔ہم لوگ یہ روزانہ ورزش وقواعد کرتے رہے اور سات اتوار گذر گئے' کوئی بھی نوجوان کسی اتوار کوانجمن اسکول نہیں آیا۔

لیکن ہم لوگ شام کو گھروں میں پھر بھی جاتے ہی رہے۔آٹھویں اتوار سے طلباء نے انجمن اسکول آنا شروع کیا۔بہر حال 1993 میں جب میں ناگپور سے دہلی کے لئے روانہ ہوااس وقت تک وہاں کا ایک لڑکا مہاراشٹر سول سروس میں اورایک لڑکی مرکزی سول سروس میں الحمدللہ شامل ہو چکے تھے۔اس کے علاوہ میں جس جس صوبہ اور ضلع میں تعینات رہا وہاں سے چھٹی لے کر علی گڑھ اور جامعہ ملیہ جا کر وہاں ہوسٹلوں میں اتوار کے دن طلباء سے خطاب کرتا اورانھیں سول سروسز کی طرف مائل کرتا۔انھیں سمجھاتا کہ لیاقت وقابلیت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لہٰذا اس کی شناخت' قدر دانی واس کا اقرار تو دنیا کرے گی ہی۔یہ اللہ کا قانون ہے۔ان کی توجہ اس طرف بھی دلاتا کہ نیوٹن کے نام سے منسوب مادّی نقل وحرکت سے متعلق تیسرا ضابطہ قدرت (Newton's 3rd Law of Motion) بھی دراصل اللہ کا ہی قانون ہے'نیوٹن نے صرف اسے انسانیت کے لئے ایجاد کیا تھا۔اس کے بموجب ہر عمل کے برابر اور مخالف سمت میں ردعمل ہوتا ہے۔اس لئے جو انسان کسی کام کے لئے محنت کرے گا اس کا صلہ تو اسے ملنا ہی ہے' ہاں اللہ اس کی شکل طے کرتا ہے۔میری اس تگ و دو میں اللہ نے برکت ڈالی اوراس کے مثبت نتائج نکلتے رہے۔یہ ماڈل یا اس سے بھی بہتر طریقہ ملت کے اہل استطاعت خواتین وحضرات کو استعمال کرنا ہوگا۔یہاں میں یہ پیشکش کرتا چلوں کہ ملک میں جہاں بھی فکر مند و ہوشیار اشخاص چار پانچ سو قابل ترین مسلم گریجویٹس کو باقاعدہ جمع کرنے کا معقول انتظام کرلیں تو میں انشاءاللہ کوشش کروں گا کہ اس موقع پر حاضر ہو کر انھیں سول سروسز کے اہم نکات سمجھانے اوراس کی طرف راغب

کرنے کے لئے ان سے گفتگو کروں۔اس طرح کی میٹنگ کو عنوان دیا جا سکتا ہے سول سروسز اورنٹیشن پروگریم(Civil Services Orientation Program)۔حکومت میں سرگرم عمل یا سبکدوش سبھی مسلم افسر شاہوں سے بھی میری اپیل ہے کہ اس طرح کی دعوت کو لبیک کہا کریں۔افراد ملت بھی ملک کے باعزت باشندے ہیں اور ان کی خصوصی مدد کرنا قومی مفاد میں ہے۔

ہم اکیسویں صدی میں ہیں، یہ زمانہ ہے خصوصی اہلیت یا اسپشلائزیشن کا۔ ہر میدان میں زبردست مقابلہ ہے۔ اگر آپ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں آپ اپنی جگہ کھڑے رہیں اور پیچھے نہ ڈھکیل دئے جائیں تو اس کے لئے بھی آپ کو متحرک رہنا ہوگا۔تو سوچ لیجئے کہ اگر ایک ہزار لوگوں کو پچھاڑ کے آپ کو اپنا مقام حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے کتنی رسہ کشی کرنی ہوگی۔ پھر اگر آپ رِنگ لیڈر ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی ٹیم سبقت لے جائے تو آپ کو کوئی روک نہیں سکتا لیکن اس کے لئے آپ کو بڑی سوجھ بوجھ، تدبیر و جفاکشی سے کام لینا ہوگا۔ آپ کی محنت اور صدق دلی میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے بس باقی اللہ پر چھوڑ دیجئے۔ آپ کبھی ناکام ہو ہی نہیں سکتے۔ جو بڑے بڑے مسلم ادارے سول سروسز کے لئے کوچنگ سنٹر چلا رہے ہیں انھیں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنی سوچ اور اقدام میں انقلابی تبدیلی لانی ہوگی۔ سول سروسز کوچنگ سنٹر کی پالسی بنانے اور اس کا نفاذ کرنے کا کام ایسے اشخاص کے ہاتھوں میں دینا ہوگا جو یا تو سول سروسز کے امتحانات کے طریقہ کار سے خود گذر چکے ہوں یا سول سروسز کی تیاری کروانے کا کام کئی سال تک کامیابی سے کر چکے ہوں۔ یونیورسٹیوں میں سول سروسز کوچنگ سنٹر کو بھی ایک نارمل شعبہ تعلیم مان کے ضمنی طور پر وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے مختلف پروفسر صاحبان کے سپرد کرتے رہنا بصیرت انگیزی سے پرے ہے اور اس کام میں ان پروفسر صاحبان کی سبکی بھی ہے۔ ان حالات میں وہاں ہر سال بڑی کامیابی کی امید کرنا خود فریبی کے مترادف ہے۔ دہلی میں بڑی تعداد میں ملک کے

کامیاب ترین، پیشہ ورانہ طریقہ سے چلائے جا رہے سول سروسز کوچنگ انسٹیٹیوٹس ہیں جن کی فیس بہت زیادہ ہے۔ پھر بھی ملک کے تمام کوچنگ سنٹرس کو چاہئے کہ اپنے بہترین امیدواروں کو وہاں کوچنگ کے لئے ضرور بھیجیں۔ بجٹ کا بڑا حصہ اس کام کے لئے مختص ہونا چاہئے۔ ملت کے مالی استطاعت والے لوگوں سے بھی ہمیں اپیل کرنی چاہئے کہ وہ اس کام کے لئے بھر پور تعاون کریں۔ ملک میں مسلمانوں کے مقابلہ میں جین طبقہ دسواں حصہ ہے، انھوں نے سول سروس کوچنگ کے لئے پینسٹھ کروڑ روپئے کا سرمایہ جمع کر رکھا ہے۔ ان کی کارکردگی دیکھئے ان کی متعلقہ ویب سائٹ پر www.jito.org/ias.html

ملک کے چند مسلم این جی اوز (NGOs) بھی سول سروسز کوچنگ کا کام کر رہے ہیں۔ جیسے ہمدرد اسٹڈی سنٹر جو کہ اس میدان کا پہل کار ہے، ممبئی کی مرکزی حج کمیٹی نے یہ کام چند سال پہلے شروع کیا ہے، بھوپال کے اقبال ملک صاحب عرصہ سے اس طرح کا کام خاموشی سے کر رہے ہیں، جے پور کی جامعہ ہدایت کے ذمہ داروں نے بھی کافی دلچسپی دکھائی ہے اور 2008 سے زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے دہلی میں سرسید کوچنگ اینڈ گائڈنس سنٹر قائم کر کے سول سروسز کوچنگ اسپانسر شپ کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ یقیناً اور بھی کئی تنظیمیں و افراد اس کام میں لگے ہوں گے۔ یہ سب کاوشیں قابل تحسین ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ ساری تنظیمیں و افراد مل کے مسلم امیدواروں کی سول سروسز کوچنگ کے طریقہ کار کی بہتری کے لئے تبادلہء خیال کرتے رہیں اور حتیٰ الامکان ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ چلیں تا کہ ان کی مشترک و متحد استطاعت کا ملت کے سول سروسز امیدواروں کو بہترین استفادہ پہونچ سکے اور ان تنظیموں کی منفرد استعداد کا بے جا دوہرا فائدہ بھی کسی امیدوار کو نہ پہونچے اور اس طرح ملت کے بیش بہا وسائل ذرا بھی ضائع نہ ہوں۔ باہمی گفت وشنید سے یہ تمام تنظیمیں و ادارے ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام کو تکمیلی واضافی قوت بخش سکتے ہیں۔

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

مرکزی حکومت برائے اقلیتی امور کے تحت اقلیتوں کے طلباء کی مقابلہ جاتی امتحانات کی کوچنگ کے لئے رقم دی جاتی ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ رقم لینے والی تنظیم خودکوچنگ دے۔سول سروسز کی موثر کوچنگ دینے کے لئے بڑی خصوصی صلاحیت اورمخصوص تجربہ درکار ہے۔سمجھداری اور دیانت داری اس میں ہے کہ سالانہ اعداد وشمار کے مطابق جو ملک کے کامیاب ترین پیشہ ورانہ طرز پر دہلی میں چلائے جارہے سول سروسز کوچنگ انسٹیٹیوٹس ہیں وہاں ملک کے قابل ترین مسلم طلباء کی کوچنگ کروائی جائے۔اوراس فیس کی ادائگی کی گنجائش حکومت کی کوچنگ اسکیم میں ہونی چاہئے۔لیکن زمینی سطح پر ہو یہ رہا ہے کہ وہ درخواست دہندگان جنھیں وزارت سے بھاری رقم ملتی ہے وہ استفادہ کرنے والے امیدواروں کاتعین کس طرح کرتے ہیں اس کی دیکھ ریکھ نہیں ہے۔اورسالہا سال دی گئی رقم سے اقلیتوں کوکیا فائدہ ہوااس کی کوئی تحقیق بھی نہیں ہوتی۔اس بابت میں نے 2009 میں مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور کے دفتر میں ان کی توجہ مبذول کرائی تھی اورلکھ کربھی کاغذ ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا' لیکن اسکیم میں خاطر خواہ ترمیم اب تک نہیں ہوی۔حالانکہ اس میٹنگ میں وزارت کے سکریٹری بھی موجود تھے۔ملت کے ارباب فکر کو چاہئے کہ وہ وزارت کی ویب سائٹ سے فری کوچنگ فار مائنارٹیز اسکیم کوڈاؤن لوڈ کرلیں' اس کا گہرا مطالعہ کریں اور وزارت پرضروری ترمیم کے لئے زورڈالیں۔تمام اہل ملت کو میں دعوت دیتا ہوں کہ جناب محمد رجا کے ذریعہ کیا گیا علامہ اقبال کے فارسی کلام کا منظوم ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

نہ کر آرام ساحل پر وہاں تو، ہیں مدھم نغمہ ہائے زندگانی
لپٹ جا بحر کی موجوں سے غافل،تگ ودو ہے حیات جاودانی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Talaash\Border Final bj.jpg found.

سلطنت عثمانیہ کا ماڈل اور ہم

سلطنت عثمانیہ کے دور کے مشہور بادشاہ سلیمان ذیشان کے حوالے سے بنایا گیا 'شاندار صدی' نامی ڈرامائی سیریل خبروں کے مطابق فی الوقت دنیا کے 43 ممالک کے 20 کروڑ لوگوں کے ذریعہ دیکھا جا رہا ہے۔ اس میں مبینہ طور پر چند قابل اعتراض سین ہیں جن کے حذف کے لئے ترکی حکومت کوشاں ہے۔ پھر بھی یہ سیریل ملت کو یاددہانی کراتا ہے کہ علامہ اقبال کے اس شعر کی ہر شخص تجسیم کر سکتا ہے:

نہیں ہے وابستہ زیر گردوں کمال شانِ سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

تبھی تو سلیمان نے چند دہائیوں کے عرصہ میں ہی ایشیا' افریقہ اور یورپ میں دور دور تک اپنی فرمانروائی قائم کر دی۔ حتیٰ کہ یورپ کے سفارتی مراکز میں پورے برِّ اعظم کے سلطنت عثمانیہ میں الحاق کے آثار پر سنجیدہ گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ یہاں وہ حکمت عملی لائق تحقیق ہے جس کے توسط سے سلیمان ذیشان اور دیگر متعدد سلاطین عثمانی نے اپنے اقتدار شہنشاہی کے 20 لاکھ سے زائد مربع میل خطے پر شریعت و دنیاوی قانون کے دانشمندانہ امتزاج کے ذریعہ کامیاب ترین حکمرانی کی۔

1299 سے شروع ہو کر سلطنت عثمانیہ کی چوطرفہ بالیدگی اور تین براعظموں میں اس کی

Sb\2014\Nishat-e-Saniya ki Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

تہذیب وتمدن کی توسیع کا سہرا یقیناً اس کے ذمہ دار وموثر سلاطین کے سرجاتا ہے۔لیکن سلطنت کے وجود کو مستحکم اور درازتر کرنے کے پیچھے وہ کارپردازی(Instrumentality) تھی جس کی وجہ سے 1453 میں قسطنطنیہ (Constantinople) کی فتح سے شروع ہوکر اگلی 4 صدیوں سے زیادہ تک سلطنت عثمانیہ اپنی خصوصی شان وشوکت کے ساتھ وسعت سرزمین پر قائم ودائم رہی' حال آنکہ اس کے بعد بھی عثمانی شاہی سلسلہ 1922 تک چلتا رہا۔اس اسکیم کے تحت قصر شہنشاہی کے اندر ہی ایک مخصوص تربیتی ادارہ کا وسیع کیمپس قائم کیا گیا تھا جس کا نام تھا اِندرُن اکادمی(Enderun Academy)۔یہاں رہائشی سہولیات کے علاوہ لکچر ہال' لائبریری اور مسجد بھی ہوتی تھی۔ذاتی جوہر ولیاقت کی بنیاد پر منتخب کر کے سلطنت کے قابل ترین بچوں کو اس ادارہ میں 7-6 سال کثیر الاطراف ٹریننگ دی جاتی تھی اور پھر یہی لوگ آگے چل کے انتظامیہ کی باگ ڈور بحسن وخوبی سنبھالتے تھے' انھیں بھاری ماہانہ تنخواہ ملتی تھی اور سماج میں انھیں بہت عزت دی جاتی تھی۔ان چنندہ بچوں کی شناخت کرنے کا کام جن اسکائوٹوں(Scouts) کے سپرد کیا جاتا تھا ان کو سلطنت کے یوروپی خطوں سے چن کر انھیں وہیں اس کام کے لئے ٹریننگ دی جاتی تھی۔اوسطاً 20-15 برس کی عمر کے قابل ترین بچوں کو چنا جاتا تھا۔سلطنت میں دنیاوی قانون پر شریعت محمدیؐ کو سبقت حاصل تھی۔ساتھ ہی شریعت کے الحاقی تعاون اور اس کی دستگیری کی غرض سے سلیمان ذیشان نے دنیاوی قوانین کا ترتیب شدہ مجموعہ (Codification) تیار کردیا تھا جس کا نام پڑ گیا قانونِ عثمانی (Ottoman Laws)۔مدارس میں دینیات کے علاوہ گرامر' فلسفہ' سائنس' علم موجودات(Metaphysics) وستاروں کا علم(Astronomy) وغیرہ کا درس دیا جاتا تھا۔

اس طرح اسلامی تاریخ میں سلطنت عثمانیہ کی شکل میں ملت اسلامیہ کے سامنے ایک نمونہ یا ماڈل موجود ہے جس پر آج ہمیں گہرائی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔اس میں

سے ہمیں جو موزوں لگے وہ اختیار کر لینا چاہئے' خاص طور پر اکیسویں صدی میں جبکہ ڈیڑھ عرب سے زائد مسلمان باقی تین چوتھائی دنیا کے لئے عصبیت پر مبنی غلیظ سیاست کا تختۂ مشق بنے ہوے ہیں۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے سامنے مبارزات (Challenges) سے ہم لوگ خوب واقف ہیں۔ اب ہمیں اپنی پریشانیوں پر صرف گفتگو اور ملال کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو ساحل پر آرام کرنے کے مترادف ہے جہاں زندگانی کا سریلا نغمہ مدھم آواز میں ہمیں لبھاتا رہتا ہے۔ بجائے اس کے ہمیں بحر کی موجوں سے لپٹ جانا ہوگا' تگ و دو ہی حیاتِ جاودانی ہے۔

ہمارے ملک میں مسلمانوں کو سیکڑوں طرح کی پریشانیاں درپیش ہیں۔ اور اگر غور کیا جائے تو ہر پریشانی کا حل کسی نہ کسی سرکاری دفتر کے دروازہ پر جا کے رکتا ہے۔ لیکن ملک کی حکمرانی میں ہم تقریباً ندارد ہیں۔ قانون ساز ایوانوں میں ہماری سیاسی عدم نمائندگی کی وجہ ہے (i) 'درجہ فہرست ذاتوں' (Scheduled Castes) کی آئینی اصطلاح کی انتظامیہ کے ذریعہ بنائی گئی تعریف میں سے ہمیں 1950 میں ہی نکال دیا جانا اور پھر (ii) مسلم اثر والے انتخابی حلقوں (Constituencies) کو انتظامیہ کے ذریعہ درجہ فہرست ذاتوں کے لئے رزرو کر دیا جانا۔ لیکن ملک کی انتظامیہ (جو 95% سے زائد قانون سازی و حکمرانی کی ذمہ داری ادا کرتی ہے) میں ہماری غیر موجودگی کے لئے ہم خود قصوروار ہیں۔ سول سروس کے لئے ہر سال اوسطاً 700 گریجویٹ لڑکوں لڑکیوں کا تعین ہوتا ہے۔ اس کے لئے یو پی ایس سی کے سالانہ امتحان میں 5,50,000 امیدوار حصہ لیتے ہیں۔ مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کا قومی تناسب 13.4% ہے۔ لہٰذا کامیابی کی فہرست میں اپنا حق مناسبت جتانے کے لئے ہر سال 73,000 مسلم امیدوار امتحان میں بیٹھنے چاہئیں۔ لیکن ملک بھر سے زیادہ سے زیادہ 1,200 ہی مسلم امیدوار اس امتحان میں حصہ لیتے ہیں۔ دوسری طرف مردم شماری یہ بھی بتاتی ہے کہ کم از کم 23 لاکھ مسلم گریجویٹ ہمیشہ ملازمت تلاش کر رہے ہوتے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ہیں۔اس بعید العقل دونوعیتی (Incomprehensible dichotomy) سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ملک کے اکثر تیز فہم مسلم گریجویٹ نوجوانوں کے پاس سول سروس سے متعلق معلومات اور خوداعتمادی کی کمی ہے۔اکابرین ملت کی ذمہ داری ہے کہ انھیں کھوج کے ان کی رہنمائی وپیشوائی کریں۔

ہمیں سلطنت عثمانیہ کے آزمائش شدہ وکامیاب ماڈل کو اختیار کرنا ہوگا۔ہر ضلع میں کم سے کم 10-8 اشخاص کو اسکاؤٹ بن کے ہر سال ہر تحصیل وتعلقہ (Sub-division) کے 25 قابل ترین طلبا کی شناخت کرنی ہوگی۔ان میں سول سروس کے امتحان میں شمولیت کے لئے قوت متحرکہ پیدا کرنی ہوگی۔اسکاؤٹوں کو خود یو پی ایس سی کی ویب سائٹ کا بار بار مطالعہ کرنا ہوگا' سول سروس سے متعلق امتحان کے اجزاء ترکیبی کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری کے لئے ہمیں جگہ جگہ متعلقہ کتابوں' اخبارات' رسائل اور کمپیوٹر وانٹرنٹ سے لیس ریڈنگ روم قائم کرنے ہوں گے'اس کے لئے اصحاب استطاعت کو اپنی عمارت میں جگہ وقف کرنی ہوگی۔دہلی میں' جو سول سروس کے کامیاب ترین اساتذہ کا گہوارہ ہے' ہمیں 500 چنندہ بچوں کی سول سروس کوچنگ کے لئے سلطنت عثمانیہ کی اِندرُن اکادمی کی طرز پر ایک رہائشی ادارہ قائم کرنا ہوگا اور اس میں ملک کے سول سروس کے کامیاب ترین اساتذہ کا بھاری معاوضہ پر تقرر کرنا ہوگا۔ یہ سب کام تبلیغی جذبہ کے ساتھ کرنے ہوں گے۔ائمہ وخطباء کو جمعہ کے خطبات میں اِس کے لئے عوام کو ترغیب دینی ہوگی۔ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ سول سروس کی تیاری اگر پورے استغراق ولگن سے کی جائے تو وہ چاند پر نشانہ لگانے کے مانند ہے۔اگر خدانخواستہ چاند ہاتھ نہ بھی آئے تو ستارے تو کہیں نہیں گئے ہیں۔سول سروس کی تیاری کے ذریعہ ہی عموماً صوبائی انتظامیہ' صوبائی پولس' عدلیہ' بینک میں پروبیشنری آفیسر وغیرہ کے لئے بھی تعین ہو جاتا ہے۔دوئم' یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ ملت کے بچوں کو' دیگر پیشوں کی طرح' سول سروس میں مامور کرنے کا اصل مقصد انھیں

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

انفرادی طور پر صاحب استطاعت بنانا نہیں ہے بلکہ ملک کی انتظامیہ میں مسلمانوں کی کمی کو دور کرنا ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت 140 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں 'ہم زمانہ کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں'۔ کبھی غالب مغلوب ہوتا ہے کبھی مغلوب غالب۔ ساتھ ہی سورہ رعد کی آیت 13 میں تنبیہ ہے کہ کسی قوم کی حالت تب تک نہیں بدلی جائے گی جب تک وہ خود اس کو بدلنے کی تدبیر نہ کرے۔ آج ہماری صرف چشمِ نم اور جانِ شوریدہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں اندوہ و دلگیری کی غنودگی سے نکل کر ملت کی خاطر رسم شبیری ادا کرنی ہوگی۔ ہماری یہی حکمت عملی انشاء اللہ ملت کی شادمانی کی تجدید کرے گی اور ہمیں خلافت یزدانی کا حق ادا کرنے کے لئے مزین کرے گی۔

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

انڈین وقف سروس قائم ہونے سے ہی اوقاف کی بدنظمی دور ہوگی

ذرا غور کریں کہ اگر ملک کے کسی ضلع میں کلکٹر کی جگہ ایک جانوروں کا ڈاکٹر یا پرائمری اسکول کا ایک رٹائرڈ ٹیچر بٹھا دیا جائے تو اس ضلع کا بندوبست کیسا چلے گا۔ باقی ضلعوں میں تعینات کلکٹر صاحبان اس سے کس طرح کا تعلق رکھنا پسند کریں گے۔ صوبائی سطح کے پرنسپل سکریٹری لوگوں کی نظر میں اس کی کیا وقعت ہوگی۔ ان سب عناصر کا ضلع کے انتظام پر کیا اثر پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ضلع کے ممبر پارلیامنٹ یا ممبر اسمبلی تو ضلع کا روزمرّہ کا کام کر نہیں سکتے۔ یہی صورت حال ہر صوبائی وقف بورڈ کی ہوتی ہے۔ وہاں روز آٹھ گھنٹے سے زیادہ کا کام سی۔ای۔او۔ صاحب سنبھالتے ہیں۔ صوبہ کے تمام وقف املاک کے ملت کیلئے صحیح استعمال کو یقینی بنانا، اس کیلئے مستقل نگہداشت رکھنا، جن اوقاف پر ناجائز قبضہ ہے وہاں سے قبضہ ہٹوانا، جن اوقاف کے سلسلہ میں وقف ٹربیونل میں مقدمہ چل رہا ہے وہاں مقدمہ کی پیروی کروانا، وقف املاک کو ضابطہ کے مطابق لیز پر دینا، صوبائی اور ضلعی سطح پر تمام سرکاری شعبوں کے سینئر افسروں سے رابطہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ مانا جاسکتا ہے کہ کسی ایسے شخص کو سی۔ای۔او۔ بنا دیا جائے جس نے یہ سب کام کرنے کی کوئی ٹریننگ کبھی نہ لی ہو، اس طرح کا اسے کوئی تجربہ نہ ہو، متعلقہ قوانین کو پڑھ کر سمجھنے کی اس میں لیاقت و مشق نہ ہو، حکومت کے

دیگر افسران اس کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوں، پھر بھی وہ شخص یہ سب کام بخیر و خوبی کر لیا کرے گا؟ ہرگز نہیں۔

پھر بھی ہندوستان کے تمام وقف بورڈوں میں صورت حال یہ ہے کہ وہاں سی۔ای۔او۔ یا تو غیر سرکاری افراد ہوتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے ڈاکٹر، پرائمری ٹیچر، رسرچ اسکالر، وغیرہ یا کبھی کبھار کسی وقف بورڈ میں موزوں سینیارٹی کے افسر پائے بھی جاتے ہیں تو ان کے پاس وقف بورڈ کا عموماً اضافی چارج ہی ہوتا ہے۔ جب کسی افسر کے پاس کسی عہدہ کا اضافی چارج ہوتا ہے تو بھی وہ روز پورے آٹھ گھنٹے کا کام تو اپنے اصل، کل وقتی عہدہ پر ہی کرتا ہے اور اپنا بہت تھوڑا سا وقت اضافی چارج پر لگا سکتا ہے۔ لہٰذا ہندوستان بھر کے اوقاف کا نظام زبردست خسارہ میں ہے۔ میری اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کم از کم دس سال کے کسی بھی وقفہ میں تمام اٹھائیس وقف بورڈوں میں کون کون لوگ کب کب سی۔ای۔او۔ رہے ہیں اور اس عہدہ پر تعیناتی سے پہلے ان کا ذاتی پس منظر کیا تھا۔ سچر کمیٹی نے ۲۰۰۵ء میں پورے ملک سے یہ معلومات حاصل کی۔ اس کے چھ سال بعد ۲۰۱۱ء میں زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے حق اطلاع قانون کے تحت متعلقہ تفصیل تمام وقف بورڈوں سے ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۱ء کی دہائی کی مدت کے سلسلہ میں حاصل کئے۔ ان تمام تحریر شدہ مستند اطلاعات کی بنیاد پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ اٹھائیس صوبائی وقف بورڈں میں دس سال میں اٹھانوے (۹۸) دفع اوسطاً تین، تین سال تک جن افراد نے سی۔ای۔او۔ کی حیثیت سے کام کیا ہے اس میں سے صرف تین سینئر سرکاری افسر تھے، پانچ سرکاری افسروں کے پاس اضافی چارج تھا اور باقی نوے (۹۰) افراد یا تو غیر سرکاری تھے یا اس میں سے چند بہت نچلی سطح کے سرکاری عملہ کے ماتحت لوگ تھے۔ اس سچائی کی مزید تصدیق کرتے ہوے راجیہ سبھا کے ڈپٹی چئیر مین جناب کے۔ رحمٰن خاں صاحب کے زیر قیادت مشترکہ پالیمانی کمیٹی نے ۲۰۰۸ء کی

اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ متعدد صوبوں کے وزراءِ اعلیٰ نے جے۔پی۔سی۔ سے اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ وقف بورڈ وں میں سی۔ای۔او۔ کی تقرّری کیلئے مسلمان افسر دستیاب نہیں ہوتے ہیں کیونکہ صوبہ میں مسلم افسروں کی بہت کمی ہے۔اسلئے ناتجربہ کار، نااہل، غیر سرکاری افراد کو سی۔ای۔او۔ تعینات کرنا پڑتا ہے۔یاد رہے کہ الحمدللہ ۱۹۵۴ء سے ہی وقف قانون میں لکھا ہے کہ وقف بورڈ کا سی۔ای۔او۔ مسلمان ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا: ''ایسا پایا گیا ہے کہ وقف بورڈ کا سی۔ای۔او۔ عموماً صوبائی افسر شاہی کے نظامِ مدارج میں اونچے رتبہ کا نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے وقف بورڈ کے مفاد کو نقصان پہونچتا رہتا ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ سی۔ای۔او۔ کل وقتی ہو اور صوبائی حکومت کے اعلیٰ افسروں کے ہم رتبہ ہو۔ بہترین صورت حال یہ ہوگی کہ کل ہند یا مرکزی سروسز (ڈیپوٹیشن پر) کا افسر وقف بورڈ کا سی۔ای۔او۔ ہو۔لہٰذا سخت ضرورت ہے کہ صوبائی وقف بورڈوں اور سنٹرل وقف کاؤنسل کے انتظام کیلئے افسران کا ایک نیا کاڈر (خصوصی تربیت یافتہ کلیدی عملہ) قائم کیا جائے۔ ان افسروں کو اسلامی قانون اور اردو سے واقفیت ضروری ہے کیونکہ اوقاف سے متعلق زیادہ تر دستاویز اسی زبان میں ہیں''۔

پتہ چلا کہ حکومت نے سچر کمیٹی کی ملک گیر تحقیق و سروے پر مبنی اس مدبّرانہ سفارش کو ردّ کر دیا۔ زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے حق اطلاع قانون کے تحت وزارت اقلیتی امور سے پوچھا کہ (ا) اس نامنظوری کی کیا وجہ ہے اور (ب) حکومت نے صوبائی وقف بورڈوں میں سی۔ای۔او۔ کی تقرری کی خاطر سینئر مسلم افسروں کی فراوانی کو یقینی بنانے کیلئے کیا متبادل طریقہء کار طے کیا ہے۔ پہلے سوال کے جواب میں وزارت نے لکھا کہ وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ حکومت نے سچر کمیٹی کی یہ اہم سفارش کیوں ردّ کر دی، کیونکہ تفتیش کا یہ مضمون 'اطلاع' کی تعریف میں نہیں آتا ہے۔دوسرے سوال کے جواب میں وزارت نے لکھا کہ

معاملہ اس کے زیرِ غور ہے۔ لیکن پچھلے پانچ‘ چھ سال میں اب تک وزارت کوئی متبادل طریقہ کار نہیں ڈھونڈ پائی ہے جس سے یہ گارنٹی ہو جائے کہ تمام صوبوں میں ہمیشہ وقف سی۔ای۔او۔ کی تعیناتی کیلئے مسلمان سینئر سرکاری افسر موجود رہے گا۔ پھر فاؤنڈیشن نے مرکزی انفارمیشن کمیشن کے سامنے اپیل کردی۔ وہاں سے وزارت اقلیتی امور کو حکم ملا کہ زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کے ذریعہ وزارت اپنی متعلقہ فائل کا معائنہ کروائے اور اسے ہر اس کاغذ اور دستاویز کی نقل دے جس کی وہ طلب کرے۔ اس معائنہ کا نتیجہ کیا نکلا یہ آگے پڑھیے۔

جب وزارت اقلیتی امور نے سچر کمیٹی کی رپورٹ پر اپنے حاشئے لکھنا شروع کئے تو اس بابت وزارت کے قائم مقام ڈپٹی سکریٹری جناب ویریندر سنگھ نے وقف کاڈر قائم کرنے کے متعلق لکھا کہ ’’ایسا کرنا قابل عمل نہیں ہے‘‘۔ اسی بنیاد پر وزارت کے ذریعہ تیار شدہ کیبنٹ نوٹ میں صرف ایک لائن لکھی گئی کہ ’’وقف کے لئے علیحدہ سروس کاڈر کی سفارش نہیں کی جاتی ہے‘‘۔ ڈپٹی سکریٹری ویریندر سنگھ کے مندرجہ بالا نوٹ اور اس ایک لائن کے کیبینٹ نوٹ کے علاوہ وزارت اقلیتی امور اور باقی ماندہ حکومت ہند کے پاس کوئی اور رکارڈ نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ یہ معاملہ کسی بھی اعلیٰ سطح پر کبھی بھی زیرِ غور آیا۔ وزارت اقلیتی امور سے دوبارہ بھی حق اطلاع قانون کے تحت معلوم کیا گیا لیکن ان کے پاس مزید کچھ بتانے یا دکھانے کا نہیں ہے۔ دریں اثنا وقف بل ۲۰۱۰ء لوک سبھا میں جلد بازی میں ۷ مئی ۲۰۱۰ء کو جمعہ کو ایک بجے دن میں پیش ہوا اور پاس ہو گیا۔ حالانکہ لوک سبھا کے مسلم ممبروں کے ایک گروپ نے وزیرِ اعظم کو لکھ کر دیا تھا کہ پہلے وقف بل انھیں دکھالیا جائے پھر لوک سبھا میں پیش کیا جائے اور اس خط کی نقل وزیرِ اقلیتی امور کو بھی پیشگی دیدی گئی تھی۔ بعد میں ایک موقع پر جب ایک مسلم سربراہی وفد نے وزیرِ اعظم سے وقف کاڈر کی بات کہی تو انھوں نے پی۔ایم۔او۔ کے سکریٹری جناب ایم۔این۔ پرساد کی طرف دیکھا جنھوں نے

فوراً مختصراً ایک دو جملہ میں وقف کاڈر تجویز کی بالکل ناحق و ناپائدار مخالفت کی اور بات وہیں ختم ہوگئی حالانکہ سکریٹری صاحب کی کوتاہ اندیش مخالفت کی بآسانی عالمانہ تردید کی جا سکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی سکریٹری صاحب ہیں جنھوں نے اس سے پہلے اقلیتی امور کے سکریٹری کی حیثیت سے اپنے قلم کی ایک جنبش میں بغیر کوئی وجہ بتائے ہوے سچر کمیٹی کی اس معقول ترین سفارش کو تحقیر آموز انداز میں ردّ کر دیا تھا اور انھیں نے کیبنٹ کیلئے تیار کئے گئے متعلقہ نوٹ پر بھی دستخط کئے تھے۔

جب وقف کے لئے علیحدہ کاڈر کے تعلق سے وزارت اقلیتی امور کی طرف سے راستے تنگ نظر آنے لگے تب زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے معاملہ میڈیا کے ذریعہ ملت اور اس کے بہی خواہوں کے سامنے اٹھانا شروع کیا۔ اس پر جناب سلمان خورشید نے ٹائمس آف انڈیا کی محترمہ آبنتکا گھوش کو ۳۰ جون ۲۰۱۱ء کو بیان دیا کہ ''ہم وقف کاڈر کے مخالف ہیں کیونکہ ہم اپنے ملک میں مسلمان باشندوں کیلئے الگ دنیا نہیں بنانا چاہتے ہیں''۔ اس کے ایک دن قبل انھوں نے ٹوسرکل ڈاٹ نٹ کے جناب محمد علی کو بیان دیا کہ ''اگر حکومت کے تحت مسلمان افسروں کا کاڈر ہو تو گیٹو ائیزیشن اور کسے کہتے ہیں؟'' یاد رہے کہ گیٹو ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان جرمنی کی ان بستیوں کو کہتے تھے جہاں یہودیوں کو قتل عام سے قبل زبردستی رکھا جاتا تھا، بعد میں یہ اصطلاح دنیا میں موٹے طور پر چند سماجی حالتوں کیلئے استعمال ہونے لگی جیسے کہ سماجی اور اقتصادی تنازعوں کی سبب غربت رسیدہ شہری علاقہ۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وزیر موصوف نے وقف کاڈر کی تجویز کو حقارت آمیز طریقہ سے موقوف کر دیا بظاہر اس بنا پر کہ ہندوستان میں کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کیلئے علیحدہ سروس کاڈر نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد ایک پچاس صفحہ کا مدلّل دستاویزی کتابچہ جس کے سرِ ورق لکھا ہے ''ہندو اِنڈاؤمنٹس سروس کی طرح انڈین وقف سروس قائم کی جائے: مسلمانوں کے ساتھ تعصب

Sb\2014\Nishat-e-S... Taalash\Border Final bj... d.

نہ کیا جائے'' زکوٰۃ فاؤنڈیشن کے ذریعہ شائع کیا گیا۔اسمیں متعدد صوبوں کے قوانین کے مکمل حوالے دئے گئے ہیں جن کی رو سے صوبوں میں برسہا برس سے ہندو مندروں اور انڈاؤمنٹس کی دیکھ بھال کیلیئے علیحدہ سرکاری سروس کاڈر ہیں جس میں شمولیت کے لئے امیدوار کا ہندو ہونا قانونی شرط ہے' صوبائی پبلک سروس کمیشنوں کے ذریعہ ان افسروں کی بھرتی ہوتی ہے' انھیں صوبائی سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی ہے اور وہ سرکاری مکانوں میں رہتے ہیں۔دوسری طرف بنارس کے کاشی وشوناتھ ٹرسٹ کے قانون کے بموجب اتر پردیش حکومت کے پانچ پرنسپل سکریٹری' وارانا سی کے ڈیویژنل کمشنر اور وارانا سی کے ضلع کلکٹر اس ٹرسٹ کے اراکین وعہدہ دار ہوتے ہیں۔لیکن قانوناً ان سب کا ہندو ہونا ضروری ہے۔قانون مین لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اگر ہندو نہیں ہے تو اس افسر کا قریب ترین ہندو سرکاری ماتحت اسکی جگہ ممبر یا عہدہ دار بنے گا۔اس دستاویزی کتابچہ کی نقلیں ملک کے تام متعلقہ ذمہ داروں کو' میڈیا کو اور بڑی بڑی لائبریریوں میں بھیج دی گئیں۔اس جامع جواب دعویٰ کے بعد وزارت اقلیتی امور کی جانب سے اس بابت کوئی مزید بیان نہیں دیا گیا۔

بعدازاں قومی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین جناب وجاہت حبیب اللہ نے ۳۰ نومبر ۲۰۱۱ء کو وزیر برائے اقلیتی امور کو اپنے خط میں لکھا: ''میں آپ کو زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کی عرضداشت بتاریخ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۱ء بھیج رہا ہوں جو خود وضاحت وتشریح سے پر ہے۔جس میں انھوں نے ایک نیا کاڈر بنانے کی تجویز دی ہے جس کے افسروں کو اسلامی قانون اور اردو کا علم ہو۔یہ بات سب لوگ مانتے ہیں کہ' بجز چند استثناء' وقف املاک کی دولت عموماً بدانتظامی کا شکار رہتی ہے۔جبکہ اسکا استفادہ ضرورت مندوں کو ہونا چاہئے تھا۔لٰہذا یہ مدعا سچر کمیٹی کے سامنے تشویش کا باعث رہا۔یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سچر کمیٹی کی رپورٹ پر ملک بھر میں کوئی بھی اعتراض نہیں ہوا ہے۔لٰہذا' ۲۲ نومبر کو اپنی میٹنگ میں قومی اقلیتی کمیشن نے فیصلہ کیا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Ki Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Talaash\Border Final bj... d.

ہے کہ اوقاف کے لئے ایک علیحدہ کاڈر بنانے کی سچر کمیٹی کی تجویز کی تصدیق اور پشت پناہی کی جائے۔ یہ کمیشن حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ بلاتفریق فرقہ ایک کل ہند وقف سروس کا نیا کاڈر قائم کیا جائے‘‘۔ اس سے قبل ۳۱ جولائی ۲۰۱۱ء کو راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئر مین جناب کے۔ رحمٰن خاں نے بھی ٹو سرکلس ڈاٹ نٹ کو بیان دیا کہ سنٹرل وقف کاؤنسل (ودیگر حکومتی شعبہ) کے زیر نگرانی وقف افسران کا نیا کاڈر قائم کیا جانا چاہئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ علیحدہ وقف کاڈر بنانے کا کوئی تعلق فرقہ وارانہ علیحدگی پسندی یا گیٹوائیزیشن سے ہرگز نہیں ہے۔ لیکن کل ہند وقف سروس کا قیام ابھی تک اس وجہ سے نہیں ہوا کیونکہ کروڑوں اہل ملت کا اس سلسلہ میں تغافل عارفانہ چل رہا ہے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں اوقاف خاموشی سے چیخ رہے ہیں کہ

خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

نیا وقف قانون: ابھی بھی کچھ ترمیمات ضروری ہیں

وقف ترمیمی بل ۲۰۱۰ کافی حیل وحجت کے بعد راجیہ سبھا میں بالآخر ۱۹ اگست ۲۰۱۳ء کو پاس ہوگیا۔ اس سے پہلے یہ بل مسلم قائدین اور راجیہ سبھا کے مسلم اراکین کی مخالفت کی وجہ سے سیلکٹ کمیٹی کے سپرد کردیا گیا تھا۔ سیلکٹ کمیٹی نے اس کا مطالعہ کرکے اصل ایشوز کو سمجھنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے اس مطالبے پر غور کیا کہ بل میں وقف سے متعلق سچر کمیٹی اور جسٹس مشرا کمیشن کی سفارشات کو شامل کیا جائے جو بہت اہم اور متوازن ہیں اور وقف قانون کو موثر بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ چنانچہ سیلکٹ کمیٹی کی تجاویز کی روشنی میں اقلیتی امور کی وزارت نے بل میں کافی کچھ ترمیمات متعارف کرائی ہیں اور سچر کمیٹی و مشرا کمیشن کی متعدد تجاویز کو اس بل میں شامل کیا ہے جسے اب قانون کی حیثیت مل چکی ہے۔ تاہم ابھی بھی کئی اہم تجاویز اس میں شامل ہونا باقی ہیں اور کچھ اہم نکات کو صحیح تر انداز سے درج کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کی طرف زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کے صدر ڈاکٹر سید ظفر محمود صاحب نے حکومت اور اراکین پارلیمنٹ کو میڈیا کے ذریعہ بروقت خبردار کیا ہے۔ حکومت سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ ان اہم نکات پر ذمہ داری کے ساتھ غور کرے گی اور وقف رولس ومحکمہ جاتی ہدایات کے ذریعہ یہ کمیاں پوری کرنے کی کوشش کرے گی تاکہ وقف املاک کے تحفظ اور فروغ کی راہ پوری طرح واضح اور آسان ہوجائے۔ ڈاکٹر ظفر محمود صاحب کے ذریعہ اٹھائے گئے نکات حسب ذیل ہیں۔

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

ا۔ ’’کوئی بھی لیز یا سب لیز رائج الوقت مارکیٹ ریٹ کے علاوہ کرایہ پر نہیں تفویض کی جائے گی۔

۲۔سینٹرل وقف کاؤنسل کا ایک کل وقتی سکریٹری ہوگا، جو مسلمان ہوگا اور اس کی تقرری مرکزی حکومت کاؤنسل کے ذریعہ تجویز کئے گئے تین ناموں کے پینل میں سے کریگی جس کے لئے سرکاری گزٹ میں نوٹی فکیشن جاری کیا جائے گا۔سکریٹری کا رتبہ حکومت ہند کے جوائنٹ سکریٹری سے کم نہ ہوگا، اور اس رتبہ کا مسلمان افسر دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مساوی رتبہ والا کوئی مسلم افسر ڈیپوٹیشن پر بلا کر مقرر کیا جائے گا۔سکریٹری کے اختیارات اور ذمہ داریوں کی وضاحت سینٹرل وقف کاؤنسل کے ضابطوں میں کی جائے گی۔

۳۔ جے پی سی یا سچر کمیٹی میں سے کسی کے بھی ذریعہ سفارش نہ کئے جانے کے باوجود نئے قانون میں ایک سال یا اس سے زائد عرصہ کی کسی بھی لیز تجویز کو وقف بورڈ کے ذریعہ حکومت کی منظوری کے لئے بھیجنے کا التزام کیا گیا ہے۔اس طرح لیز پر دینے کا عمل وقف بورڈ کے اختیارات کو کم کرکے پوری طرح حکومت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ بات مختلف مذاہب سے منسلک مذہبی مقامات کے سلسلے میں ملک میں رائج معیاری طریقوں کے صریحا خلاف ہے۔اس مجوزہ التزام کو نئے قانون سے حذف کئے جانے کی ضرورت ہے۔ فی الحال اس کے لئے وقف رولس اور محکمہ جاتی ہدایات سے کام چلایا جاسکتا ہے۔

۴۔سچر کمیٹی اور جے پی سی دونوں نے سفارش کی کہ وقف املاک کو کرایہ داری کی رائج بازاری شرح پر لیز پر دیا جائے۔ اس سفارش کا وقف قانون میں باقاعدہ طریقہ سے التزام کئے جانے کی ضرورت ہے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کوتاہی وقف املاک سے ہر سال حاصل ہوسکنے والے ہزاروں کروڑ روپے کے خسارے کا باعث ہوگی۔

۵۔سچر کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے بل میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ریاستی وقف بورڈوں کے سی ای او کا عہدہ جاتی مرتبہ کم سے کم ریاستی حکومت کے ڈپٹی سکریٹری کا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

ہوگا۔ جب کہ دوسری طرف بل میں ریگولیٹری پاور سینٹرل وقف کاؤنسل کو دی گئی ہیں جس سے وہ ریاستی وقف بورڈوں کی کارکردگی پر نظر رکھ سکے گی۔ تاہم سینٹرل وقف کاؤنسل کے سکریٹری کے عہدہ جاتی مرتبہ کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اس وجہ سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ وقف کاؤنسل کا سکریٹری بعض اوقات ریاستی وقف بورڈ کے سی ای او سے بھی کم رتبہ کا ہو۔ ایسی صورت میں یقیناً دشواریاں پیدا ہوں گی۔ اس گڑ بڑی کو درست کرنے کے لئے سچر کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ سینٹرل وقف کاؤنسل کے سکریٹری کا رتبہ کم سے کم حکومت ہند کے جوائنٹ سکریٹری کا ہو۔ لیکن نئے قانون میں سکریٹری کے رتبہ کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اب یہ ترمیم کرنے کی ضرورت ہے کہ وقف کاؤنسل کا سکریٹری کم سے کم حکومت ہند کے جوائنٹ سکریٹری سطح کا افسر ہوگا۔ اس کے لئے وقف رولس اور محکمہ جاتی ہدایات کا سہارا لیا جانا چاہئے۔ اسی سے وہ ریاستی وقف بورڈوں کے سی ای او کی نگرانی موثر طریقہ سے کرنے کا اہل ہوگا۔

Sb\2014\Nishat-e-S laash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final
bj ... d.

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

RSS ایک ویب سائٹ پر بھیا جی جوشی کا پیغام لکھا ہے کہ وہ نئی حکومت کو تہنیت پیش کرتے ہیں اس اُمید کہ ساتھ کہ وہ سماجی و مذہبی تفریق سے اوپر اُٹھ کر اور بھید بھاؤ اور عدم مساوات والے برتاؤ سے آزاد ہو کر استحصال سے خالی اور حسنِ تناسب سے بھرپور سماج کی تعمیر کرنے میں یکسوئی سے کام کرتی رہے گی۔ ان الفاظ کی خوبصورتی پر غور ہو ہی رہا تھا کہ نظر پڑی اخبار میں RSS پرچارک وشکشا سنکسرتی اُتھان نیاس کے ذمہ دار دینا ناتھ بترا کے بیان پر کہ انہوں نے نئے وزیراعظم کو خط لکھا ہے کہ سیاسی تبدیلی ہو چکی اب ملک میں تعلیم کی تعمیر نو جائے۔ اسکولی نصاب کی سب کتابیں بدل دی جائیں، تعلیم اطفال کا نیا فن جاری کیا جائے، نئے اخلاق کی نئی کائنات بنائی جائے۔ اخبار نے یہ بھی لکھا کہ اس سے قبل والی این ڈی اے والی حکومت میں انہی بترا صاحب نے تعلیم میں زعفرانی تبدیلی کی تھی جبکہ سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ بچوں کے تشکیلی برسوں کے دوران ان پر سب سے دیرپا اثر اسکول کی نصابی کتابوں کا ہوتا ہے۔ اگر نصابی کتابوں میں مختلف طبقوں کی اہمیت کا برابر اظہار نہ ہو یا کچھ خاص فرقوں سے متعلق ہتک آمیز باتیں ہوں تو اندیشہ رہتا ہے کہ ان فرقوں کے بچے دیگر وسیع تر معاشرہ سے الگ تھلک جا پڑیں گے۔ نصابی کتابوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی مذہبی عدم برداشت کے بیج بونے اور تعصب پیدا کرنے کے بارے میں

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final
bj.jpg ... found.

حساسیت کم کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہیں جبکہ نصابی کتابوں کا مقصد بالکل اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ لہٰذا سچر کمیٹی نے سفارش کی کہ نصابی کتابوں کے مشمولات کی قدر پیمائی (Revaluation) کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ انہیں تمام ایسے مضر مواد سے پاک کیا جا سکے، جس سے نامناسب سماجی اقدار، بطورِ خاص مذہبی نارواداری کی تبلیغ ہوتی ہو۔

دوسری طرف ارون شوری نے الیکشن کے نتائج نکلنے کے بعد این ڈی ٹی وی پر انٹرویو میں وقف قانون کی اس شق پر سخت اعتراض کیا کہ وقف جائدادوں کا کرایہ اگر بازاری ریٹ سے نہیں مل رہا ہے تو لیز کی تجدید بازاری قیمت پر ہونی ہے ورنہ جائداد کو خالی کرنے کو کہا جائے۔ انہوں نے NDTV سے کہا کہ آپ کے اسٹوڈیو کی یہ عمارت اگر کرایہ پر ہے تو کیسے ممکن ہے کہ مالک مکان کبھی بھی کہہ دے کہ اسے خالی کیجئے۔ لیکن اگر یہ وقف جائداد ہوتی تو مجسٹریٹ کی ڈیوٹی ہوتی کہ زبردستی اس کو خالی کروائے۔ گویا کہ شوری صاحب اپنی ذاتی قابلیت کے باوجود بغیر قانون کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش کے ملک کے مشہور ٹی وی پر بیٹھ کر غیر مسلموں میں مسلمانوں کے خلاف بے جا ناپسندیدگی پیدا کرنے کا کام کر رہے تھے جبکہ پورا ملک خوب جانتا ہے کہ وقف جائدادیں بہت معمولی کرایہ پر (یعنی کہ عموماً کرایہ کے رواں بازاری ریٹ کے 100 ویں حصہ یا اس سے بھی کم پر) کرایہ داروں کے پاس عرصے سے ہیں۔ جس سے وقف کرنے کا مقصد فوت ہو رہا ہے اور اوقاف سے استفادہ لینے والے غریب و نادار لوگوں کا حق مارا جا رہا ہے۔ اس لیے ترمیم شدہ وقف قانون وضابطوں میں کہا گیا کہ کسی لیز کی میعاد اگر ختم ہو چکی ہے اور اس لیز کی تجدید وقف بورڈ نے نہیں کی اور تب بھی کرایہ دار اس جائداد پر ناجائز طور سے قابض ہے تو وقف بورڈ اس کرایہ دار سے وقف جائداد کو قانون میں لکھے ہوئے طریقہ کے ذریعہ خالی کروا سکتا ہے، جس میں مجسٹریٹ کو بھی مدد کرنی ہوگی۔ یہی کاروائی عوامی احاطہ قانون (Public Premises Act) کے تحت بھی ہوتی ہے لیکن وقف کے معاملہ میں ارون شوری صاحب نے ان کو اس طرح پیش کیا گویا

مسلمانوں کی ناز برداری ہو رہی ہے اور وہ اس کے خلاف آواز اُٹھا رہے ہیں۔

سنگھ پریوار کے ان دونوں مسلم مخالف بیانوں کو سمجھنے کے لیے یاد کرنا ہوگا کہ حالیہ لوک سبھا الیکشن کے دوران نریندر مودی صاحب نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ الفاظ اور اندازِ گفتگو سے مسلمانوں کی تضحیک کا پیغام ہندو عوام میں جائے لیکن الفاظ پر ایسا قابو رکھا جائے کہ کوئی قانونی گرفت نہ ہو سکے۔ مثلاً ہندو راشٹر وادی، کتے کے پلے اور سیکولرزم کے برقع والے ان کے بیانات۔ اس سے مقصد تو حل ہو گیا اور ہندو ووٹ متحد ہو گئے۔ حبِّ علی سے زیادہ بغض معاویہ میں۔ مودی صاحب کی اس پالیسی کے لیے اور خصوصاً ان کے کتے کے پلے والے بیان کے بارے میں IBN7 نے 14/ جولائی 2013 کو کہا تھا اور اپنی ویب سائٹ پر لکھا تھا کہ ''وکاس کے ایجنڈے میں ہندتو کا تڑکا لگانے والا یہ بیان کیا مودی نے واقعی سوچ سمجھ کر نہیں دیا تھا؟'' جس کو ہم اردو تہذیب میں دال میں بگھار دینا کہتے ہیں، اسی کو ہندی میں تڑکا لگانا کہا جاتا ہے۔ اب الیکشن ختم ہو گئے، مودی صاحب کی پالیسی کو کامیابی ملی اور ان کی سرکار بن گئی۔ الیکشن سین پر پردہ گرتے ہی اور خود وزارت عظمیٰ کی کرسی تک اپنی چہل قدمی کے دوران ہی مودی صاحب میں بظاہر زبردست تبدیلی آنی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کے سلسلہ میں کانٹے میں چارہ لگانے کا سلسلہ بھی تھم گیا۔ نواز شریف کو ہندوستان آنے کی دعوت دے کر غالباً ملک و دنیا کو یہ پیغام دینا مقصد تھا کہ اب سمجھی بوجھی تلخی کی جگہ مفاہمت کی کوشش نے لے لی ہے۔ لیکن علم طبعیات (Physics) کا ایک تصور ہے 'قوتِ رفتار' جسے انگریزی میں کہتے ہیں Momentum۔ کوئی شے جب رفتار پکڑ لینے کے بعد رکنا چاہتی ہے تو بھی اس کو اس کی قوتِ رفتار فوراً رکنے نہیں دیتی ہے۔ غالباً اسی قوتِ رفتار کے شکار ہیں ارون شوری جیسے بی جے پی کے لوگ۔ دوڑنے والے صاحب رکنا چاہتے ہیں لیکن قوت رفتار کی طبیعت کو کیا کہیے۔

ملت کے اکابر اور بہی خواہوں کے لیے ضروری ہے کہ گہری نظر رکھیں اور اگر کوئی قابل

اعتراض قدم کبھی اٹھایا جائے یا اس کا شائبہ ہو اس کی بھرپور گرفت آئینی دائرے کے اندر اس طرح ہو کہ سیاسی گلیاروں میں اس کی گونج ہو جائے۔نئی حکومت کو سمجھ لینا ہوگا کہ مسلمان چاہتے ہیں کہ نواز شریف کو بیشک وہ نہ بلائیں لیکن اسکول کی نصابی کتابوں سے چھیڑ چھاڑ نہ ہونے دیں اور وقف املاک کے تحفظ اور ان کی پاسداری میں دقتیں نہ آنے دیں۔کل انڈیا گیٹ پر IBN7 کے لوگ مسلمانوں سے معلوم کر رہے تھے کہ نئی حکومت سے انہیں کیا اُمیدیں ہیں۔ جواب میں نوید حامد صاحب نے پوچھا کہ اگر ملک میں مودی لہر ہے تو شاہ نواز حسین ہی کیوں ہارے؟ انہوں نے یہ بھی رائے دی کہ اگر مودی صاحب وڈوڈرا کی پارلیمانی نشست چھوڑنے جا رہے ہیں تو وہاں سے کسی مسلمان کو جتا کر لائیں تا کہ بی جے پی کا کم از کم ایک ایم پی تو مسلمان ہو لیکن وڈوڈرا میں تو حالات یہ ہیں کہ مودی صاحب کی تاج پوشی کے ساتھ وہاں نمو چائے کے ساتھ فلافل بھی مل رہے ہیں بقول اخبار ''ہندوستان کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات میں گرم جوشی کا جشن منانے کے لئے''، پارلیمنٹ میں اپنے حق میں نمبر تو لا کے دکھادئے، مودی صاحب نے، انہیں مبارک ہو، اب باری ہے مسلمانوں کے تئیں اپنا ظرف دکھانے کی۔حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ بہادری کشتی جیتنے میں نہیں ہے بلکہ بہادری ہے جیتنے کے بعد ہارنے والے کے لیے بڑا دل رکھنے میں، یہی پیغام ویدوں کا بھی ہے۔

ساتھ ہی ہمیں بھی سمجھنا ہوگا کہ دنیا میں ایک تہائی اُمت محمدیؐ اقلیت کے طور پر رہتی ہے۔پھر بھی اگر امت اندر سے مضبوط اور متحد ہے تو اس کی باہر سے بھی قدر و منزلت ہوگی۔ ملی اتحاد کا ہمیں قرآنی حکم ملتا ہے، سورۂ فاتحہ میں ہم اللہ سے کہتے ہیں کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ دونوں مقامات پر ''ہم'' کا لفظ آیا ہے یعنی جمع کا صیغہ نہ کہ 'میں'۔اسی اتحاد کی بنیاد پر ہمیں جذبات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی حکمت عملی بنا کر اس پر عمل پیرا رہنا ہوگا۔ملک عزیز کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں ہمیں غور و

خوض کر کے اپنے رخ میں بھی تشریقِ نو (Reorientation) اور تدبیری تبدیلی (Repositioning) کرنی ہوگی۔ موجودہ تند ہواؤں سے بجائے گھبرانے کے ہمیں یہ پہچان لینا ہوگا کہ یہ تو ہمیں اونچا اُڑانے کے لیے چل رہی ہیں۔ ہمیں احساسِ مظلومیت سے اپنے کو مفلوج نہیں ہونے دینا ہے۔ حضورؐ غارِ حرا میں جاتے تھے روحانیت کی تلاش میں لیکن انہیں سب سے اوّل پیغام ملا امت کی تعلیم کا۔ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر گئے، ان کے علم کی وجہ سے لیکن لسانی دقت کی وجہ سے ہم اللہ کے پیغام کو اپنے نوجوانوں تک نہیں پہنچا پا رہے ہیں۔ اگر ائمہ وخطبا حضرات نے کمپیوٹر اور آئی پیڈ کا استعمال کرنا نہیں شروع کیا تو وہ ملت کو پہلی وحی والے پیغام قلم کو تیزی سے نہیں پہنچا پائیں گے۔ قرآن کے بنیادی تصورات کو ہمیں ذہن نشین کرنا ہوگا: بین المذاہب ہم آہنگی کا پیغام، قل العفو کا پیغام، اجتماعیت کا پیغام، عمل صالح کا پیغام، خود احترامی، خود اعتمادی، خود نگہبانی، خود وثوقی اور خود مختاری کا پیغام، فرض شناسی کا پیغام اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے کا پیغام۔ یاد رکھیے ذاتی جوہر، قابلیت اور وصف کا دنیا کی نظروں میں کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح ہم علامہ اقبال کے نسخہ پر آسانی سے عمل کر سکیں گے:

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

ہمارا تقاضۂ نگہداشت

دوارکا پیٹھ کیشنکراچاریہ سروپانند جی کے اس بیان پر کہ سائیں بابا خدا نہیں ہیں لہٰذا ان کی پوجا نہیں کی جانی چاہیے، ہندو سماج میں تنازعہ شروع ہو گیا ہے۔ سائیں کے بھکت کہہ رہے ہیں کہ ہندو مذہب میں مکمل آزادی ہے کہ جس کی چاہے پوجا کرو اور یہ ان کا حق ہے۔ سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ مندروں میں دیگر بھگوانوں کے ساتھ سائیں کی مورتی بھی لگی ہے اور وہ بھی بھگوانوں سے بڑے سائز کی؟ اس پر میڈیا کے ہندو اینکر پوچھتے ہیں کہ کیا مورتی کے سائز سے بھگوان کا درجہ مقرر ہوتا ہے؟ بحث کے دوران ایک ٹی وی اینکر نے چیلنج کیا کہ برہما، وشنو، مہیش میں کون سب سے بڑا ہے؟ سناتن دھرمیوں نے الزام لگایا کہ سائیں کے نام پر چڑھاوے کی آمدنی کی وجہ سے سائیں کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے، تو پلٹ وار ہوا کہ بھارت کے پراچین مندروں میں تو اور بھی زیادہ چڑھاوا آتا ہے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ سروپانند کانگریسی آچاریہ ہیں، کانگریس الیکشن ہار گئی اس لیے یہ شوشہ چھوڑا گیا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ سائیں کے والدین کا نام بتایا جائے کیونکہ اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ مسلمان تھے جبکہ مسلم علماء و مفتیانِ کرام نے واجب اعلان کر دیا کہ اسلام میں سائیں کا کوئی بھی مذہبی مقام نہیں ہے۔ سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ اگر مسلمان ہی سائیں کو نہیں مانتے تو ہندو کیوں مانیں؟ یہ بھی کہا گیا کہ سائیں کو ہندو دھرم میں جگہ دینا سناتن دھرم کا اسلامی

Sb\2014\Nishat-e-S... Taalaash\Border Final bj... d.

کرن ہے۔سروپانند نے یہ بھی سوال اٹھایا کہ سائیں نے کہا تھا کہ سب کا مالک ایک ہے تو پھر بدھ اور جین مذہب کے لوگ الگ الگ خداؤں کی پوجا کیوں کرتے ہیں؟ سنتوں نے افسوس ظاہر کیا کہ مذہب پر گرما گرم بحث ٹی وی چینلوں پر جارحانہ انداز میں ہورہی ہے۔

ملت کے لیے یہ عبرت کا مقام ہے، ہمیں بھی اندرونی نگہداشت کرنی ہوگی کہ خدانخواستہ کہیں ہم بھی تو اسی ڈھرے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں، اگر اس کا ذرا بھی احتمال ہو تو اکابرین ملت کو بروقت تحفظ ماتقدم کی کارروائی (Preemptive measures) کر لینی چاہیے۔

موجودہ صورت حال سے ملت کو ایک اور بھی اہم سبق ملتا ہے۔اگر غور کیا جائے تو اہل وطن کے ذہنوں میں فی الوقت تقریباً اسی طرح کے سوالات جنم لے رہے ہیں جیسے حضرت ابراہیمؑ کے ذہن میں اُٹھے تھے جس کا ذکر سورۂ الانعام کی آیت نمبر 80-75 میں ہے۔ تاریک رات میں ستارے غائب ہوجانے نے انہیں یہ سبق ملا کہ خدا زائل نہیں ہوسکتا۔پھر چاند بھی ڈوب گیا تو اس کی الوہیت کا امکان بھی انہوں نے خارج کردیا۔طلوع ہوتا ہوا سورج انہیں سب سے بڑا دِکھا لیکن وہ بھی غروب ہوگیا تو وہ کہنے لگے، اے میری قوم! میں تو دست بردار ہوتا ہوں تمہارے ان تمام معبودوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔اب میں نے تو اپنا رخ کرلیا ہے اُس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس طرح میں شرک سے توحید کی طرف آتا ہوں۔معلوم ہوا کہ ہمارے جدّ امجد حضرت ابراہیمؑ کے لیے تو اللہ نے خود ہی صراطِ مستقیم کی نشاندہی کردی تھی اور اس کے بعد متعدد پیغمبروں کے ذریعہ انسانیت کو ہدایت دی لیکن اُمت محمدیؐ کی ذمہ داری مقرر کردی اب آگے یہ کام تم کروگے۔تو کیا ہم یہ ذمہ داری نبھا رہے ہیں؟ یاد رہے کہ پیغام دین کے لیے زبان سے کام لینے کے علاوہ خود کا برتاؤ، چال چلن اور اعمال بھی مفید ہوتے ہیں۔علامہ اقبال وضاحت کرگئے ہیں کہ ’تیری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے‘

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

اس کے باوجود مقامِ افسوس ہے کہ مغربی طاقتوں کی برسوں پرانی سوچی سمجھی سازش کے ہم اس وقت عراق میں شکار ہورہے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے مسلم ممالک کے حاکموں کی خودغرضی کا جس کے لئے انہوں نے ملت کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ ان میں برا ہیمی نظر نہیں پیدا ہوئی بلکہ ہوس نے چپکے چپکے ان کے سینہ میں تصویریں بنا رکھی ہیں۔ سیاست سے دین جدا ہو جاتا ہے تو صرف چنگیزی ہی رہ جاتی ہے۔ خدارا اپنے اپنے وطن میں یہ سب مت ہونے دیجئے، ہمیں باہمی اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی اور حکمت عملی سے کام لینا ہے۔ ہم سب کے نبی حضور اکرمؐ اور ان کے چہیتے داماد حضرت علیؑ نہ شیعہ تھے نہ سنی۔ تو ہم کیوں سامراجی طاقتوں کے جال میں پھنسیں، ہمیں تو مکمل ضابطہ حیات ملا ہوا ہے۔ ہمیں تو بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جانا ہے۔

ادھر ہمارے مشرقی ہندوستان کے صوبہ آسام میں دسیوں ہزار مسلمان جانوروں سے بھی بدتر حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ بھوٹان سرحد کے قریب واقع بوڈولینڈ ٹیریٹوریل ایریا ڈسٹرکٹ (BTAD) کے ضلع بکسا میں نرانگوری اور کھگراباڑی گاؤں میں سب باشندے بنگالی زبان بولنے والے مسلمان ہیں، انہیں ''چائے والے قبائل'' (Tea Tribes) سے بھی کیا جاتا ہے، ان کے آباواجداد تقریباً دوصدی قبل سے چائے کے باغات میں مزدوری کرتے آئے ہیں۔ یہ ہندوستان کی آبادی والا آخری علاقہ ہے، اس کے بعد بھوٹان تک 25 کلومیٹر گہرا گھنا جنگل ہے۔ یکم مئی 2014 کو گاؤں کے مرد کام پر گئے ہوئے تھے۔ صرف عورتیں، بچے اور چند ضعیف اشخاص ہی گاؤں میں تھے۔ دوپہر کے وقت اچانک 40-30 آدمی مشین گنیں لے کر آئے اور قتل عام شروع کر دیا۔ عورتیں بچوں سمیت بیکی ندی کی پرآشوب موجوں میں کودنے پر مجبور ہوگئیں۔ نتیجتاً 45 لوگ جاں بحق ہوئے، اور 10 لاپتہ ہوگئے۔ اس کے بعد گاؤں کے 70 مکان جلا کر خاک کر دیے گئے۔ ایف آئی آر بہ مشکل تمام سے درج ہوئیں بھی تو ان میں سے ملزمین کے نام حذف کر دیے گئے۔

صوبائی حکومت نے وعدہ کیا کہ عدالتی جانچ ہوگی جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ گویا سنوائی سے قبل ہی مقدمہ کا اختتام۔ خوفزدہ پناہ گزین ندی کے پار مہین پلاسٹک کی شیٹوں کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، بارش میں تو اور بھی برا حال ہونا ہے۔ ہر خاندان میں موت کا سکوت ہے۔

یہاں بیس برس قبل 1994 میں بھی اسی طرح کا حملہ ہوا تھا۔ اس کے بھی دس برس قبل 18رفروری 1983 کو نیلی علاقہ میں 2000 بنگالی مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور 371 بچے یتیم ہوگئے تھے۔ اب تک ایک بھی ملزم کو سزا نہیں ملی ہے۔ آسام کے وزیر اعلیٰ ترون گوگوئی کا کہنا ہے کہ حملہ آور ممنوعہ جنگجو تنظیم نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ آف بوڈو لینڈ (NDBF) کے لوگ تھے لیکن چشم دید گواہ بچوں نے بتایا کہ حملہ کرنے والے BTAD کے تحت مقامی جنگلات کے سرکاری گارڈ تھے جن کو وہ خوب پہچانتے ہیں۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ اس حملہ کا تعلق الیکشن سے تھا، اس طرح مسلمانوں کو خوف زدہ کر کے تنبیہ کی گئی تھی کہ وہ غیر بوڈو اُمیدوار کو ووٹ نہ دے کر بوڈو اُمیدوار کو ووٹ دیں۔ مرکزی حکومت اور بوڈو موومنٹ کے لیڈروں کے درمیان 1985 میں جو معاہدہ ہوا تھا دراصل وہ تمام ملزمین کے لیے عام معافی کے مترادف ہے، اس سے نسل کشی کو ترغیب ملتی ہے۔ بوڈو مرکزی خطہ کے کوکرا جھار، بونگئین گاؤں اور بکسا میں پناہ گزینوں کی ایک سے زیادہ نسل کیمپوں میں پل بڑھ کر جوان ہوئی ہے۔

بوڈو ٹیریٹوریل کاؤنسل (BTC) کے 46 ممبروں میں سے 30 (یعنی 68%) بوڈو لوگوں کے لیے ریزرو ہیں جبکہ وہ آبادی کا صرف 30% ہیں۔ اس طرح بوڈو لوگوں کو اپنے تناسب سے بہت زیادہ بے لگام اختیارات ملے ہوئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ اس سلسلہ میں اس لیے کچھ نہیں کرتے کیونکہ ان کی حکومت کا دارومدار بوڈو کی حمایت پر ہے۔ دہلی کے مرکز برائے تجزیہ راہِ عمل کی اصلیت دریافت کرنے والی ٹیم (Fact-finding Team of

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

(Centre for Policy Analysis) میں آنند سہائے، انورادھا شنائے، ہرش مندر اور سیما مصطفیٰ شامل تھے، انہوں نے متاثرہ علاقہ کا دورہ کیا اور اپنی رپوٹ میں تجویز پیش کی ہے کہ علاقہ کے بچوں اور بڑوں کی نفسیاتی وسماجی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ خصوصی مجسٹریٹوں کے ذریعہ کیمپوں میں ہی فوجداری قانون (CRPC) کے تحت متاثرہ افراد کے بیان درج کیے جانے چاہئیں۔ میعاد بند منصوبہ کے تحت علاقہ سے تمام غیر لائسنس شدہ اسلحہ ضبط کیا جانا چاہیے۔ بوڈولینڈ معاہدے پر نظر ثانی کی جانی چاہیے کیونکہ وہ آپسی بٹوارے کا تشدد آمیز آلہ بن گیا ہے۔ ایک خصوصی کمیشن کی تشکیل ہونی چاہیے جو صوبہ میں فروغ تعلیم، کورس کی کتابیں، اساتذہ کی ٹریننگ اور متعدد فرقوں کے مابین باہمی افہام وتفہیم اور احترام کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ادارہ ساز اقدامات کرے۔ وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں بیان دیا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کے پچھڑے ہونے کی ان کو بہت فکر ہے اور اگر جسم کا ایک حصہ کمزور ہو تو پورا جسم کمزور ہی مانا جائے گا، اس کے ازالہ کے لیے ان کی حکومت مخصوص اسکیمیں بنائے گی۔ تو سب سے کمزور تو ملک کا مشرقی حصہ ہے جو پہلے ہی زخموں سے چور ہے، پھر اس پر مزید چوٹوں پر چوٹیں لگتی جاتی ہیں۔ ان کی سیاسی جماعت کے منشور میں شمال مشرق پر خصوصی توجہ دینے کا وعدہ بھی ہے۔ لہٰذا آسام کیسے یارومددگار لوگوں کی حق تلفی ختم کروانے کے لیے بھی مسلمانانِ ہند کو اپنے آپ کو اجتماعیت کے ساتھ اندر سے مضبوط کرنا ہوگا۔ بی جے پی کے نومنتخب ممبران پارلیمنٹ کو خطاب کرتے ہوئے اڈوانی صاحب نے ان سے کہا تھا کہ وہ 2019 کے الیکشن کی تیاری شروع کر دیں۔ ایسا تو نہیں کہ ہم پھر پچھوے ہی رہ جائیں۔ اگر نہیں تو آیئے اقبالؔ کی تلقین پر عمل کریں:

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

وزیراعظم کی زیتونی شاخ اور ہم

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صدر جمہوریہ کے خطاب سے متعلق ایوان میں بحث کے اختتام پر وزیراعظم نریندر مودی نے یہ تسلیم کرلیا کہ ملک میں مسلمان دیگر لوگوں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسے مسلم خاندانوں سے واقف ہیں جو تین پشتوں سے سائیکل کی مرمت ہی کرتے آرہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کی ایسا ناگفتہ بہ حالت پر افسوس کا اظہار بھی کیا۔ انہوں نے کہا ان حالات میں سدھار کے لیے ہمیں مرکوز کارروائی (Focused Activity) کرنی پڑے گی اور مخصوص اسکیموں کو آگے بڑھانا ہوگا۔ مودی صاحب نے اپنی تبدیل شدہ پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے وزیراعظم کی حیثیت سے کہا کہ میں (مسلمانوں کی فلاح کے لیے بنائی گئی) ان مخصوص اسکیموں کو مسلمانوں کی ناز برداری نہیں مانتا ہوں بلکہ میں ان اسکیموں کو مسلمانوں کی زندگی میں بدلاؤ کے طور پر دیکھتا ہوں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''جسم کے کسی بھی حصہ میں نقص ہو یا وہ کمزور ہو تو پورا جسم کمزور رہے گا، جسم کے سبھی حصے جب برابر مضبوط ہوں گے تبھی پورا جسم طاقتور رہ سکتا ہے، اسی بنیادی جذبے سے ترغیب لے کر ہمیں کام کرنے کی ضرورت ہے اور ہم یہ کام کرنے کے پابند ہیں۔''

الیکشن کی تقاریر کے دوران مودی صاحب کا مختلف اوتار تھا جب وزارتِ عظمیٰ کے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S... aash\Border Final bj... d.

اُمیدوار کی حیثیت سے ان کے قول وفعل سے ملّت کوکئی دفعہ قلب خراشی محسوس ہوئی۔لیکن فی الوقت ملّی بیداری کا تقاضہ ہے کہ وزیر اعظم کے بظاہر جذبہ صلح کی حسن افروز پیشکش کو مخلصانہ مان لیا جائے اور انہیں معقول موقع دیا جائے کہ وہ اپنے ابتدائی وعدے کو حقیقی عمل آوری میں تبدیل کریں۔ کیونکہ اگر ہم نے سخت رخ اپنایا اور جائز طور پر ہی سہی لیکن ہم روٹھے رہے تو خدانخواستہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا سکتی ہے جیسے کہ 1950-1947 کے دوران آئین ہند کی تدوین وترتیب کی ذمہ دار قومی قانون ساز اسمبلی اس وقت مسلمانوں کو مدعو کرتی رہی لیکن زیادہ تر افراد اس میں شامل نہیں ہوئے، جس کا خمیازہ ملت کو اب تک بھگتنا پڑ رہا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم حکومت وقت کے مخصوص مزاج اور اس کی نشو ونما پر عقابی نظر رکھیں کہ کس حد تک وہ اپنے کو سنگھ پریوار کی زیر سطح روش سے اثر انداز ہونے دیتی ہے۔لوک سبھا الیکشن 2014 کے لیے BJP کے منشور میں درج ہے کہ وہ ملک میں ایسی پرامن اور محفوظ آب و ہوا پیدا کرے گی، جس میں خوف پیدا کرنے والے لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔اس وعدے کے پیش نظر غور طلب ہے کہ نئی حکومت کے قیام کے بعد 3-4 ہفتوں میں ہی پونے کے تکنیکی ایکسپرٹ مشتاق شیخ کا قتل مبینہ طور پر ہندو راشٹر سینا نے کر دیا اور یو. پی. میں لوک سبھا کے شکست یافتہ امیدوار نریش ٹکیت نے تنبیہ کر دی ہے کہ ''مظفر نگر تو صرف نمونہ تھا ہم تمہیں (غالباً مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے) ملک سے باہر بھی نکال پھینک سکتے ہیں۔'' لیکن مرکزی حکومت نے اب تک ایسا کوئی اقدام نہیں کیا جس سے لگے کہ وہ منشور میں کئے گئے اپنے وعدے پر عمل کر رہے ہوں۔

اس سیاسی وسرکاری بے عملی کی گرفت کرنے کے ساتھ ایک اعلیٰ اقدار والی اقلیت کے طور پر ہمیں اپنی استعداد کا مظاہرہ کرنا ہوگا کہ ہم اپنے جذبہ موحدانہ اور منفرد مزاج وطن کا عادلانہ امتزاج اور قومی اتحاد وتفرق کے مابین باہمی اثر ونفوذ قائم کر سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ہمیں تحقیق کرنی ہوگی کہ وقت کی نزاکت ہمیں بین ثقافتی سمجھ بوجھ اور سماجی ہم آہنگی کو

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

فروغ دینے کا کیسا عجیب وغریب موقع فراہم کررہی ہے اوراس مقصد سے کیا وہاں دیانت، گفت وشنید، حصہ داری اور استغراق کی گنجائش ہے؟ پچھلے برس میں نے فرانس میں منعقد 6 براعظموں پر مشتمل 20 ایسے ممالک کے کنونشن میں ہندوستان کی نمائندگی کی تھی جہاں مسلمان غالب اقلیتھیں کنونشن میں اتفاق رائے سے کہا گیا تھا کہ کرۂ ارض پر بدلی ہوئی موجودہ صورتحال ملت اسلامیہ کو اختیار دیتی ہے کہ وہ دنیا میں مشترک زندگی گزارنے کے باہمی تعامل کا اقرار کرے کیونکہ ہم قرآنی ہدایت (55:10) سے خوب واقف ہیں: (مفہوم)

''زمین کو پروردگار نے سب مخلوقات کے لیے بنایا ہے۔''

اب جبکہ مودی صاحب کے پاس ملک کی کمان ہے اور وہ پارلیمنٹ کے فرش پر اپنے عہد کا اظہار کر چکے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے پچھڑے پن کو دور کرنے کے لیے مخصوص اقدام کریں گے تو ملت کو انہیں آگاہ کردینا چاہیے کہ اصل میں مندرجہ ذیل کام ہونے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کو ملک میں ان کے حقوق واپس ملیں اور انہیں ان کا وقار لوٹایا جاسکے: (i) جسٹس سچر کمیٹی کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے وزارتِ داخلہ کو نیا حد بندی کمیشن فوراً تشکیل دینا چاہیے، اس ہدایت کے ساتھ کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے جن انتخابی حلقوں میں مسلمان بہت زیادہ ہیں اور وہاں شیڈیولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم ہیں، انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جائے اور ان کے بجائے ان حلقوں کو ریزرو کیا جائے جہاں شیڈولڈ کاسٹ بہت زیادہ ہیں اور مسلمان بہت کم ہیں۔ (ii) سپریم کورٹ میں 5-4 برس سے زیر التوا مقدموں میں جن میں عیساؤں اور مسلمانوں نے 1950 کے صدارتی حکم نامہ میں سے پیراگراف 3 (شیڈیولڈ کاسٹ کی تعریف میں مذہب کی قید) کو حذف کرنے کا دعویٰ پیش کیا ہے، ان مقدموں میں وزارت قانون کو اپنا بیان حلفی بغیر مزید تاخیر کے دائر کردینا چاہیے۔ (iii) انڈین وقف سروس قائم کی جانی چاہیے، ٹھیک اسی طرح جیسے متعدد ریاستوں میں ہندو مندروں اور پرتشٹھانوں کے انتظام وانصرام کے لیے ریاستوں کے قوانین کے رو سے ہندو سینئر عہدہ

داران کو حکومت بھرتی کرتی ہے۔(iv) وزارتِ فروغ انسانی وسائل کو سچر کمیٹی کی سفارش (Statement 12.1) کا نفاذ کرنا چاہیے، جس میں کہا گیا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ کے لیے متبادل طریقہ کار بنایا جائے، جس میں ذاتی قابلیت کی اہمیت 60% اور اُمیدوار کے بچھڑے پن کی اہمیت 40% مانی جائے۔(v) وزارتِ داخلہ کے احکامات کے تحت دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ افراد کے احکامات کے تحت دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ افراد کے مقدموں کے تصفیہ کے لیے میعاد بند فاسٹ ٹریک کورٹ تشکیل دی جائیں اور دہشت گردی کے الزامات سے عدالتوں کے ذریعہ بری ہوجانے والے ہر شخص کو پچاس لاکھ روپے معاوضہ بطور حرجانہ ادا کیا جائے۔ (vi) وزارتِ داخلہ کو چاہیے کہ پارلیمنٹ میں ''نشانہبند فرقہ وارانہ تشدد کی روک تھام کا بل'' پاس کروائے (vii) وزارتِ خزانہ کو چاہیے کہ صلاحیتوں کو فروغ دینے کے پروگرام اور دیگر اقتصادی مواقع میں مسلمانوں کے لیےقومی بجٹ میں خصوصی کمپونٹ مختص کرے۔(viii) پلاننگ کمیشن کو چاہیے کہ اقلیتوں کی ترقی کے نظریہ سے بنائی جانے والی انفرااسٹکچر اسکیموں کو تشکیل دینے اور ان کے نفاذ کے لیے، ضلع یا بلاک کے بجائے، دیہی علاقوں میں گاؤں اور شہری علاقوں میں وارڈ کو اکائی بنائے۔(ix) وزارت برائے پرسونل اور وزارت داخلہ کو چاہیے کہ 1400 اضافی آئی پی ایس افسروں کی خصوصی تقرری کے لیے محدود مسابقتی امتحان کی پالیسی کو ختم کرے، کیونکہ اس طریقہ سےمسلمانوں کی راہ مسدود ہوتی ہے۔

(x) JPC اور سچر کمیٹی کی سفارشوں کی بنا پر وزارتِ اقلیتی اُمور کو چاہیے کہ وقف رولس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کرے، اوّل، سنٹرل وقف کاؤنسل کا سکریٹری حکومت ہند میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدے سے کم کا نہیں ہوسکتا، دوئم، کوئی بھی وقف جائداد کرایہ کے رائج بازاری ریٹ سے کم پر لیز نہیں دی جائے، اور سوئم، کوئی بھی لیز آرڈر جاری کرنے سے پہلے صوبائی حکومت کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔(xi) وزیراعظم کے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

دفتر کو یقینی بنانا چاہیے کہ جو وقف جائیدادیں سرکاری قبضہ میں ہیں انہیں خالی کر کے وقف بورڈ کو سونپ دیا جائے۔ (xii) وزارت فروغ انسانی وسائل کو چاہیے کہ رواں مدرسہ اسکیم (SPQEM) کا اردو و دیگر زبانوں میں ترجمہ کروا کے ملک کے مدارس میں تقسیم کرے۔اس کام کے لیے ہر سال ملنے والی پچاس لاکھ روپے کی گرانٹ اس کام میں استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ مدارس کی ڈگریوں اور سرٹیفیکیٹ کو اسکول اور کالجوں و یونیورسٹیوں کی ڈگریوں و سرٹیفیکیٹ کے مساوی تسلیم کرنے کے لئے NIOS، UGC کے ذریعہ میکانزم تیار کیا جائے۔ (xiii) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار بحال کیا جائے۔ (xiv) وزارت خزانہ کو چاہیے کہ بینکنگ سیکٹر میں غیر سودی مالیات کے متبادل کی اجازت دے۔ (xv) وزارت فروغ انسانی وسائل کو چاہیے کہ مرکزی اردو ٹیچر اسکیم کا صوبوں میں نفاذ کروائے۔ (xvi) وزیر اعظم کے دفتر کو چاہیے کہ مساوی مواقع کمیشن قائم کرے۔ (xvii) وزیر اعظم کے دفتر کو چاہیے کہ تنوع پر مبنی مراعات کی اسکیمیں بنانے کا حکم دے۔اس تمام کاروائی پر نظر رکھنے کے لیے وزیر اعظم کو چاہیے کہ ایک مستقل مشاورتی کمیٹی کی تشکیل کریں جیسا کہ BJP کے منشور میں بھی لکھا ہے کہ ملک میں تناسب اور اعتماد قائم رکھنے کے لیے وہ بین المذاہب میکانزم قائم کرے گی۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

کہیں جہاد کے بعد فتویٰ کا نمبر تو نہیں

قرآن کریم کی دو آیات میں اللہ نے اپنے احکامات کے لیے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا ہے (4:127&176)، دو آیات میں بادشاہ کے حکم کے طور پر رائے کے معنی میں (27:32) اور چار آیات میں فیصلہ معلوم کرنے کے سیاق وسباق میں۔ یہ بھی قرآن میں (12;43 &46) ایک آیت میں صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے (6:114) کہ کسی بھی معاملہ میں اللہ کا فیصلہ حتمی ہے۔ اللہ نے اپنے پیغمبر آخر الزماںؐ کو بھی تنبیہ کر دی (5:48) کہ آپؐ لوگوں کے درمیان اللہ کے اُتارے ہوئے احکام کے مطابق ہی فیصلہ کیا کیجئے۔ ان احکامات الٰہی اور احادیث نبویؐ کے پس منظر میں معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے ذریعہ کیا جانے والا ہر فعل عموماً 5 میں سے ایک قسم کا ہوتا ہے: فرض، مستحسن، حلال، مکروہ اور حرام۔ مومن کے تمام افعال حلال کے زمرہ میں تب آتے ہیں، اگر قرآن، حدیث، اجماع، قیاس کے مطابق وہ غیر حلال نہیں ہوں۔ اگر کسی مومن کو اپنے کسی فعل کے متعلق شرعی احکام کا علم نہ ہو تو وہ کسی عالم سے دریافت کر سکتا ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں میں فتویٰ کا رواج ہے۔ دنیا کے زیادہ تر مسلمان اپنا معقول وقت دین کے باریک نکات کو خود تحقیق کر کے معلوم کر لینے میں نہیں لگا پاتے ہیں اور کھیتوں میں ہل چلاتا ہوا دہقان، سڑکوں پر رکشہ چلا کر اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھرتا ہوا انسان، عالم شباب میں وہ اشخاص جنھوں نے دین کا مطالعہ باقاعدہ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

نصاب کے طور پر نہیں کیا ہے روز 12-10 گھنٹے کام کر کے زندگی کی گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے نوجوان جوڑوں وغیرہ کی بھی یہی معذوری ہے۔ اس صورتحال میں ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنے ذمہ یہ کام لے لے اور توحید و رسالت کے مستقل مطالعہ و تحقیق اور اجتہاد کی بنیاد پر حسب ضرورت افرادِ ملّت کو دینی نکات سے مطلع کرتا رہے۔ اسی سسٹم کی ایک مضبوط کڑی کو مسلمانوں میں فتویٰ کہا جاتا ہے۔ پھر بھی قرآن و حدیث میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ دنیائے اسلام میں دیے گئے ہر فتویٰ کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دراصل فتویٰ صرف رہنمائی کرتا ہے اور آگے کارروائی اور اس کارروائی کے اللہ کو پسند ہونے کی ذمہ داری فرد پر ہی رہتی ہے۔ ایک مسئلہ پر ایک سے زیادہ بھی فتوے ہو سکتے ہیں اور ایسی حالت میں فرد کی ذمہ داری زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس روشنی میں دیکھا جائے تو فتویٰ کا سسٹم کسی بھی ملک کے قانونی نظام کے نفاذ کے لیے ضمنی و تکمیلی رول ادا کرتا ہے۔

سپریم کورٹ کے تازہ ترین فیصلہ کی بنا پر دین اسلام کو ایک دفعہ پھر سے سلام کرنے کو دل چاہتا ہے اور وطن عزیز ہندوستان کو بھی۔ قومی سطح پر تمام ادارے چاق و چوبند رہتے ہوئے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں تو اسلامی سسٹم اس قدر پختہ بنیادوں پر قائم ہے کہ دنیا والوں کو فرحت محسوس ہوتی ہے، اس کے بنیادی ڈھانچہ کے اندر تک بار بار جھانک کر اس کی اندرونی سماجی کشیدہ کاری کو پرکھنے میں وشولوچن مدان وکیل نے 2005 کی سول رٹ پٹیشن نمبر 356 کے ذریعہ عدالت عظمیٰ کے سامنے 4 دعوے پیش کیے تھے: (i) آل انڈیا مسلم لا بورڈ اور اسی طرح کی دیگر تنظیموں کے ذریعہ اسلامی عدالتی نظام اور دارالقضاء و شرعی عدالتوں کے قیام کو غیر آئینی، غیر قانونی اور ناجائز قرار دیا جائے۔ (ii) مرکزی و متعلقہ صوبائی حکومتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ تمام دارالقضاء و شرعی عدالتوں کو موقوف کر دیں۔ (iii) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور دیگر تنظیموں کو متوازی عدالتی نظام قائم کرنے اور کوئی فیصلہ یا فتویٰ جاری کرنے سے روک دیا جائے، اور (iv) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، دارالعلوم

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

دیوبند و دیگر دارالعلوموں کو حکم دیا جائے کہ وہ قاضی، نائب قاضی اور مفتی کے لیے ٹریننگ نہیں دیں اور ان عہدوں پر تعیناتی نہیں کریں۔ ان میں سے (i)، (ii) اور (iv) کو عدالت نے سرے سے خارج کر دیا اور (iii) پر جزوی احکامات صادر کر دیے ہیں۔

مرکزی حکومت نے عدالت میں اپنا موقف رکھتے ہوئے کہا کہ فتویٰ کی فطرت مشاورتی ہے اور وہ کسی مسلمان کو پابند نہیں کرتا۔ دارالقضاء فوجداری کے قانون پر فیصلے نہیں سناتا ہے بلکہ وہ مسمانوں کے خاندانی و دیگر دیوانی معاملات میں مدد کرتا ہے۔ وہ تنازعہ کو کم قیمت پر شیریں مزاجی کے ساتھ حل کرنے کا ایک ایسا متبادل میکانزم ہے جو مستعدی سے بیرونِ عدالت تصفیہ کی کوشش کرتا ہے اور جس میں قومی عدالتی نظام سے تصادم کا کچھ مصداق نہیں ہے۔ بہر کیف کسی مفید اور مؤثر نظام کو گنتی کی بری نظیروں کی بنا پر منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی عدالت میں کہا کہ دارالقضاء قومی عدالتی نظام کے لیے تحقیر آمیز ہرگز نہیں ہے، وہ ترسیل عدل کا غیر رسمی سسٹم ہے جبکہ عدالت کے سامنے رِٹ پٹیشن عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے عدالت سے کہا کہ اللہ سے خوف رکھنے والے مسلمان فتویٰ کو مانتے ہیں اور باقی لوگ اس سے انحراف کرتے ہیں۔ حکومت اُترپردیش نے کہا کہ فتویٰ کسی فرد کو عدالت میں مقدمہ کرنے سے منع نہیں کرتا ہے۔ ان عذرداریوں کو منظور کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ نے فیصلہ سنایا کہ مدعی نے غلط مطلب نکالا ہے کہ دارالقضاء ایک متوازی عدالتی نظام ہے اس بنیاد پر عدالت نے مقدمہ کو خارج کر دیا۔ عدالت نے کہا کہ شرعی عدالتوں کے قیام کا مقصد قابل تعریف ہوسکتا ہے پھر بھی بلاشبہ ملکی قانون کے تحت ان کا کوئی مقام نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ دارالقضاء کا وجود یا فتویٰ کا نظام غیر قانونی ہے۔

عدالت نے اپنے حکم کو صاف طور پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ فتویٰ جاری کرتے ہوئے اس امر کو یقینی بنانا ہوگا کہ وہ فرد کے بنیادی حقوق کو پامال نہ کرے۔ کسی اجنبی کی ایما پر

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Talaash\Border Final bj ... d.

پورے مسلم معاشرہ کے متعلق فتویٰ جاری کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر کوئی اجنبی کسی ایسے مسئلہ پر فتویٰ چاہتا ہے جس کا اطلاق پوری ملت پر نہ ہوکر ایک فرد پر ہوتا ہوتو دارالقضاء اور ہر دیگر فتویٰ گوکوغور کرلینا چاہیے کہ اس معاملہ میں فتویٰ دینے کی ضرورت ہے بھی کہ نہیں اور یہ غور کرتے وقت اسے فتویٰ حاصل کرنے کے پیچھے اصل مقصد سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

عدالت عظمیٰ نے کہا کہ متعلقہ فرد خود یا معاملہ میں ملوث کوئی شخص فتویٰ نہ مانگے تو اس کے حقوق، اس کی حیثیت یا اس کی ذمہ داری سے متعلق فتویٰ دینے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر ان دونوں زمروں میں آنے والے افراد خود فتویٰ مانگنے سے معذور ہوں تو ایسا دیگر شخص بھی فتویٰ مانگ سکتا ہے جس کا معاملہ سے کچھ تو تعلق ہو۔ عدالت نے زور دیا کہ کسی اجنبی کے فتویٰ مانگنے پر کسی کے حقوق کے متعلق فتویٰ ناقابل تلافی نقصان کا حامل ہوسکتا ہے۔ جو حقوق انسانی کی پامالی کے مترادف ہے۔ معصوم کو سزا دینے کے لیے فتویٰ کا استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے، ایسا کرنے پر مع اسلام کے تمام مذاہب میں پابندی ہے۔ مذہب کا استعمال سلب انسانیت کے لیے نہیں کیا جاسکتا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، دارالعلوم دیوبند اور مرکزی حکومت تینوں نے بڑی بے باکی سے دارالقضاء اور فتویٰ کے سسٹم سے متعلق اپنے موقف صاف طور پر عدالت کے سامنے بے خوف ہوکر رکھے۔ اس کے لیے ملت کو ان تینوں کا شکرگزار ہونا چاہیے۔ عدالت عظمیٰ نے بھی فیصلہ صحیح دیا ہے کہ دارالقضاء کے وجود اور فتویٰ سسٹم کا کوئی عنصر بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کسی مخصوص فرد کے حقوق، اس کی حیثیت یا اس کی ذمہ داری سے متعلق ایسے فتویٰ پر پابندی لگانا جو خود اس شخص نے یا معاملہ میں ملوث یا معاملہ سے تھوڑا بہت بھی تعلق رکھنے والے شخص نے نہ مانگا ہو اس پر ملت کے اکابرین کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم سے اپنے اندرون معاشرہ دینی نظام میں کیا کمی رہ گئی کہ عدالت کو مداخلت کرنی پڑی۔ کیا ہم عالمی سطح پر بھی فقہی معاملات میں وسیع اور جامع تبادلہ خیال کرلیتے ہیں، مثلاً

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Talaash\Border Final bj... d.

اسلامی فقہ اکیڈمی اور رابطہ عالم اسلامی؟ کیا ہم نے اپنے اندر سے ضروری اہلیت و قابلیت والے ترجمان تیار کیے ہیں جو مختلف زبانوں میں میڈیا میں ہماری مناسب نمائندگی کرسکیں؟ کیا ہم نے بڑے مسئلہ پر بھی غور کرلیا ہے کہ آخر وشولوچن مدان صاحب کو کیا ضرورت پڑی تھی ایک بے سر پیر کا فالتو معاملہ عدالت عظمیٰ میں اُٹھانے کی اور جب عدالت نے ان کے مدعوں کو خارج کر دیا تو پھر ان کا یا کسی اور کا کیا مقصد حل ہو گیا؟ کہیں اس کا جواب عدالت کی اس تنبیہ میں تو پوشیدہ نہیں کہ ''ایسا کرنے کے پیچھے اصل مقصد سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔'' کہیں جہاد کے بعد فتویٰ کا نمبر تو نہیں؟

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

تین پارٹیوں کے انتخابی منشوروں کا جائزہ

آخری دور کی پولنگ بھی ختم ہوگئی، ایگزٹ پول کے سلسلے جاری ہیں، ووٹوں کی گنتی شروع ہونے سے قبل آیئے 3 سیاسی جماعتوں کے مسلمانوں سے متعلق منشور پر غور کرلیں۔ بی جے پی نے لکھا ہے کہ وہ مدارس کی جدید کاری کا پروگرام شروع کرے گی لیکن پارٹی کے کسی لیڈر نے اپنی تقریر میں نہیں بتایا کہ وہ مدارس میں سائنس، کمپیوٹر وغیرہ مضامین کی سہولت دینے کی جو اسکیم 1996 سے رواں ہے جس میں یو. پی. اے. حکومت کے پہلے دور میں کچھ بہتری لائی گئی تھی اس کو کیا وہ ختم کریں گے، یا اس میں کوئی تبدیلی لائیں گے۔ دوم پارٹی نے لکھا ہے کہ وقف بورڈوں کو وہ مستحکم کرے گی، یہ نہیں بتایا کہ 2013 میں وقف بورڈوں میں اگر استحکام لانا ہے تو یہی طریقہ ہے کہ سچر کمیٹی کی سفارش کے مطابق انڈین وقف سروس قائم کی جائے تا کہ افسر شاہی میں مسلمانوں کے فقدان کی وجہ سے CEO کی بھرتی کے لیے ڈپٹی سکریٹری سطح کے افسر ڈھونڈنے میں دقتیں نہ آئیں۔ سچر کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی تھی کہ صوبائی وقف بورڈ کا چیئرمین ہائی کورٹ کا ریٹائرڈ جج یا یونیورسٹی کا سابق چانسلر یا وائس چانسلر وغیرہ ہونا چاہیے۔ BJP نے یہ بھی لکھا کہ وہ وقف املاک پر سے ناجائز قبضوں کو ہٹانے کے لیے کارروائی کرے گی۔ پارٹی نے وعدہ کیا کہ وہ اردو زبان کی نگہداری کرے گی اور اس کو فروغ دے گی۔ پارٹی ایک بین المذاہب مشاورتی میکانزم کے قیام میں مدد

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

کرے گی، جس سے ہم آہنگی اور بھروسہ مندی کو فروغ ملے۔ اس کے علاوہ پارٹی نے اقلیتوں کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ وہ نوجوانوں اور خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم اور بغیر تعصب کے انہیں ملازمت ملنے کو یقینی بنائے گی۔ وہ اقلیتوں کے تعلیمی اداروں اور سسٹم کو جلا بخشے گی۔ انہیں موجودہ دور کی ضروریات سے جوڑنے میں مدد کرے گی۔ وہ فروغِ معاش اور کاروباری مہم جوئی کے ذریعہ اقلیتوں کو لائق و بااختیار بنائے گی اور ان کی اس روایتی ہنرمندی اور کاروباری فن کو بڑھاوا دے گی جو ملک کی گھریلو و چھوٹے پیمانہ کی صنعت کاری کے لئے ریڑھ کی ہڈّی ہیں۔ وہ بہتر بازاری ارتباط، برانڈنگ وحصولِ قرض کی سہولت کے ذریعہ اس سیکٹر کو مضبوط بنائے گی۔ وہ اقلیتوں کی بیش قیمت ثقافت و وراثت کی محافظت کرے گی، ان کے موروثی مقامات کی بحالی اور انہیں اصلی حالت میں رکھنے میں مدد کرے گی اور تاریخی دستاویزوں کو ڈجیٹل شکل میں محفوظ کرے گی۔ وہ ملک میں حفظ و امان کی ضامن ایسی فضا قائم کرے گی جہاں خوف کے ارتکاب یا اس کے ذریعہ استحصال کی کوئی گنجائش نہیں ہو۔

جون 2013 میں احمد آباد میں راقم الحروف نے اپنے پاور پوائنٹ پریزنٹیشن کے ذریعہ جناب مودی جی کی توجہ اس طرف دلائی تھی کہ BJP کی ویب سائٹ پر پارٹی کے فلسفہ کو بیان کرنے کے لیے جو 3 مضامین شامل ہیں ان میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بھری ہوتی ہے۔ اب سے 3 ماہ قبل مجھے اخبار 'ہندو' کے ایڈیٹر نے فون کر کے بتایا کہ BJP نے اپنی ویٹ سائٹ پر سے وہ تینوں مضامین ہٹا دئے، لیکن جب میں نے ویٹ سائٹ دیکھی تو معلوم ہوا کہ ان تینوں مضامین کی جگہ اب صرف ایک مضمون ہے جو ارون شوری نے 24/ اپریل 1996 کو لکھا تھا۔ انہوں نے مضمون کا محور عدالت عظمیٰ کے اس فیصلہ کو بنایا ہے، جس میں ہندوتو کی شان میں قصیدے پڑھے گئے ہیں۔ اس فیصلہ کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف نے ہندو مسلم عدم اتحاد پر تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے فیصلہ کی ان سطور کو غلط بتایا، جہاں

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

اس نے کہا ہے کہ ہندو کی تعریف کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے لکھا کہ ملک کے ماحول میں جو حالیہ تبدیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے کم از کم اتنا تو ہوا کہ عدالت نے ہندوتو کے تصور پر اپنی مہر لگادی اور اب اسی طرح ماحول میں مزید تبدیلی بقیہ کام بھی کر دے گی۔ اسی فیصلے کی نشاندہی نریندمودی نے 2014 کی اپنی انتخابی تقاریر میں کی ہے۔ پہلی عرض تو یہ ہے کہ اگر ارون شوری اور BJP عدالت عظمیٰ کے فیصلہ کے ایک حصہ سے نا اتفاقی درج کروا سکتے ہیں تو ملک کے مسلمان و دیگر مذاہب کے لوگ عدالت کے فیصلہ کے اس حصہ سے نا اتفاقی درج کر سکتے ہیں، جس سے سنگھ پریوار متفق ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ اسی فیصلہ کی رو سے نریندر مودی صاحب کہتے رہے ہیں کہ وہ ہندو قوم پرست ہیں اور عوامی طور پر ایسا اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ساتھ ہی BJP نے اپنے منشور میں یہ بھی زور دے کر لکھا ہے کہ کشمیر سے متعلق آئین کے آرٹیکل 370 کو ختم کروانا اس کا نصب العین ہے جبکہ یاد رہے کہ ملک میں کشمیر ہی تنہا مسلم اکثریتی صوبہ ہے (لکش دویپ خفیف سی یونین ٹریٹری ہے) اس کے برخلاف آسام میں بوڈو علاقہ کو اسپیشل اسٹیٹس ملا ہوا ہے، اور وہاں کے لوگوں کی مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہنے کی عادت ہے، اس سے متعلق مودی صاحب کچھ نہیں بولتے بلکہ ٹی وی پر بحث میں BJP کی نمائندگی کرتے ہوئے سبرامنیم سوامی بوڈو کا دفاع کرتے ہیں تو BJP ملک میں ایسی مسلم مخالف فضا بناتی ہے، جس سے افسر شاہی منفی سبق لیتی ہے اور کچی عمر کے کروڑوں معصوم طلبا کم سے کم کنفیوز تو ہوتے ہی ہیں تو BJP کے ذریعہ اپنے منشور میں یہ لکھنے میں کتنا وزن ہے کہ وہ ملک میں حفظ و امان کی ضامن ایسی فضا قائم کرے گی، جہاں خوف کے ارتکاب یا اس کے ذریعہ استحصال کی کوئی گنجائش نہیں ہو۔

کانگریس نے 2014 کے اپنے اصل منشور میں لکھا کہ وہ منصوبہ بند فرقہ وارانہ تشدد روک تھام بل پارلیمنٹ سے پاس کروائے گی اور مسلمانوں کو قرض کی فراہمی میں مدد کرے گی۔ پارٹی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اقلیتوں کو ٹیکس میں چھوٹ دے گی، حالانکہ یہ مدعا کچھ سمجھ میں

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

نہیں آیا کہ اس کے پس پشت پارٹی کے ذہن میں کیا ہے، ضروری ہے کہ اس مدعے پر پارٹی اپنا رُخ صاف کرے۔ اس کا یہ وعدہ کہ وہ ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں اقلیتوں کو ریزرویشن دے گی ملّت کے ذہن میں کوئی یقین پیدا نہیں کرتا کیونکہ مسلمان دیکھ چکے کہ جب 2004 اور 2009 میں دو دفعہ لگاتار انہوں نے پارٹی کو جیتنے میں مدد کی تب بھی اس نے ان کا یہ کام نہیں کیا تو پھر وہ کب تک ایسا کرتے رہیں؟ پارٹی نے منشور میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اقلیت کے نوجوانوں سے متعلق فلاحی اسکیموں کے لیے الگ رقم مختص کرے گی۔ ساتھ ہی وعدہ بھی کیا کہ سچر کمیٹی کی ہر سفارش پر غور وخوض کرے گی اور اس کا نفاذ کرے گی۔ اس معاملہ میں بھی مسلمانوں کے ذہن میں پارٹی کے تئیں شکوک وشبہات ہیں کہ 2007 سے 2013 کے 7 سالہ عرصہ میں پارٹی نے ایسا کیوں نہیں کیا بلکہ اس وقت کے وزیر برائے اقلیتی اُمور نے تو مسلمانوں کو چیلنج کردیا کہ سچر کمیٹی کوئی قرآن تھوڑی ہے۔ جس پر پارٹی نے ان کی کوئی گرفت نہیں کی۔ اب اگر پارٹی واقعی اس کام میں دلچسپی رکھتی ہے تو اس کو ایک ایکسپرٹ گروپ تشکیل دینا چاہیے جو تحقیق پر مبنی ایک دستاویز تیار کرے کہ سچر کمیٹی کی کس سفارش کے نفاذ کے لیے کیا عمل کس کے ذریعہ کب تک کیا جانا چاہیے۔ اگر فی الوقت پارٹی حکومت سے باہر رہتی ہے تو اس دستاویز کی بنیاد پر مسلمانوں کے حق میں وکالت کرسکتی ہے۔ موجودہ لوک سبھا الیکشن ختم ہونے سے تقریباً 15 روز قبل یہ خبر آئی کہ کانگریس نے مسلمانوں کی فلاح پر مرکوز ایک اضافی منشور جاری کیا ہے، جس میں اس نے بیشتر مدعے شامل کرلیے ہیں جو سچر کمیٹی نے اُٹھائے تھے اور جن پر UPA حکومت نے توجہ نہیں دی۔ مثلاً شیڈیولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے مذہب کی قید ہٹانا، مسلم اثر والے انتخابی حلقوں کو ریزرویشن سے آزاد کرنا وغیرہ۔ لیکن اس خبر کی پوری طرح سے میڈیا میں اشاعت بھی نہیں ہو پائی تھی کہ کانگریس پھر عدم اعتماد کا شکار ہوکر زوال پذیر بازاندازی کی طرف مائل ہوگئی اور اس طرح وہ انتخاب سے متعلق زعفرانی جنگجوئی میڈیا کے جھانسے میں آگئی جبکہ سوا صدی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

پرانی پارٹی سے اس ناپختگی کی اُمید نہیں تھی۔

عام آدمی پارٹی نے اپنے اصل منشور میں مسلم فلاح سے متعلق رسد سامانی کا خاصہ مواد جمع کر دیا۔ اس میں شامل ہیں فرقہ وارانہ تشدد کی روک تھام، متاثرین کو انصاف دلانے کے لیے فاسٹ ٹریک کورٹ کا قیام، تفتیش کے ذریعہ اس تشدد کے پیچھے اصل عناصر اور اس کے لیے ذمہ دار افسروں کی نشاندہی اور انہیں سخت سزا، مختلف طبقوں میں باہمی ہم آہنگی کے لیے ثقافتی ایکسچینج و دیگر اقدام جو پولیس حکام مسلم نوجوانوں کو ایذا دہی میں ملوث پائے جائیں ان کے خلاف سخت کاروائی، دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ لوگوں کے مقدمہ کا 6 ماہ میں تصفیہ کرنے کے لیے فاسٹ ٹریک کورٹ اور ہر طرح کے ریزرویشن میں سے مذہب کی قید کا اختتام۔ اس فہرست میں مسلم فلاح سے متعلق کئی مدعے جڑنے سے رہ گئے مثلاً مسلم اثر والے انتخابی حلقوں کی ریزرویشن سے آزادی، وقف جائیدادوں پر سے ناجائز قبضوں کو ہٹانا، وقف قانون میں مزید ترمیم، شیڈیولڈ کاسٹ کی طرز پر قومی بجٹ میں مسلمانوں کے لیے کمپونٹ پلان، سرکاری اختیار والے عہدوں پر مسلمانوں کی تعیناتی کے لیے میکانزم وغیرہ۔ پارٹی کا یہ منشور بہت دیر میں آیا اور اس کی تشہیر بھی نہیں ہوئی۔ ہم مسلمانوں کو فوراً یہ سوچ لینا چاہیے کہ 2019 اور اس کے پہلے کئی انتخابوں کے لیے اُلٹی گنتی شروع ہوگئی ہے۔ ہمیں زمینی سطح پر مستقل کام کر کے اپنے کو اندرونی طور پر مضبوط بنانا ہوگا تا کہ سیاسی پارٹیاں اچھی طرح سمجھ لیں کہ مسلمان متحد ہو کر ووٹ دیں گے تو کیوں نہ ہم اس کا فائدہ اُٹھائیں، تبھی پارٹیاں ملّت کو خاطر میں لائیں گی۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

بغیر مسلم ووٹ کے یہ جیت اتفاقیہ ہے

آج کل یہ سوال عام ہے کہ نئی سرکار کے تئیں مسلمانوں کے کیا خدشات ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں لاتخف کا پیغام تو دے ہی دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ کوئی بھی حکم الٰہی عموماً بغیر سیاق و سباق کے (Reference to the Context) الگ تھلگ تو ہوتا نہیں ہے۔ موجودہ حالات میں صرف غیر اللہ سے خوف نہ کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اللہ سے خوف کرنا بھی ضروری ہے، یعنی اپنی صفوں کو اندرونی طور پر درست کرنا بھی لازمی ہے تبھی امداد ایزدی کی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔ انتخاب کے نتائج نکلنے سے قبل میں اللہ سے دُعا کرنے کے ساتھ یہ بھی سوچتا تھا کہ معلوم نہیں کہ ملک میں ملت کا امتحان ہو چکا یا ابھی اور بلکہ کچھ زیادہ ہونا ہے تو اب معلوم ہوا کہ دوسرا شک ہی صحیح تھا۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ پروردگار ہم سے فی الوقت خوش نہیں ہے اور غور کریں تو اس بے نیازی کا مکمل جواز بھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ نے اپنی صفات کی نشاندہی کرتے ہوئے رحمٰن اور رحیم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ بظاہر دونوں کا مصدر ایک ہے اور معنی بھی ایک ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن مفسرین نے ان دونوں صفاتِ الٰہی میں متعدد فرق بیان کیے ہیں۔ ان میں سے ایک ہے کہ رحمانیت میں اللہ وہ دیتا ہے جو بندہ مانگے اور رحیمیت میں وہ سب ملتا ہے جو بندہ نہ بھی مانگے مثلاً ہم اور آپ اس وقت یہ دعا نہیں مانگ رہے کہ ہماری رگوں

میں خون دوڑتا ہی رہے اور منجمد نہ ہو، پھر بھی اللہ نے ہمارے جسم میں اس وقت خون کی گردش برقرار رکھی ہے۔ لیکن ملک میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے اللہ کا یہی فیصلہ ہے کہ بغیر اپنے کو عملی طور پر مستحق بنائے ہوئے یہ دُعا قبول نہیں ہوگی۔

دو ہفتہ قبل میں نے اپنے مضمون میں استدعا کی تھی کہ ہمیں ہر انتخابی حلقہ میں دو دو گروپ (KGA اور KGP) بنانے ہوں گے جنہیں زمینی سطح پر روزمرہ ملت کے حق میں ٹھوس کام شروع کردینا ہوگا۔ اگر اس سے بہتر کوئی اسکیم ہم میں سے کسی کے پاس ہے تو فبہا مجھے بھی ای-میل کے ذریعہ اطلاع کردیں تاکہ اگر واقعی بہتر متبادل موجود ہے تو اسی پر عمل شروع کیا جائے، لیکن اگر کوئی اور لائحہ عمل ذہن میں نہیں ہے تو خدارا وقت ضائع نہ کریں کیونکہ اب ہمارے پاس بہت کم مدت ہے۔ جبکہ نئے وزیر اعظم نے وارانسی میں آرتی کرکے اعلان کردیا ہے کہ 2019 میں مہاتما گاندھی کی پیدائش کو 150 برس ہوجائیں گے جب تک ہمیں اُن کی سوچھ بھارت (Clean India) کا خراجِ عقیدت دینا ہے اور اس کام میں انہوں نے سبھی شہریوں کو جڑ جانے کی دعوت دی ہے گویا 2019 میں اگلے پارلیمانی الیکشن کے لیے پورے پانچ برس تک مستقل تگ و دو ہوتی رہے گی اور اس طرح خصوصی زعفرانی قومی مزاج سے لوگوں کی توجہ ہٹنے نہیں دی جائے گی۔ ہاں اس درمیان میرے پاس سیتاپور کے ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کا ای میل آیا کہ وہاں انہوں نے اور ان کے رفقاء نے مل کر ایک گروپ تیار کرلیا ہے، جس میں کام شروع کردیا ہے، اللہ ان سب کو خوش رکھے۔ زکوٰۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا کے ہم کارکنان اپنے اپنے آبائی حلقہ میں متحرک ہورہے ہیں۔ ہمیں ہر ایک سے اچھا سبق لینا چاہیے۔ اپریل مئی 2014 کے پارلیمانی الیکشن سے ڈیڑھ سال قبل RSS نے اپنے 40,000 کارندے ملک میں پھیلا دئے تھے یعنی ہر انتخابی حلقہ میں اوسطاً 74 گاؤں گاؤں رتھ چلا دیے گئے تھے، شیڈیولڈ کاسٹ سے ہاتھ ملا لیا تھا وغیرہ۔ چلئے ہم اس کا 10% ہی کرنا شروع کردیں، لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا رہنے سے کام نہیں

چلنے والا ہے۔ مہاراشٹر میں اسمبلی الیکشن اکتوبر میں ہے، ساتھ ہی ممکن ہے کہ بہار اور دہلی میں بھی ہو جائے، تو ہمارے پاس وقت کہاں ہے؟ دراصل الیکشن کمیشن کے طرز پر ملت کو اپنا اندرونی مستقل ڈھانچہ تیار کر لینا چاہیے۔ تبھی ہم ’آپ کی عدالت‘ کی شہرت والے ٹی وی اینکر رجت شرما کو غلط ثابت کر پائیں گے، جنہوں نے 19 مئی کی شام کو کہا کہ سیکولر پارٹیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے ووٹ پر اکتفا کرنے سے ہار ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی اہمیت منوانے کے لیے استقلال و ثابت قدمی سے کام نہیں لیتے ہیں تو علامہ اقبال نے ابلیس کی زبانی (جب وہ اپنے ماتحت چھوٹے شیطانوں سے مکالمہ کر رہا ہے) ہمیں بتا دیا ہے کہ ہمارا کیا حشر ہونا ہے:

خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

تو آیئے شعری محفلوں کا مزہ لینے کے ساتھ ہم اپنا کچھ قیمتی ووٹ ملت کی بہبود کے لیے زمینی سطح کی کاروائی میں بھی لگایا کریں۔ ہمیں یہ دکھا دینا ہوگا کہ بغیر ہمارے تعاون کے موجودہ جیت محض اتفاقیہ (Fluke) ہے اور دوبارہ ایسا ہونے والا نہیں ہے۔

اگر برسراقتدار پارٹی یا حکومت وقت کی جانب سے مسلمانوں کی طرف مصالحت (Reconciliation) کا ہاتھ بڑھتا ہے تو برائے مہربانی کوئی صاحب اپنے ذاتی استفادہ کے لیے ملی مفاد کا سودہ کرنے کا گناہ نہ کریں۔ ہمارا دوٹوک مدعا 15 نکاتی ہونا چاہیے:

(1) شیڈ یولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے مذہب کی قید ہٹائی جائے اس کے لیے پارلیمنٹ میں ایک سادہ سی قرارداد پاس کر کے 1950 کے صدارتی حکم نامہ میں ترمیم کی جائے۔ (2) غالب مسلم آبادی والے انتخابی حلقوں کو جنہیں شیڈ یولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو کر دیا گیا ہے انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جائے اس کے لیے فوری طور پر حد بندی کمیشن (Delimitation Commission) تشکیل دیا جائے جسے متعین مدت میں کام پورا کرنے کے واضح احکامات دیے جائیں۔ (3) صلاحیتوں کو فروغ دینے کے پروگرام ودیگر اقتصادی مواقع کے لیے جاری کی جانے والی کل رقم میں مسلمانوں کے لیے خصوصی بجٹ متعین کیا جائے۔ (4) انڈین وقف سروس قائم کی جائے ٹھیک اسی طرح جس طرح متعدد ریاستوں میں ہندو مندروں اور پرتشٹھانوں کے انتظام وانصرام کے لیے اعلیٰ ترین سرکاری افسروں کا تعین کیا جاتا ہے۔ (5) اقلیتوں کے لیے بننے والی اسکیموں اور ریزرویشن میں مسلمانوں کے لیے 67% حصہ مختص کیا جائے کیونکہ مسلمان کل اقلیتوں کے 73% ہیں۔ (6) دہشت گردی کے الزام سے عدالت کے ذریعہ بری ہونے والے ہر شخص کو 50 لاکھ روپے ہرجانہ دیا جائے اور متعلقہ افسران کو سزا دی جائے۔ (7) اقلیتوں کی ترقی کے نظریہ سے بنائی جانے والی اسکیموں کے لیے دیہی علاقوں میں گاؤں کو اور شہروں میں وارڈ کو اکائی مانا جائے (نہ کہ ضلع یا بلاک کو)۔ (8) مدارس اور اسکول وکالجوں کے سرٹیفکیٹ وڈگریوں کے مابین مساویاتی میکانزم (Equivalence) قائم کیا جائے۔ (9) اقلیتوں سے متعلق 15 نکاتی پروگرام کا بجٹ کل قومی بجٹ کے 19 فیصد تک بڑھایا جائے کیونکہ کل اقلیتیں کل آبادی کا 19 فیصد ہیں۔ (10) منصوبہ بند فرقہ وارانہ تشدد روک تھام بل پارلیمنٹ سے فوراً پاس کرایا جائے۔ (11) 1400 اضافی IPS/افسروں کی خصوصی بھرتی کے لیے محدود مسابقتی امتحان (Limited Competitive Examination - LCE) کی پالیسی کو ختم کیا جائے۔ (12) بینکوں میں غیر سودی مالیات کی سہولت دی جائے۔ (13) سچر کمیٹی کے ذریعہ سفارش

کردہ (Statement 12.1) یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلہ کا متبادل طریقہ کار قائم کیا جائے۔(14) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کیا جائے۔(15)(i) 2014 کے پارلیمانی الیکشن کے لیے جاری کردہ BJP کے منشور میں قومی سطح پر جو بین المذاہب مشاورتی میکانزم بنانے کا ذکر کیا گیا ہے، اسے جلد تشکیل دے کر اس میں مسلمانوں کو متناسب نمائندگی دی جائے۔(ii) اسی کو اقلیتوں سے متعلق اسکیموں کے نفاذ کی نگرانی کا کام سونپ دیا جائے، اور (iii) تنوع پر مبنی مراعات کی اسکیمیں بنا کر ان کے نفاذ کی نگرانی بھی اسی کے سپرد ہو۔

دوسری طرف کانگریس سے بھی مسلمانوں کو جواب دہی کرنی ہے کہ عین انتخابات کے دوران ملّت کے حق میں اضافی منشور جاری کرتے ہی اگلے لمحہ زعفرانی گھڑکی کے خوف میں آکر فوراً مکر کیوں گئے؟ کیا ان کے نزدیک مسلمانوں کی یہی اہمیت ہے؟ اگر کانگریس اپنی غلطی مانتی ہے تو اسے اعلان کرنا ہوگا کہ اُس اضافی منشور کے تمام نکتے دراصل اس کے منشور کا حصہ ہیں۔ ادھر عام آدمی پارٹی کو بھی ان نکتوں کو اپنے منشور میں جوڑنا ہوگا جو ابھی چھوٹے ہوئے ہیں، مثلاً غالب مسلم آبادی والے انتخابی حلقوں کو جنہیں شیڈیولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو کردیا گیا ہے، انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جانا اور اس کے لیے فوری طور پر حدبندی کمیشن تشکیل دیا جانا جسے متعین مدت میں کام پورا کرنے کے واضح احکامات دیے جائیں۔ ساتھ ہی کانگریس اور عام آدمی پارٹی دونوں کو ابھی سے اپنی تقاریر میں بھی مندرجہ بالا تمام نکات کے حق میں طیارہ بازی (Piloting) کرنی ہوگی۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

سنگھ پریوار کی پالیسی اور گجرات ماڈل کو مسلم چنوتی

بیسویں صدی کی نویں دہائی میں ملک کی مسلم مخالف فرقہ وارطاقتوں نے یہ ذہن بنالیا تھا کہ اگر ہمیں ملک گیرسطح پر پارلیمنٹ اوراسمبلیوں کواپنے قابو میں کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرنا ہیں تواس کے لئے ضروری ہے کہ چند مسلم مخالف ایشوز پر شورو غل مچاتے ہوئے سڑکوں پراترا جائے اورسیاسی داؤپیچ سے نابلد ملک کے کروڑوں ہندوؤں کی منفی ذہن سازی کی جائے۔اس کام کے لئے ایودھیا جیسا پکاپکایا جذباتی موضوع تو پہلے سے موجود تھا ہی۔مزیداس میں آئین کی دفعہ 371 کی مخالفت اور یونیفارم سول کوڈ (سبھی مذاہب کے لوگوں کے لئے یکساں عائلی ضابطہ) کی چاشنی ڈالی گئی اور''بنگلہ دیشی گھس پیٹھیوں'' کا کفگیر چلایا گیا۔ پھراڈوانی صاحب رتھ پرسوار ہوکر پورے ملک کی فضا میں فرقہ وارانہ دشمنی کا دھواں چھوڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے اور پھراس میں انہیں مبتلا رکھنے کی مذموم کوششوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اور بابری کومسجد دن دہاڑے اور برسرعام شہید کردیا گیا۔مسوری کی سول سروسز اکیڈمی میں 6 دسمبر 1992 کوجشن کا ماحول تھا جبکہ وہاں مستقبل میں ملک کی انتظامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے والے سیکڑوں نوجوان زیرتربیت تھے۔بی جے پی اپنی ویب سائٹ پراس ذہنیت کی پزیرائی کرتی ہے اوراس کوکلچرل نیشنلزم (Cultural Nationalism) یا ثقافتی قوم پرستی کہتی ہے۔غرض یہ کہ مسلم دشمن فرقہ پرست اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔کچھ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ہی عرصہ بعد گجرات میں مسلم کش فساد کرایا گیا اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے حربوں کا سلسہ زور پکڑنے لگا۔ اکیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی ''دہشت گردی'' کے نام پر ایک اور مسلم مخالف ایشو ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج ان کی سیاسی جماعت قومی سطح پر حکمرانی کی تجربہ کار اور دعویدار ہے۔

لیکن پچھلی دو تین دہائی میں سنگھ پریوار کی اس چال کو ہم مسلمانوں کی طرف سے کوئی چیلنج نہیں ملا اور قومی میڈیا میں ہمارے کسی لائحہ عمل کی بازگشت سنائی نہیں دی۔ ہم نے اسی پر اکتفا کرلیا کہ سیاسی طور پر سنگھ مخالف جماعتیں وقتاً فوقتاً مخالفانہ بیانات دیتی رہیں، یا نریندر مودی کے امریکہ و برطانیہ کا ویزا ملنے میں ہم رخنہ ڈلوادیں۔ سنگھ پریوار سے اپنی ناپسندیدگی کو ہم ڈرائنگ روم کے تبصروں یا زیادہ سے زیادہ انٹرنٹ کی چیٹنگ پر جتاتے رہے اور ملی دائرے میں ہی اس پر گفت شنید ہوتی رہی۔ ہماری اس بے عملی سے سنگھ پریوار کا حوصلہ بڑھتا گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ ہندستانی مسلمان اب کوئی دم دار قوم نہیں رہے، ہم بآسانی ان کو اپنے ظلم ستم کے لئے تختۂ مشق بنائے رکھ سکتے ہیں۔ اُدھر گجرات فساد کے متاثرہ ہزاروں خاندان اب بھی ذلت کے عمیق گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ مختلف مقامات پر وہ جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن ہم ہندوستانی مسلمان اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور ان ستم رسیدہ اور بے یار و مددگار گجراتی مسلمانوں کا خیال بھی اب ہمارے ذہنوں سے نکلنے لگا ہے۔ ہم میں سے شاذ و نادر کچھ ہی لوگ اس سلسلے میں ابھی تک کسی قدر کوشاں ہیں جن کا تناسب دال میں نمک کے تناسب سے بھی بہت کم ہے۔ میں نے دو تین برس پہلے فساد متاثرین کی پناہ گاہوں کا دورہ کیا اور حالات ناگفتہ بہ پائے۔ اس متعلق میری رپورٹیں اور اپیل اردو کے اخباروں اور انگریزی میں شائع ہونے والے مسلمانوں کے کچھ اخبارات ورسائل میں نیز کچھ ملی ویب سائٹس پر شائع بھی ہوئے۔ میں نے گجرات کے مزید دورے کئے۔ وہاں کے قابل ترین مسلم نوجوانوں کو منتخب کر کے

انہیں دہلی لاکر سول سروس امتحان کے لئے بہترین کوچنگ دلوائی۔ نتیجتاً، الحمدللہ شیخ محمد امین اور انیسہ جریوالا اس وقت گجرات میں اسسٹنٹ کمشنر اور ایگزیکیوٹیو مجسٹریٹ فرسٹ کلاس کی حیثیت سے تعینات ہیں۔ 2002 فساد کے متاثرہ یتیم و نادار بچوں اور بچیوں کے لئے دہلی میں الگ الگ یتیم خانے قائم کئے جہاں اُن کی الحمدللہ آج تک کفالت اور تعلیم و تربیت ہو رہی ہے۔ دیگر قسم کی ادارہ جاتی اور انفرادی امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ لیکن سیاسی سطح پر اہل وطن میں ذہنی تبدیلی لانے کے لئے مناسب چارہ جوئی نہیں ہو سکی۔

افسوس ہے کہ ملک کے باقی حصوں میں بھی مسلمانوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے۔ پچھلے نو سال سے ہم مسلمان رپورٹوں کے نشہ میں ہیں۔ لیکن ان رپورٹوں پر، بقول ہرش مندر، عمل اس لئے نہیں کیا گیا کہ کہیں یو پی اے کا ہندو ووٹ کم نہ ہو جائے۔ پھر بھی ہم یہ مانتے ہیں کہ مسلمانوں کی مجموعی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ادارہ ساز کام حکومت وقت کو ہی کرنا ہیں، ملت تو اس میں بس کسی حد تک تعاون ہی کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی پیمانہ گجرات پر بھی پورا اترتا ہے۔ لیکن وہاں پچھلے تین الیکشنوں میں ہم کچھ نہیں کر پائے۔ ملک کی کئی ریاستوں میں مختلف اوقات میں اور 1999 سے 2004 تک مرکز میں سنگھ پریوار کی حکومت کو بھی ہم نہیں روک پائے۔ اب امید کی کرن یہ ہے کہ سیاسی داؤ پیچ سے نابلد ملک کے ہندو ووٹر بھی اب کسی حد تک سنگھ پریوار کا کھیل سمجھنے لگے ہیں اور جان گئے ہیں کہ ان کا استعمال کاہے کے لئے ہو رہا ہے۔ ہمیں انھیں مزید گائڈ کرنا ہے۔ پھر یہ کہ یو پی اے حکومت کے پچھلے نو برس میں سے پہلے پانچ برس میں سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی رپورٹیں آئیں۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر یو پی اے کا دوبارہ ساتھ دیا۔ لیکن یو پی اے کی دوسری اننگ کے پہلے چار برس میں حکومت نے سچر اور مشرا رپورٹوں پر عمل نہیں کیا۔ مشرا کمیشن کی سفارش کہ اقلیتوں کے لئے رزرویشن میں سے دو تہائی مسلمانوں کے لئے مختص کیا جائے' کو نظر انداز کر دیا گیا۔ شیڈیولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے مذہب کی قید ختم کرنے اور مسلم غلبہ

Sb\2014\Nishat-e-S... ...aash\Border Final bj... ...d.

والے انتخابی حلقوں پر سے ریزرویشن ہٹانے کی سفارشوں کو بھی حقارت سے کوڑے دان میں ڈال دیا گیا۔ وقف بل 2010 کے ذریعہ مسلمانوں کے ساتھ نازیبا مذاق کیا گیا۔ سچر کمیٹی کی انڈین وقف سروس قائم کرنے کی سفارش کی وزارت اقلیتی امور کے ذریعہ زبردست مخالفت کی گئی (جبکہ درجن بھر صوبوں میں ہندو مندروں وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے علیحدہ افسر شاہی قائم ہے)، مسلمانوں کے لئے قومی بجٹ میں اسپیشل کومپونٹ پلان کی سفارش کو مسترد کر دیا گیا۔ آئی پی ایس میں بھرتی کے لئے محدود امتحان کرایا گیا تا کہ اس میں مسلمان بالکل بھی نہ آسکیں۔ دہلی کی نور مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ اب یو پی اے کا دسواں برس چل رہا ہے، چھ، سات مہینوں کے بعد 2014 کے پارلیمانی الکشن کا بگل بج جائے گا۔ پچھلے کئی سالوں میں میں نے اردو اور انگریزی میں چالیس عدد تحقیق شدہ مضامین کے ذریعہ ان امور کی طرف حکومت اور ملت کی توجہ دلانے کی کوشش کی۔ وزیروں کو خطوط لکھے، میٹنگوں اور کانفرنسوں میں تقاریر و پاور پوائنٹ پرزنٹیشنس کے ذریعہ وزیروں کی توجہ دلوائی، آر ٹی آئی کے تحت حکومت کے مختلف شعبوں سے اطلاع حاصل کر کے اور اس کا استعمال کر کے سرکاری دفتروں میں جا بجا مسلم مخالف جمود کو توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سیاسی سطح پر جمود ہے کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔

اس پس منظر میں اللہ نے نریندر مودی کے سیاسی منتظمین کی عقل پر غفلت کا پردہ ڈال دیا۔ انھیں احمد آباد میں مودی کے شو میں چند مسلمان چہروں کی ضرورت تھی جس کے لئے انھوں نے مجھے بھی دعوت نامہ بھیج دیا، جس پر اب وہ افسوس کرتے ہوں گے۔ اس دعوت پر میں نے بہت غور کیا۔ ملت کے 35 اکابرین جن میں تقریباً آدھے صحافی ہیں، کو ای میل پر خطوط لکھ کر ان سے رائے مانگی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے کا فیصلہ لیا۔ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ بادشاہ وقت کے پاس اس کے محل میں جا کر حق کا اظہار کریں اور اسے حق کی طرف بلائیں۔ میں نے ربِّی اشرح لی صدری و

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... ...i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... aash\Border Final bj... d.

یسّرلی امری و احلُل عُقدۃً مِن لِّسانی یفقھو قولی کا وِرد کیا اور تقریباً پندرہ گھنٹوں کی مشقت سے اپنا پاور پوائنٹ پرزنٹیشن تیار کرلیا۔ اس میں وہ ایشوز شامل کئے جن کا دستاوی ثبوت موجود ہے۔

جن ایشوز پر میں نے بی جے پی اور نریندر مودی کی گرفت کی وہ یہ تھے: (i) بی جے پی کی ویب سائٹ پر بی جے پی کا مسلم مخالف فلسفہ بیان کرنے والے مضامین کے اقتباسات جن میں ملت اسلامیہ ہند کو ملک کے لئے مسئلہ بتایا گیا ہے اور اسے ہندوتو میں ضم کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے، (ii) یونیفارم سول کوڈ (سبھی مذاہب کے لئے یکساں عائلی ضابطہ) پر بے جا زور اور آئین کے دیگر رہنما اصولوں کی اندیکھی، مثلاً کمزور طبقوں کی خصوصی کفالت کا انتظام جبکہ سچر کمیٹی نے دستاویزی ثبوتوں کے ذریعہ بتا دیا کہ مسلمان سب سے پیچھے ہیں، (iii) 1950 کے صدارتی حکم نامہ میں مذہب کی غیر آئینی قید پر بی جے پی کی خاموشی، (iv) مسلم اثر والے انتخابی حلقوں پر سے ریزرویشن ہٹانے کی سچر کمیٹی کی سفارش پر بی جے پی کی خاموشی، (v) پاکستان اور میانمار (برما) سے آئے ہوے پناہ گزینوں کے ساتھ مختلف سلوک جبکہ دونوں ہی طرح کے پناہ گزیں ایک وقت میں غیر منقسم ہندوستان کے باشندے تھے، (vi) اقلیتوں کے لئے مرکزی اسکالرشپ اسکیم پر گجرات میں روک اور سپریم کورٹ میں گجرات حکومت کے خلاف فیصلہ کے بعد بھی اسکیم نہ چلایا جانا، (vii) احمد آباد کی سرحد پر 2002 کے گجرات فساد کے متاثرین کے لئے بنائی گئی سٹیزن نگر و دھوروجی نگر کالونیوں کے تین طرف 50 فٹ اونچا اور تقریباً ایک میل لمبا پورے شہر کا کوڑے کا ڈھیر جس میں جانوروں کی لاشیں بھی ہوتی ہیں، وغیرہ۔ میں نے نریندر مودی سے کہا کہ وہ ان دونوں اور اس طرح کی دیگر کالونیوں کا دورہ کریں۔ بعد میں دہلی میں ٹی وی پر بی جے پی کے ایک نمائندے نے کہا کہ یہ تو میونسپل بورڈ کا کام ہے وہاں وزیر اعلیٰ کیوں جائیں۔ تو میں نے جواب دیا کہ اسی مقصد سے جس مقصد سے وہ کیدارناتھ گئے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

تھے۔ میں نے قرآن کریم میں عدل اور احسان کے تصور سے مودی کو آگاہ کرایا اور کہا کہ اگر ان کی دانست میں عدل کے بموجب 2002 کے گجرات فساد کے لئے انھیں معافی نہیں مانگنی چاہئے تو بھی وہ اپنے سنسکاروں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کو احسان کے دائرے میں لے آئیں اور معافی مانگیں۔ تفصیل کے لئے برائے مہربانی دیکھیں:

www.syedzafarmahmood.in

اگر میں نریندر مودی کے پروگرام میں نہیں جاتا تو ایک دفعہ پھر میڈیا میں خبریں آتیں کہ اس پروگرام میں اتنے مسلمان آئے اور انھوں نے مودی کی یوں تعریف کی اور بات پھر آئی گئی ہو جاتی۔ اس کے نتیجہ میں ملک کے کسی کونے میں بیٹھا ہوا کوئی مسلمان پھر شائد سوچنے لگتا کہ کچھ مسلمان مودی کے ساتھ تو ہیں ہے۔ لیکن الحمدللہ آج سین بالکل بدلا ہوا ہے۔ اس سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ یو پی اے کو اب خوف زدہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مسلمانوں کے لئے اگر ہم نے کچھ کیا تو سنگھ پریوار اس کی منفی پبلسٹی کرے گا اور اس طرح یو پی اے کے ہندو ووٹ کم ہو جائیں گے۔ اگر مسلمانوں کے تئیں یو پی اے کی نیت صاف ہے تو اگلے چھ ماہ میں مندرجہ بالا سارے ادارہ ساز اقدام ہو جانے چاہئیں۔ میں شکرگذار ہوں کہ قومی سطح پر سو سے زائد اخبارات اور ٹی وی چینلوں نے میرے ذریعہ کی گئی بی جے پی اور مودی کی گرفت کو عوام تک مزید پہونچایا۔ این ڈی ٹی وی کے ایک گھنٹہ کے مخصوص پروگرام میں بی جے پی کے نمائندہ کو کٹہرہ میں کھڑے ہو کر جواب دینا مشکل پڑ گیا۔ ملک بھر سے میرے پاس تہنیت کے بے شمار پیغام آئے جو میرا سرمایہ حیات ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے دینیات کے پروفیسر سعود عالم قاسمی صاحب نے مجھے اس حدیث نبویؐ کے حوالہ سے مبارک باد دی کہ کسی جابر بادشاہ کے سامنے جا کر حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

اصل ایشو لاقانونیت ہے یا فرقہ پرستی؟

خوش رکھے اللہ ان چند صحافیوں کو جنہوں نے بغاوت کی ملک کی موجودہ کرخت سیاسی آب و ہوا سے، جہاں دنیاوی مادہ پرستی و لالچ کے عوض میں کینہ و دروغ پر مبنی انتخابی یک طرفہ ستائش کو بہتوں نے اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ ایک مشہور خاتون صحافی نے ایک ٹی وی چینل پر اپنی سریز ''آن روڈ ٹو 2014'' کے ممبئی میں شوٹ کیے گئے حالیہ پروگرام ''حق میں یا مخالفت میں: کیا مودی ہی 2014 کا ایشو ہیں؟'' میں اُس خط کو بحث کا ایشو بنایا جس میں فلمی دنیا کے کچھ اشخاص نے ووٹوں سے اپیل کی ہے کہ اپنے ضمیر کے مطابق ووٹ دیں اور ایسا ہی دوسرا خط جو ممبئی کے سینٹ زیویئر اسکول کے پرنسپل نے طلبا کو بھیجا جس میں 'گجرات ماڈل' پر سوالات اُٹھائے گئے۔ اس مکالمہ میں BJP کے نمائندوں کا رخ کچھ ایسا تھا گویا سیکولرزم ایک ناپسندیدہ شے ہے حالانکہ یہ آئین ہند کے تمہیدی بیان (Preamble) کا اہم جز ہے۔ انہوں نے یہ بھی طرزِ بحث اپنانے کی کوشش کی کہ فی الوقت ملک کو خطرہ افراطِ زر یا انفلیشن، بدعملی و لاقانونیت سے ہے نہ کہ فرقی پرستی سے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ جن لوگوں نے یہ خط لکھا ہے کہ وہ فلمی دنیا کو اندرونی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ جواب میں سینئر فلم ڈائریکٹر آنند پٹوردھن نے دلیری سے کہا کہ نریندر مودی کو ایک فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک حادثۂ طبعی (Phenomenon) کا نمائندہ سمجھا جانا چاہیے جو داہنے بازو

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S... ...aash\Border Final bj... ...d.

والا ایک بنیاد پرست نظریہ ہے جس کا سلسلہ آزادی سے بہت پہلے شروع ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے مہاتما گاندھی کا قتل ہوا، جس کی وجہ سے بابری مسجد شہید ہوئی، جس نے عوام کی محور بندی (Polarisation) کر دی۔ وقت کی ضرورت ہے کہ ملک میں سیکولرزم کو اوّلیت دی جائے۔لہٰذا فلمی دنیا کے خط میں لکھا گیا کہ فرقہ پرست امیدواروں کو ہرانے کے لیے اپنے اپنے انتخابی حلقہ میں لوگوں کو مل کر ایسے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے جو فرقہ پرستوں کو ہرائے، ایسا کرتے وقت اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ وہ امیدوار کس غیر فرقہ پرست سیاسی جماعت سے جڑا ہے۔ برکھادت نے بی جے پی کے نمائندوں کو چیلنج کیا کہ چند ماہ قبل جب لتا منگیشکر نے نریندر مودی کے حق میں بیان دیا تب تو فلمی دنیا تقسیم نہیں ہوئی تو اگر کچھ لوگ مودی کے خلاف ہیں تو یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ فلمی دنیا تقسیم ہوگئی تو بی جے پی سے اس کا جواب نہیں بن پایا۔

علیق پدمسی، جنہیں اسکرین پر اشتہاروں کی دنیا کا جدامجد مانا جاتا ہے، نے بتایا کہ سینٹ زیویر کے خط میں اعداد وشمار کی بنیاد پر درج ہے کہ حقوق انسانی اور سماج کے کمزور طبقوں کے زمرہ میں گجرات ماڈل میں کیا کیا خرابی ہے۔ لہٰذا ووٹ کرنے سے قبل سوجھ بوجھ سے کام ضرور لیا جائے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ بی جے پی کے پوسٹروں میں نریندر مودی جو وزارت عظمیٰ کے اُمیدوار ہیں داہنے ہاتھ کی انگلی اونچی کر کے زور دے کر کہتے ہیں کہ میں ایک ہندو قوم پرست ہوں، جبکہ آئین کہتا ہے کہ یہ ملک سیکولر ہے اور اس کے طریقہ کار میں جمعیت (Inclusiveness) کو مرکزیت ملنی چاہیے۔ مودی صاحب کے اس سیاسی برتاؤ میں باہمی اختلاف و جارحیت اور جفت شناخت (Dichotomy) صاف دکھتی ہے۔ BJP کی شائنا میڈم بیچاری اس کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکیں کہ سینٹ زیویر کے پرنسپل کو اپنی رائے الیکشن سے قبل دینی چاہیے تھی اور اس ادارہ کو سرکاری فنڈ ملتا ہے تو وہ الیکشن میں سائڈ نہیں لے سکتا۔ BJP کے اشتہاری ماسٹر سیم بلسارا سے برکھادت نے کہا کہ ماحول کچھ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... ...i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

ایسا پیدا کیا جا رہا ہے کہ آپ اگر مودی کے ووٹر نہیں ہیں تو آپ کو ان کا سخت ترین مخالف مانا جائے گا بلکہ آپ کو پاکستان چلے جانا چاہیے اور یہ کہ فی الوقت سیکولرزم ایشو ہے ہی نہیں۔ اس پر جب برکھا دت نے سامعین سے کہا کہ ہاتھ اٹھائیں جو لوگ مانتے ہیں کہ سیکولرزم ایشو ہے ہی نہیں تو صرف ایک ہی ہاتھ اُٹھا بلکہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی لیڈر کسی اہم امیدواری میں ہو اور وہ فرقہ واریت کو فروغ دے رہا ہو تو وہ یقیناً ناپسندیدہ ہے۔ اس پر بلسارا نے کہا کہ اس وقت ملک کو طاقتور اور پاپولر لیڈر کی ضرورت ہے، جس پر آنند پٹوردھن نے چٹکی لی کہ ہٹلر میں دونوں خوبیاں تھیں اور جرمنی کا سرمایہ دار طبقہ ہٹلر کی تعریف کرتا تھا کہ وہ ملک کی اقصادیات کے لیے اچھا لیڈر رہے اور پھر اگر مودی بہترین انتظام کار ہیں تو وہ 2002 کے مسلم کش فسادات کو کیوں نہیں سنبھال پائے۔

BJP کے نمائندے نے احتجاج کیا کہ صرف 2002 کے فسادات کی ہی بات کیوں ہو، کیوں نہ 1993 کے ممبئی فساد کی بات بھی ہو۔ علیق پدمسی نے اپنا یقین ظاہر کیا کہ ہمارا ملک بہت عرصہ تک فاشسٹ نہیں رہ سکتا ہے، حالانکہ ممکن ہے کہ کچھ وقفہ کے لیے کسی فاشسٹ فرد کو الیکشن میں جیت مل جائے جیسے ہٹلر کو ملی تھی لیکن ایسے سانحہ کو تاریخ معاف نہیں کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1993 کے ممبئی فساد کی موجبیت (Causality) میں جانا ضروری ہے، دراصل اس فساد کی پشت میں وہ محور بندی تھی جو اس کے پہلے ملک میں پیدا کر دی گئی تھی۔ برکھا دت نے BJP والوں کو یاد دلایا کہ آج کے ہندوستان میں مسلمان مودی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس پر نندتا داس نے لقمہ دیا کہ 1984 کے فساد کے باوجود سکھوں میں عدم تحفظ کا خوف نہیں ہے جو کہ 2002 کی وجہ سے مسلمانوں میں ہے۔ BJP کی شائنا نے کہا کہ ان کی پارٹی قومی نشو و نما میں یقین رکھتی ہے جو کسی ایک طبقہ کے لیے نہیں ہے حالانکہ وہ یہ بھول گئیں کہ سچر کمیٹی نے اعداد و شمار کی بنیاد پر بتایا کہ ملکی نشو و نما کا فائدہ مسلمانوں تک نہیں پہنچا اور اس کے ازالہ کے لیے مرکزی وظیفہ اسکیم بنائی گئی، جس کو گجرات

میں نافذ نہیں کیا گیا بلکہ گجرات حکومت نے عدالت عظمیٰ میں کہہ دیا کہ سچر کمیٹی خود غیر آئینی ہے۔علیق پدمسی نے کہا کہ فلمی دنیا کے خط میں سیکولرزم کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی معاملات میں وہ مودی کو تسلیم کرتے ہیں۔انسانی نشوونما کے اشارے(Human Development Index) بچہ کی موت کی شرح (Infant Morality Rate)،عورت مرد کی شرح (Male Female Ratio) وغیرہ میں بھی گجرات بہت پیچھے ہے،دراصل گجرات کا ماڈل امیر ترین لوگوں کی نشوونما کا ماڈل ہے۔BJP کے نمائندہ نے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ ہم لوگ سیکولرزم میں اٹکے ہیں اور متحدہ ہندوستان کی بات نہیں کر رہے ہیں جس پر برکھا دت نے فوراً انہیں ٹوکا کہ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اتحاد کے لیے سیکولرزم ضروری ہے۔پھر وہ کنفیوز ہوکر بغلیں جھانکنے لگے کہ ہر ہندوستانی تو یہ جانتا ہی ہے کہ وہ سیکولر ہے۔نندتا داس نے عقدہ کھولا کہ BJP کے خلاف بولنے پر مجھ کو دھمکی سے بھرے ہوئے بہت خراب ٹویٹ (Tweet) آتے ہیں کوئی مجھے کالی بنگالن کہتا ہے،کوئی کہتا ہے اپنے بچہ کو پاکستان لے جاؤ،اظہارِ خیال کی میری آزادی پر ضرب آرہی ہے۔انہوں نے کہا کہ کئی صوبوں میں گجرات سے زیادہ ترقی ہوئی ہے، پھر بھی میں صوبائی ترقی میں مودی صاحب کو +B (درجہ دوم) دوں گی لیکن حقوقِ انسانی کے تحفظ میں انہیں F (سب سے نیچے) سے زیادہ نہیں دے سکتی۔NDTV پر یہ پروگرام بہت تسلی بخش اور اُمید افزا رہا، یقین کامل میں اضافہ ہوا کہ انسان کا ضمیر اللہ نے بنایا ہے نہ کہ کسی انسان نے اور وہ اس سے جب جو کام چاہے لے لیتا ہے۔ساتھ ہی ہمیں آپ کو بھی اس امتحان کی گھڑی میں اعلیٰ نمبروں سے پاس ہونا ہے، جس کی تیاری میں ہمیں ہمہ وقت اپنے ہاتھ پیر اور اپنے دل و دماغ کا استعمال کرتے رہنا ہے۔

اس وقت میں امریکی شہر باسٹن میں دنیا کی مایہ ناز ہارورڈ یونیورسٹی میں اسلامی مالیات پر بین الاقوامی سیمینار میں شمولیت اور اس میں اپنے اظہارِ خیال کے لیے آیا ہوا ہوں،

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

ان شاء اللہ اسی ہفتہ وطن واپسی ہے۔اس سیمینار میں مقاصد شریعت، مائکرو تکافل، تبرک،شریعت بورڈ، ہلال سرٹیفیکٹ ،میوچول فنڈ ،خطرہ کی اشتراکیت،اسلامی ونچر کیپیٹل و کوآپریٹو مالیات، ربا وغرار،فتوی،ضمانتوں وکفالتوں کی خرید وفروخت،کمپنی کے سکوک، اسلامی قرضداری یونین،شرعی مجموعی فنڈنگ وغیرہ پر مدلل ترین محقق، پروفیسر صاحبان، دینی لیڈروں اور کامیاب ترین سرگرم کارکنوں نے شرکت کی،اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مفصل بحث کی۔شرکت کرنے والے ممالک میں شامل ہیں امریکہ، جرمنی،سعودی عرب، انڈونیشیا، آسٹریلیا، ہندوستان، قطر، مصر، سنگاپور، عمان، فرانس، برطانیہ، بحرین، ملیشیا اور یگان،قزاخستان، آزربائیجان وترکی۔سیمینار میں یہ بھی غور ہوا کہ اسلامی مالیات سے متعلق جو ادارہ سازی اب تک ہو چکی ہے اور جو ماڈل دنیا میں رائج ہیں ان میں مزید اندرونی بہتری کس طرح ممکن ہے۔ مثلاً تکافل کے پریمیم کی رقم کی خلعت بخشی (Investment) کو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے کس طرح ملت کے لیے زیادہ منافع بخش بنایا جاسکتا ہے۔ایک رائے یہ بھی آئی کہ تکافل کا نام بدل کر 'اسلامی انشورنس' رکھ دیا جائے تاکہ زیادہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں۔الحمدللہ! میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا،سیمینار کی مزید تفصیل سے قارئین کو آئندہ مطلع کروں گا۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Talaash\Border Final
bj ... d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final
bj.jpg ... found.

رمضان المبارک اور ملّی اولوالعزمی

سورۃ الانعام کی آیت 162 میں اللہ تعالیٰ حکم کرتے ہیں کہ یقین کرنے کے ساتھ بندہ کہے بھی کہ میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہی ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ آیت توحید کامل کی تعلیم اس طرح دیتی ہے کہ اس میں تسلیم و اطاعت اور رضا بالقضا کے ساتھ تفویضِ عدلبھی شامل ہے۔ ایسا کرنے سے خود مرکزیت کے بجائے انسان خدا کی مرکزیت کی طرف راغب ہوجاتا ہے۔ لیکن حضرت تھانویؒ کی یہ بھی تفسیر یاد رہے کہ اس خدائی حکم کی اطاعت کے لیے انسان کو خودغرضی کے بجائے دوسرے لوگوں کے لیے جینا ہوگا۔ ایسا کرنے کے لیےنرا انسانی وجود ہی کافی نہیں ہے بلکہ باہمت و برقی زندگی چاہیے۔ موم کو پگھلنے کے درجہ حرارت سے زیادہ پر رکھا جائے تو اس کے پاس علاوہ پگھل جانے کے اور کوئی متبادل نہیں رہتا، لیکن انسان تو موت سے مختلف ہے، اسے تو صرف موجودہ صورتحال نہیں بلکہ مستقبل پر بھی غور کرنا ہے، اس کو قدرت نے طاقت دی ہے کہ ممکنہ مقاصد میں سے اپنی پسند سے خود چن لے، اس کے لیے اسے سماج کو بھی جواب دہ ہونا ہے اور پروردگار کو بھی، لیکن اگر وہ صرف اللہ سے خوف رکھتے ہوئے اس کی پسند کا راستہ منتخب کر لیتا ہے تو خدائی حمایت کا اس کو وعدہ ہے۔ علامہ اقبالؔ کہتے ہیں:

تنِ بے روح سے بیزار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

انسان کی ہدایت کے لیے پیغمبروں نے ابدی حقیقتوں کی بنیاد پر صحیح اور غلط راستوں کی نشاندہی کردی ہے، ایسا کرنے کے لیے انہیں سیاسی، اقتصادی یا سفیرانہ مصلحت سے کام نہیں لینا پڑا۔ سماج میں ان اخلاقی اقدار کی تعلیم کی ضرورت ہے، خاندان میں ہر بزرگ کا فرض ہے کہ اپنے خورد کی تربیت کرے صرف قول سے نہیں بلکہ عمل کرکے۔ کوئی غیر مہذب عمل کرنے یا مذاق میں بھی اس کی بالواسطہتر غیب دینے سے سماج میں غلط پیغام جاتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے اہم رول والدین اور اساتذہ کا ہے اور اکیسویں صدی میں تو میڈیا کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ میڈیا کے کئی لوگ عوامی مسائل کے تئیں اپنا رخ اپنے ذاتی، سیاسی و اقتصادی مفاد کی روشنی میں طے کرتے ہیں۔ سیاسی رہنماؤں کا تو کیا کہنا، ان میں سے زیادہ تر کو تو سماجی کردار کے نشو ونما سے متعلق اپنا فریضہ یاد ہی نہیں آتا ہے۔ اس سے بھی برا حال بین الاقوامی سطح پر ہے، وہاں تو جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کو کامیابی مانا جاتا ہے۔ اقوامِ متحدہ میں انسانی اقدار کو فروغ دینے کا شعبہ ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ساری خرابی بچے کی پرورش سے شروع ہوتی ہے اور وہیں پر بزرگوں کو فرض شناس ہونے کی ضرورت ہے۔ بہت کم عمری میں ہی انسان کو سنگدلی سے باہر نکالنے کے جتن کئے جاسکتے ہیں۔ اسی وقت اس کو روحانیت کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ تبھی اقتدار، حاکمیت، نسل، رنگ، مذہب، ذات کی بنیاد پر تعصب اور طرفداری کے پاتال سے نکال کر آگے آنے والے سماج کو وسیع النظری کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن کی آیت 29 میں اللہ تعالیٰ اپنے لیے فرماتے ہیں کہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی تشریح کرتے ہیں کہ یعنی کائنات میں جو تصرفات ہر لحظہ اور ہر آن جاری رہتے ہیں وہ نتیجہ ہیں اللہ کی ہمہ وقتی توجہ اور التفات کا، یہ ممکن نہیں کہ اللہ پر غفلت یا بے التفاتی ایک آن کے لیے بھی طاری ہو۔ کائنات کی ادنیٰ سی حرکت میں بھی قادرِ مطلق کی کن فیکونی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔ خدا اپنی خلاّقی اور فعّالی کی تجلیات

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

مستقل دکھا تا رہتا ہے۔قرآن کریم میں فعل اور عمل کا استعمال مختلف صیغوں میں ملا کر 500 سے زائد مقامات پر آیا ہے۔دوسری طرف سورۂ صٓ کی آیت 72 میں تخلیق آدم کا طریقہ کار بیان کرتے ہوئے اللہ کہتا ہے کہ انسان کے اندر ڈالی گئی روح خود اللہ کی نسبت سے مکرم و مشرف ہے۔امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق انسانی کی تکمیل دواُمور پر موقوف ہے، پہلے تسویہ جسد اور پھر نفخ روح۔اس طرح انسان کو عظیم ذمہ داری دے دی گئی کہ وہ اپنے اندر روح ایزدی کا حق ادا کرنے کے لیے اپنے پروردگار کے مستقل متحرک رہنے کی صفت کا استعمال کر کے اپنی تخلیق کا حق ادا کرتا رہے۔

اس پس منظر میں آیئے ہم وطن عزیز میں اپنی بے عملی پر غور کریں۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا دین پانچ بنیادی ستونوں پر ختم ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہاں سے ہمارا دین شروع ہوتا ہے۔اگر کوئی طالب علم یہ سمجھے کہ امتحان کی تیاری اور خود امتحان ہی تمام تدریس و تعلیم کا اصل مقصد ہیں تو وہ خسارہ میں رہے گا،اسے سمجھنا ہوگا کہ اس کا اصل مقصد ہے کردار سازی اور قابلیت پر مبنی خود مختاری، جس سے لیس ہو کر اس میں خود اعتمادی اور خود وثوقی پیدا ہوگی تا کہ وہ ملک و دنیا کے بڑے چیلنج قبول کر سکے۔اسی طرح جامعہ الاظہر کے پروفیسر ایمریٹس ڈاکٹر فتحی عثمان مرحوم و مغفور اپنی مشہور کتاب ’قرآن کے بنیادی تصورات‘ میں لکھتے ہیں کہ نماز سے استفادہ کی پہچان یہ ہے کہ بندہ دو نمازوں کے درمیان جب مسجد سے باہر ہوتا ہے تو کیا کرتا ہے۔یہی طریقہ کار باقی چاروں ارکان سے استفادہ آنکنے کا بھی ہے۔فی الوقت رمضان المبارک کی ایک دفعہ پھر مبارک آمد ہے۔ایک دفعہ پھر ہمیں یاد آئے گا کہ عبادت کا مقصد زیادہ بہتر حاصل ہوتا ہے، اجتماعیت سے۔تمام حقیقی عبادت کی روح سماجی ہوتی ہے۔اجتماعی عبادت کے دوران ایک مرکزی نکتہ پر مکمل توجہ مرکوز کر کے تمام عابد اپنے دل کی غارِ حرا میں داخل رہتے ہوئے اندرونِ قلب کو ایک اضطرار واحد سے جوڑ دیتے ہیں۔ اس سے وہ ابدی حقیقت فروغ پاتی ہے، جو ذہنی انتشار کو یکجا کرنے کی طاقت رکھتی ہے اور

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-Saniya Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

اس طرح ایک خاموش قوت پروان چڑھتی ہے۔ جو عملی جامع میں آنے کے لیے بیتاب رہتی ہے۔ جب عابد سجدہ میں ہوتے ہیں تو اپنے کو مالکِ کائنات سے قریب تر محسوس کرتے ہیں، تمام زندگی میں سجدہ کا ہی لمحہ ایسا ہوتا ہے جب دل کی سطح دماغ کی سطح سے اونچائی پر ہوتی ہے، اس حالت میں مرکزی نکتہ سے جڑی ہوئی تمام ترنگیں یہ بھی احساس رکھتی ہیں کہ اس کام میں اجتماعیت کی برکت بھی شامل ہے۔ لیکن اصل دین اس کو بھی آخری شرعی مقصد حیات نہیں مانتا ہے، وہ تو اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ دین کے پانچ بنیادی ستونوں سے حاصل شدہ جذبہ اطاعت و اجتماعیت سے سرشار مومنین کا فریضہ ہے کہ اس سافٹ ویئر (Software) کو ہارڈ ویئر (Hardware) میں تبدیل کرتے رہیں، جس سے وہ مستقلاً متحرک رہ کر سماج کے دیگر اور خصوصاً ہر طرح کے ضرورت منداشخاص کی اپنے دل و دماغ اور ہاتھ پیر کے ذریعہ اور جہاں تک ممکن ہو اجتماعیت سے امداد کرتے رہیں۔

لوک سبھا الیکشن 2019 اور اس کے پہلے متعدد صوبوں میں اسمبلی الیکشن کی تیاری کے لیے دن گھٹتے جا رہے ہیں، ہر سانس پر گھڑیال ہمیں خبردار کر رہا ہے کہ گردوں نے مہلت کی ایک اور گھڑی گھٹا دی۔ میرے 12 جون کے مضمون '2019 کے لیے ہمارا نقشہ راہ (Roadmap)' میں ترکیب درج ہے کہ ملک میں اور بیرونِ ملک کہیں بھی بیٹھے ہوئے، ملت اسلامیہ ہند کے مستقبل کو اندھیروں سے بچانے کے لیے، ہر مرد و عورت کے ذریعہ کتنا زیادہ کام ممکن ہے۔ اسلام کی اصل روح چاہتی ہے کہ ہم پروردگار کی دونوں طرح کی عبادتیں رمضان میں دیگر مہینوں کے مقابلہ زیادہ کریں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دائروں سے متعلق، تاکہ باقی گیارہ ماہ میں بھی ایسا ہی کرتے رہنے کی مشق ہو جائے۔ رمضان میں چوبیس گھنٹے ہم کو احساس رہنا چاہیے کہ ہم صرف عدل پر قائم نہ رہیں بلکہ احسان بھی کرتے رہیں، جس کی ترغیب ہمیں ہر جمعہ کے عربی خطبہ کے آخر میں پڑھی گئی قرآنی آیات (16:90) کے ذریعہ سال میں 52 دفعہ اور عموماً عمر میں 4,000 دفعہ ملتی ہے۔ اگر ہم رمضان

Sb\2014\Nishat-e-Saniya Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

میں نماز وتلاوت کے علاوہ ٹائم ٹیبل بنا کے 2-1 گھنٹے روز مندرجہ بالا نقشہ راہ (Roadmap) میں تحریر شدہ عمل کرتے رہیں گے تو اس کام میں رمضان کی برکت بھی شامل ہو جائے گی اور یقیناً اللہ ہم سے اسی طرح خوش ہوگا جس طرح طارق بن زیاد سے ہوا ہوگا۔

ایک اور متبرک اتفاق یہ ہے کہ اس وقت ملک کے قابل ترین گریجویٹ و پوسٹ گریجویٹ نوجوانوں کے لیے بھی یہ فیصلہ کی گھڑی ہے کہ وہ مئی 2015 میں منعقد ہونے والے سول سروسز پریلم امتحان میں شامل ہوں گے کہ نہیں۔ ہچکچانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، ایڑ لگائیے اور آپ اپنے کو خندق کے پار پائیں گے ان شاء اللہ۔ بس آستین چڑھا کے جہانِ مکافات میں اُتر پڑیئے۔ یو. پی. ایس سی کی ویب سائٹ پر جا کر سول سروسز سے متعلق سب مواد کئی دفعہ پڑھیے، نوٹس (Notes) بنائیے۔ کئی دفعہ غور وخوض کیجیے، آپ کا دل و دماغ بتا دے گا کہ آپ کو کس طرح اور کتنی محنت کرنی ہے اور روزہ رکھ کے یہ کام زیادہ پرجوش طریقہ سے ہوگا۔ 2019 کے الیکشن سے قبل یو. پی. ایس سی کے ذریعہ سول سروسز کے جو نتیجے نکلیں ان میں کامیاب مسلمانوں کی تعداد اب کے مقابلہ میں آسانی سے دوگنی کی جاسکتی ہے۔ بقول اقبالؔ، قلب سلیم رکھنے والا شخص اپنی طاقت کو پرکھنے کے لیے اولوالعظمی والے کام اپنے ذمہ لیتا ہے:

آزمائد صاحبِ قلبِ سلیم
زورِ خود را از مہماتِ عظیم

Sb\2014\Nishat-e-S... ...aash\Border Final
bj... ...d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... ...i Talaash\Border Final
bj.jpg ... found.

خطبہ جمعہ کی منصوبہ بندی' آبیاری و آراستگی

ہماری ملت میں افراد کی صحیح ذہن سازی کی منظّم و مسلسل کوشش اتنی اچھی طرح نہیں ہو رہی ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اس کے لئے 14 صدی قبل ہی شریعت نے خطبہ جمعہ کی شکل میں ایک ہفتہ وار جامع و مجرب نظام نافذ کر دیا تھا اور الحمدللہ وہ اب تک رائج ہے۔ لیکن اس کو پوری طرح سے موثر بنانے کے لئے اس کی منصوبہ بندی' آبیاری و آراستگی کی ضرورت ہے۔ ہمارے ائمہ و خطباء سماجی نشو و نما کا محور بن کے رہنے چاہئیں۔ لیکن نیابت رسول ؐ و خلافت صحابہ ؓ کی ذمہ داریاں نبھانا کوئی ہلکا پھلکا کام نہیں ہے۔ اس کے لئے تو قرآنی تصورات کا مستقل گہرا مطالعہ' احادیث پر دسترس و احکام شریعت پر مہارت کے علاوہ مثبت سوچ' سماجی کارکردگی' تعلیمی سرگرمی' اعلیٰ اخلاقی شائستگی' جدید ترین سائنسی معلومات و آلات سے واقفیت وغیرہ کی زبردست اہمیت ہے۔

برصغیر ہند میں عربی زبان میں خطبہ جمعہ سے قبل عام طور پر مقامی زبان میں تقریر ہوتی ہے۔ اس دوران ملت کا بڑا حصہ زمین پر لاکھوں جگہ بڑے بڑے گروہوں میں سر جھکائے بیٹھا ہوتا ہے اور امام و خطیب کی زبان سے نکلے ہوے الفاظ کو عقیدت سے سنتا رہتا ہے۔ مقتدی صاحبان سال میں 52 دفعہ اور زندگی میں تقریباً 4000 دفعہ جب خطبہ جمعہ سن رہے ہوتے ہیں تو ایک والہانہ عقیدت سے بھی سرشار ہوتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ فطرتاً ان خطبات کا افراد کی زندگی پر کتنا گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس لئے ہرامام وخطیب کو ہر جمعہ کے خطبہ سے قبل سوچ سمجھ کے اپنے ذہن میں بلکہ اپنی ڈائری میں نکات نوٹ کرنے چاہئیں کہ کس ہفتہ میں کس مضمون پر وہ کیا فرمائیں گے یہ ذہن نشین کرتے ہوے کہ ملت کی تربیت واس کی ارتقاء کے لئے کن ہدایات کی کب ضرورت ہے۔اس تعلق سے ائمہ وخطباء صاحبان چھوٹے گروپوں میں اگر سال میں کم ازکم ایک دفعہ آپس میں دہ تین روز ایک ساتھ وقت گذاریں اور تبادلہ خیال کریں تو یہ ورزش بہت کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔عوام کوایک اہم ترغیب یہ دینی ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اسلئے اسے صرف تلاوت وحفظ تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ روزمرّہ کم ازکم آدھے گھنٹے تک ایک آیت کا ترجمہ واسکی تفسیر ضرور پڑھنی چاہئے۔

جمعہ کے عربی خطبہ میں جن قرآنی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے ائمہ وخطباء صاحبان کو چاہئے کہ ان کا ترجمہ اور متعدد تفاسیر کی مدد سے ان کا تاریخی پس منظر وان آیات میں دی گئی تعلیم وتربیت کی مدلل اہمیت کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں' اس سے متعلق اپنی ڈائری میں یادداشتی حاشئے (Notes) تیار کریں اور وقتاً فوقتاً خطبہ کے دوران اس ڈائری کی مدد سے مجمع میں ان آیات کا مفہوم بیان کیا کریں۔اسی طرز پر ہر جمعہ کی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد جن آیات کی تلاوت کی جانے والی ہے ان کا بھی مفہوم مادری زبان میں بیان کردیا جائے یہ اعلان کرکے کہ انہی آیات کی تلاوت آج نماز میں کی جائے گی۔اس طرح مقتدی صاحبان نماز کے دوران ہمہ تن گوش رہیں گے اور قرآن میں دئے گئے خدائی احکامات سے ان کے لگاؤ میں افزونی وتندہی پیدا ہوجائے گی۔اس کے علاوہ مادری زبان میں دی جانے والی امام وخطیب کی جمعہ کی تقریر میں تربیت وکردارسازی کے ساتھ ساتھ اسلام کی اس ہدایت پر بھی زور دینا ہوگا کہ ملت کی اہمیت فرد سے زیادہ ہے۔ہرفرد کے وجود کے کم سے کم ایک تہائی حصہ پر ملت کا اجتماعی حق ہے۔ہرفرد کواللہ نے جو کچھ بھی نوازا ہے جس میں وقت' ذرائع' اثاثہ' آمدنی وجذبہ محبت شامل ہیں ان میں سے ہرایک کا کم سے کم

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

ایک تہائی حصہ ملت کے لئے استعمال کرنا ہوگا۔

ملک میں مسلمانوں کے کیا مسائل ہیں' ان کے ازالہ کے لئے کن اقدامات کی ضرورت ہے' مسلمانوں کو اپنا الکشن کارڈ و آدھار کارڈ ضرور بنوانا چاہئے' وقف قانون میں کیا تبدیلیاں ہونی چاہئیں وغیرہ مدعوں پر تحقیق کرنا اور اس کی روشنی میں خطبہ کے دوران عوام کی رہنمائی کرنا بھی امام وخطیب کے لئے ایک چیلنج ہے جو شریعت نے انھیں دیا ہے۔ جبکہ انھیں سیاسی شر رفشانی اور فرقہ بند شعلہ باری سے انحراف کرنا ہوگا۔ زمینی سطح کے سماجی سدھاروں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ اللہ کی اسکیم میں دنیاوی زندگی کا کوئی حصہ دین کے احاطہ کے باہر نہیں ہے۔ لہٰذا امام وخطیب کا اصل رول بھی فرد وملت کے لئے ہر سمت میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کلیدی فریضہ کی خوب تر ادائیگی کے لئے امام وخطیب کو اپنے کو محقق و دانشمند بنائے رکھنے کے لئے ذاتی طور پر اندرونی جد و جہد کرتے رہنا ہو گا۔ مسجد کو نماز پنجگانہ کے خفیف کوزے سے باہر نکال کر مسلمانوں کے لئے ملی و سماجی کارکردگی کی مانیٹرنگ کا مرکز بنانا ہوگا۔

پہلی وحی میں ہی اللہ تعالیٰ نے قلم کا ذکر کیا۔ آج ہم سے آپ سے پوچھا جائے کہ قلم کیا ہے تو ہم فوراً جیب سے بال پن یا فاؤنٹین پن نکال کے دکھا دیں گے۔ اس کے مفہوم کو اور پھیلایا جائے تو سلیٹ کی چاک یا تختی کے لئے سیٹھے کے قلم تک ہم پہونچ سکتے ہیں۔ لیکن آج سے 14 صدی قبل ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا' پھر بھی اللہ نے قلم کا لفظ استعمال کیا۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا قلم ہر وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ ذہن کے خیالات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک یا ایک شخص سے دوسرے شخص تک پہونچایا جا سکے۔ اکیسویں صدی میں قلم کہیں گے کمپیوٹر کے کی بورڈ (Key Board) کو۔ اگر اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا تو اللہ کے پیغام کی مستعدی سے نشر واشاعت کرنے میں ہم دیگر مذاہب سے پیچھے رہیں گے۔ امام وخطیب صاحبان کو کمپیوٹر سیکھنا اور اس کی مشق کرنا ہوگا۔ دنیا کے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

56 ممالک اسلامیہ میں اور کرہ زمین پر کروڑوں ائمہ وخطباء کا کیا طریقہ کار رہے اور ہم ان سے کیا سیکھ سکتے ہیں اس کی کنجی آج ہم میں سے ہر ایک کی شہادت کی انگلی میں موجود ہے۔اس کا استعمال کمپیوٹر کے کی بورڈ پر کرتے ہی عقدے کھلنے لگتے ہیں۔نماز میں دوزانو بیٹھ کر ہم کیا پڑھتے ہیں اس کی اصل اہمیت مجھے آج سے دس برس قبل کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے معلوم ہوئی۔

فی الحال افراد ملت حکومت کے ذریعہ مسلمانوں کے تئیں غیر کارکردگی کے متعلق اپنی ناراضگی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔اس سمت کم ذہن جاتا ہے کہ اگر 65 برس حکومت نے ملت کی اندیکھی کی ہے تو کیا اگلے 65 برس تک بھی ہم صرف تماش بین اور شکوہ بردار ہی بنے رہیں گے یا اچھے مسلمان بن کے اب اٹھ کھڑے ہوں گے اور ملت کی فلاح و بہبود کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیں گے۔اس کے لئے ائمہ وخطباء صاحبان کو علامہ اقبال کی زبانی ملت کی رہنمائی کرنی ہوگی:

عشق نے کر دیا تجھے ذوق تپش سے آشنا
بزم کو مثل شمعِ بزم حاصلِ سوزوساز دے

خطبہِ جمعہ اور ملک وملت کی نشو ونما

قرآن کریم کی سورہ صؔ کی آیت 29 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپؐ کی طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔ سورہ محمدؐ کی آیت 24 میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کیا لوگ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے ؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوے ہیں؟ سورہ قمر کی آیت 17 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ سورہ فاطر کی آیت 28 میں اللہ میاں کہتے ہیں کہ اللہ سے اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ اس طرح پروردگار کی طرف سے بالکل صاف حکم دیا گیا ہے کہ ہر مومن کا یہ انفرادی فریضہ ہے کہ اگر اللہ نے اسے پڑھا لکھا بنایا ہے تو اس کو خود قرآن کو سمجھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہئے۔ پھر سورہ نحل کی آیت 125 میں اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کی ڈیوٹی لگاتے ہیں کہ ہم اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقہ سے گفتگو کریں۔ حتیٰ کہ سورہ قصص کی آیت 85 میں اللہ نے فرمادیا کہ قرآن کریم کو پڑھنا، سمجھنا، اس پر عمل کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا ہم پر فرض ہے۔ لیکن اگر ہم خود قرآن کو سمجھنے کیلئے مستقل انفرادی طور پر کوشاں نہیں رہیں گے تو پھر اللہ کا پیغام آگے کیسے پہونچائیں گے؟ اسکے لئے ضروری ہے کہ ہم متعدد تفاسیر کی مدد سے روزانہ پابندی سے قرآنی تصورات کو ذہن نشین کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔

اس سلسلہ کی بہت اہم کڑیاں ہیں سال میں باون جمعہ کے خطبے۔ ہمارے ملک میں

تقریباً سات سال کی عمر میں بچہ جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد جانا شروع کردیتا ہے اور عمر کی دسویں دہائی میں مالک حقیقی سے جاملتا ہے لیکن اس کو عموماً معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ جمعہ میں عربی کے خطبہ میں اللہ کا جو پیغام اس کو اس درمیان تقریباً چار ہزار دفعہ دیا گیا وہ کیا تھا کیونکہ وہ عربی زبان نہیں جانتا اور اسے عربی خطبہ کے معنے کبھی بتائے نہیں گئے۔ جبکہ عربی کا خطبہ عموماً سورہ نحل کی جس آیت (16.90) پر ختم ہوتا ہے اس کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بجائے پورا قرآن نازل کرنے کے اسی آیت پر اکتفا کرتے تو بھی ان کے پیغام کا مدّ عا مکمل ہوتا۔ قرآن کریم سے اس لاعلمی کی وجہ سے پشت در پشت ملت کی صحیح تربیت نہ ہونے کا جو زبردست نقصان ہو رہا ہے اس کا اندازہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ آپ مسلمانوں کے بڑے سے بڑے مجمع میں پوچھ لیجئے کہ جمعہ کے دن جو عربی کا خطبہ ہوتا ہے اس کا مفہوم کتنے لوگ سمجھتے ہیں تو ایک فیصد بھی ایسے لوگ مشکل سے نکلیں گے۔ ملت کے اکابرین کیلئے غور و خوض کا مقام ہے۔ سورہ نحل کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ میاں عدل اور احسان کا اور قرابت داروں سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکت اور ظلم و زیادتی سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم خود تم کو یہ نصیحت کر رہے ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس آیت میں انفرادی و سماجی زندگی کیلئے ایک مکمل ضابطہ عمل بیان کیا گیا ہے۔ تین بنیادی مثبت اور تین بنیادی منحرف احکامات (DOs & DON'Ts) دئے گئے ہیں۔ جدید اصطلاح میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانوں کے لئے بنیادی فرائض اور بنیادی ممانعتوں سے متعلق فرمان الٰہی (Charter of Fundamental Duties & Fundamental Prohibitions) ہے۔ قرآنی لفظ عدل کا مفہوم اردو لفظ انصاف سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ عدل کے جامع دائرہ نما خدائی تصور کو سمجھنے کے لئے لفظ انصاف کا استعمال زیادہ سے زیادہ ایک محدود انسانی تکونی کوشش ہو سکتی ہے۔ عدل میں اشارہ ہے

مساوات کی طرف۔ ساتھ ہی قرآن کا یہ بھی کہنا ہے کہ نا انصافی پر ردعمل کرتے وقت بھی انسان کو رضا کارانہ طور پر تحمل' اعتدال' قرینہ' مناسبت' سخاوت و فیاضی سے کام لینا چاہیئے۔ عدل میں تربیت کا بھی پہلو ہے تاکہ قصوروار کی اخلاقی سطح کو فروغ دیا جا سکے۔

اس قرآنی آیت میں دوسرا حکم ہے احسان کرنے کا جس کا مفہوم ہے نوازش' عنایت' مہربانی' شفقت و نیک اندیشی۔ ضروری ہے کہ احسان کو عدل کے ساتھ جوڑ کے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جس طرح عدل کو سمجھنے کیلئے انصاف میں راستی کی چاشنی ملانی پڑتی ہے اسی طرح احسان کے صحیح معنی سمجھنے کے لئے برائی کے انتقام میں نرمی گھولنی ہوتی ہے۔ دوسری طرف نیک عمل کے معاوضہ کے طور پر نیک ترین عمل کرنا ہوتا ہے۔ عبداللہ یوسف علی کا کہنا ہے کہ انصاف میں سرد فلسفہ والی پارسائی ہوسکتی ہے لیکن عدل کی شکل میں دین چاہتا ہے کہ ہم سرگرمی' نرم دلی اور عمل صالح کرتے رہیں چاہے ایسا کرنا انصاف کا تقاضہ نہ بھی ہو۔ ساتھ ہی سماجی زندگی میں جن لوگوں کے حقوق عموماً قبول کئے جاتے ہوں انھیں ہم ان کے حقوق دلوانے کی کوشش بھی کرتے رہیں۔

تیسری بات جس کا اللہ تعالیٰ اس آیت میں حکم دے رہے ہیں وہ ہے قرابت داروں سے حسن سلوک۔ اس میں انسان کے تمام رشتہ دار آ گئے خون سے بھی اور ازدواجیت سے بھی۔ رشتہ داری کے اس قدرے وسیع دائرہ کو مختلف زاویوں سے اندرونی طور پر خود کفیل ہونا چاہیئے۔ انسان کو اللہ نے جتنی بھی مختلف طرح کی استطاعت دی ہے اس کے استعمال و تصرف کیلئے اس کے یہی اہل قرابت اولین حلقہ مدار بناتے ہیں۔ ان تینوں احکام کے برخلاف اس آیت میں ان سب اعمال سے گریز کرنے کا حکم ہے جو شرمناک ہوں' جو غیر منصفانہ ہوں' جن میں خدائی قانون' اقدار شائستگی یا انسانی ضمیر کی سرکشی ہو۔ روحانی سطح پر عدل پر تو ہے اللہ کی وحدانیت کا اور احسان کا تقاضہ ہے اللہ کی عبادت کا اس تصور کے ساتھ کہ اللہ عبادت کرنے والے کو دیکھ رہا ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S Taalaash\Border Final bj d.

جمعہ کے خطبہ کے اختتام پر اللہ کا یہی پیغام ہمیں اور آپ کو ہر ہفتہ دیا جاتا ہے لیکن کیا ہمیں خطبہ سنتے وقت یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمیں کیا حکم دیا ہے۔ جب ہمیں اس کا پیغام معلوم ہی نہیں تو ہم اس پر عمل کیسے کر سکتے ہیں اور اس پیغام کو آگے کیسے بڑھا سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ صرف ہمارا آپ کا ہی نہیں ہے بلکہ تقریباً پوری ملت کا ہے۔ لیکن اس کا حل نکالنا ہم آپ جیسے ملت کے چند افراد کا فرض کفایہ ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جمعہ کے خطبہ کا مستند ترجمہ مسجد کے اندر دیوار پر جلی حروف میں لکھوانے کا انتظام کریں، اسے کتابچہ کی شکل میں چھپوا کر نمازیوں تک پہونچادیں اور اس بات کا انتظام کریں کہ ملت کے افراد کے درمیان وقتاً فوقتاً جمعہ کے خطبہ کا پیغام دانشمندانہ گفتگو کا موضوع بنا رہے تا کہ اللہ کا پیغام قلبوں میں سرایت کرتا رہے۔ اس طرح ملت کی بہتر تربیت سازی ہوتی رہے گی، سماج سے برائیاں کم ہو جائیں گی اور انشااللہ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے گنجائش بڑھتی رہے گی۔

اس سلسلہ میں امام وخطیب صاحبان کی ذمہ داری محورانہ ہے۔ جمعہ کے خطبہ اور اس سے قبل کی تقریر کی موجودہ افادیت میں اضافہ کیلئے انفرادی تگ ودو کے ساتھ ادارہ سازی کی بھی ضرورت ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں سال میں ایک دو دفعہ امام وخطیب لوگ گروپ میں ملیں اور تبادلہ خیال کریں تا کہ ایک دوسرے کے بہترین تجربات ومعمولات سے سب لوگ مستفید ہوں۔ سینئر علماء ان سے خطاب کریں۔ عربی خطبہ کے علاوہ مادری زبان میں ہفتہ وار تقاریر کے لئے ایک ایکشن پلان اور تقویمی جنتری تیار ہونی چاہئے۔ اس طرح کی تدابیر واجتماعات سے سبھی شرکت کرنے والے لوگوں کو باہمی تازگی ملتی رہے گی اور ان کی یہ ریاضت ملک وملت کی نشوونما کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

نہ ہو قناعت شعار گل چیں اسی سے قائم ہے شان تیری
وفور گل ہو اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

کاش ہم قل العفو کو سمجھ کر اس پر عمل کریں

اسلام میں مال و دولت کی تقسیم اقتصادی نظام کی بنیاد ہے۔ اس کی گردش پورے معاشرے میں ہوتی رہنی چاہیئے، نہ کہ یہ محض امیروں اور دولت مندوں کے پاس منجمد رہے۔ حضور ﷺ نے ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار سے مہاجرین کو مال دلوایا۔ ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا: ’’کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو میں تمھیں اپنے گھروں اور دولت میں سے مہاجرین کو حصہ دینے کے لئے کہوں اور مال غنیمت تمھارے درمیان تقسیم کردوں یا اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم اپنے گھر اور اپنے مال اپنے پاس رکھو اور میں تمھیں اس مال غنیمت میں سے کچھ نہ دوں۔‘‘ علاوہ ازیں سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھنا سختی کے ساتھ ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں ایک دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔‘‘ (التوبہ:۳۴)

اسلام میں عمل (Work) یعنی محنت یا خدمت کا تصور اپنی خصوصیت اور مقاصد کے لحاظ سے اس سے بالکل مختلف ہے جو جدید معاشی روایات میں عام طور سے سمجھا گیا ہے۔ عمل کا ضابطہ خود قرآن میں بتایا گیا ہے۔ جس میں لفظ ’عمل‘ ۳۶۰ آیات میں آیا ہے۔ ایک اور قریبی لفظ ’فعل‘ (اس کا ترجمہ بھی ورک سے کیا جاتا ہے) ۱۰۹ آیات میں آیا ہے۔ یہ آیات انسانوں کے لئے حرکت و عمل پر زور دیتی ہیں۔ عمل پر اس قدر زور و تاکید کی بنیاد پر اسلام کو

ایک عملی نظریہ یا ایک نظریہ عمل مانا جاتا ہے۔قرآن بے کاری یا غیر مفید کاموں میں وقت گزارنے کوعقیدہ کی کمزوری اور بے ایمانی کی علامت قرار دیتا ہے۔ یہ کہہ کر کہ دن (کی روشنی اور توانائی) کو رزق کمانے کا ذریعہ بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا وقت صحیح طریقہ سے استعمال کرنے کا پابند کر دیا ہے۔ جو شخص محنت کے ذریعہ' اللہ کا فضل' تلاش کرتا ہے ، جس میں روزی کمانے کے تمام مناسب طریقے شامل ہیں ، وہ لائق تحسین ہے۔جسمانی اور دماغی اہلیت رکھنے والے کسی بھی انسان کو یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ اپنی بے کاری کی وجہ سے خاندان یا حکومت پر بوجھ بنے۔ایسے لوگوں پر اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنے کی ذمہ داری ہے۔انسان جو بھی کام کرے وہ احسن اور مفید یعنی عمل صالح ہونا چاہئے۔ایسے کسی بھی عمل کو کسی بھی لحاظ سے حقیر نہیں سمجھا گیا ہے۔انسان کے ہر عمل کی جو بھی جزا یا سزا ہوگی وہ اسے ملے گی۔(الزلزال:۷،۸)۔ چنانچہ محنت وخدمت صرف انسانی حق ہی نہیں بلکہ ذمہ داری بھی ہے۔اسلام مومن کو اپنی مرضی کا کام منتخب کرنے کا حق دیتا ہے، لیکن اس آزادی کے ساتھ سماجی ضرورت کا لحاظ رکھنے کی پابندی بھی عائد ہوتی ہے۔آج کا قابل ہندستانی مسلم گریجویٹ وکیل، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ، استاذ، ڈاکٹر، انجینئر، کمپیوٹر ایکسپرٹ وغیرہ بن کر اقتصادی خود کفالت اور مناسب ذاتی شکوہ حاصل کرسکتا ہے، لیکن معقول تعداد میں لوگوں کا سرکاری عملہ میں شامل ہونا بھی ملت کی بنیادی ضرورت ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی حالت خراب سے خراب تر ہونے کا پورا امکان ہے۔ پھر زمانہ ہم سے کہے گا:

نہ تھا اگر تو شریک محفل ،قصور تیرا ہے یا کہ میرا؟
نہیں مرا یہ طریق رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

اسی طرح یہ پابندی بھی ہے کہ وہی کام منتخب کیا جائے ،جس کی شریعت میں اجازت ہو۔ چونکہ طبقہ وارانہ امتیاز کی اسلام میں نفی کی گئی ہے، اس لئے شریعت میں جائز کوئی بھی

کام اسلام میں حقیر نہیں سمجھا گیا ہے۔ بلکہ تمام اعمال صالح قدرتی صلاحیتوں، لیاقتوں اور ٹکنالوجی یا ذاتی پسند و ناپسند کی بنیاد پر سماج میں تنوع قائم کرتے ہیں۔ انصاف اومعاہدے کے اسلامی تصورات کے مطابق اسلام محنت کش کارکن پر یہ لازم کرتا ہے کہ اسے جس کام کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اسے اپنی استعداد کے مطابق بہترین طریقہ سے انجام دے، لیکن چوں کہ لوگوں کو الگ الگ لیاقتوں اور صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے اس لئے ان کی کارکردگی میں فرق ہوتا ہے۔ تاہم انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی محنت کا صلہ اس کی کارکردگی کے مطابق ملے۔ اگر چہ اسلام واضح طور پر بے کاری اور سماج کے لئے غیر مفید کاموں کے خلاف ہے، پھر بھی اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ جو لوگ جسمانی یا دماغی طور پر کام کرنے سے معذور ہیں یا ناموافق حالات کی وجہ سے آفت رسیدہ ہیں ان کا حق سماج کے دیگر افراد پر ہے۔ (البقرہ:۱۱۰،۲۵۴؛التوبہ:۶۰؛المزمل:۲۰؛الذاریات:۱۹؛بنی اسرائیل:۲۶؛التوبہ:۳۴)

اللہ کے دئے ہوئے اسباب و وسائل پر تمام انسانوں کا حق ہے۔ اسلام مال کو ایک فضل اور راحت و آسائش کا ذریعہ اور لوگوں کے لئے ایک سہارا قرار دیتا ہے۔ مال کمانا اس خیال سے ہی مناسب ہے کہ یہ انسان کے لئے حقیقی مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ اسے مستحسن اور مفید کام سے ہی حاصل کرنا چاہئے۔

اسلام دولت کو معاشرے کا لہو سمجھتا ہے، جسے لگاتار گردش میں رہنا چاہئے۔ اس لئے مال پر تصرف کے حق میں اس کو جمع کر کے رکھنے کا حق شامل نہیں ہے، (سورہ التوبہ: آیت ۳۴،۳۵)۔ اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ قانونی طریقے سے کمائی ہوئی دولت کو سماجی فلاح و بہبود کے لئے معاشرے کے اندر سرمایہ کاری میں لگانا چاہئے۔ سرمایہ کاری کو محض مالے فائدے کی نظر سے ہی نہیں دیکھنا چاہئے، جو کہ اس کے ساتھ جڑا ہوا ہے ہی، بلکہ اس فائدے کی نظر سے سے بھی جو خود معاشرے کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ دولت مندوں کو سماجی ضروریات بھی پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ ساتھ ہی دولت کا استعمال شریعت کے ضابطوں کے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

تحت ہی ہونا چاہئے۔ان ضابطوں میں سب سے پہلا ضابطہ اورسب سے اعلیٰ ضابطہ ہے اپنے مال میں ضرورت مندوں کے حق کوتسلیم کرنا۔ان ضابطوں میں وہ لازمی شرعی محصول بھی شامل ہے جسے زکوٰۃ کہتے ہیں،جس کی مقدار متعین ہےاوروہ اختیاری دین داری بھی شامل ہے جس کی مقدار کوصاحب مال کے اختیار اور صواب دید پر چھوڑا گیا ہے۔لازمی ادائیگی اس وقت عائد ہوتی ہے جب مال ایک متعین حد سے زیادہ ہوتا ہے،جسے نصاب کہتے ہیں۔جب یہ ذمہ داری ادا ہوجاتی ہےتو باقی مال بظاہر صاحب مال کا ہوتا ہے،لیکن اسے بھی شریعت کے ضابطوں کے مطابق ہی استعمال ہونا چاہئے۔فضول خرچی،عیاشی، مال کوضائع کرنایا مال کا غلط استعمال ممنوع ہے۔دوسروں کونقصان پہنچانے یا بدعنوانی کو فروغ دینے کے لئے یاسیاسی قوت حاصل کرنے میں اسے ناجائز طریقہ سے خرچ کرنے کی سخت ممانعت ہے۔

اس اختیاری دین داری، جسے عموماً صدقہ کہتے ہیں، کی وسعت مومن کوخود مقرر کرنی ہے،لیکن اس کے لئے رہنما اصول سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔فرمایا گیا،اے پیغمبرﷺ آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجئے: قل العفو۔یعنی کہ تمھارے پاس ''جوبھی ضرورت سے زیادہ ہو''۔سنسکرت وہندی زبانوں کا ایک بہت خوبصورت اور بامعنیٰ لفظ ہے 'شردھا'۔اردو میں اس کا مفہوم سمجھنے کے لئے جن تصورات کو جوڑکر پڑھنا ہوگا، وہ ہیں تعظیم وتکریم، اطاعت وفرماں برداری، زہدوتقویٰ، ایمان ودیانت، پاس ولحاظ،خراج ونیاز۔تو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کے بعد جوساڑھے ستانوے فی صد حصہ بچتا ہےاس میں سے ہم کتنا صدقہ کریں، یہ طے کرنے کے لئے ہمارے مالک حقیقی نے ہمیں ہمارے ظرف کے امتحان میں ڈال دیا ہے۔ یہاں ہماری ترجیح یہ دکھاتی ہے کہ ہمیں اپنے پروردگار سے کتنی شردھا ہے۔ہم اس کی کتنی تعظیم وتکریم اوراطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں،ہم میں کتنا زہدوتقویٰ ہے،ہماراایمان

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

کتنا پختہ ہے، ہمیں اللہ کا کتنا لحاظ ہے، اور ہم اسے کتنا خراج دینا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ یہ اختیاری دین داری صرف مال و دولت تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ ہر انسان کو اپنے وقت، اپنے ذاتی ذرائع، اپنی لیاقت، اپنے اثاثہ اور اپنے جذبہ محبت میں سے بھی ضرورت مندوں کے لئے صدقہ کرنا ہے۔ اس بنیادی قرآنی تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ اقبال نے آج سے تین چوتھائی صدی قبل کہا تھا:

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

علامہ کا دور تو ختم ہو گیا لیکن قل العفو کا حکم الٰہی اب تک ہمارے ہندستانی مسلم معاشرے میں شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ آیئے اب ہم اپنے پروردگار کی اس تاکید پر عمل کریں۔ ہم سے کسی کی دولت زکوٰۃ کے بنیادی نصاب سے ذرا سی ہی زیادہ ہے، کسی کی دولت نصاب کی دس گنا ہے، کسی کی ہزار گنا، کسی کی لاکھ گنا۔ لیکن ذاتی انسانی ضرورت کم و بیش ہر فرد کی ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے نشان دہی کر دی کہ تمھاری واجب و جائز ضرورت سے جو زیادہ ہو وہ صدقہ کرو۔

آج قومی دفاع پر تمام دنیا کا خرچ سب سے زیادہ ہے اور انسانوں کی نگہداشت اور ضروریات پر ہونے والا خرچ کمتر ہے۔ آب و ہوا سے تبدیلی سے نمٹنے کے مسئلہ پر بین الاقوامی اتفاق نہیں ہے۔ دنیا کا اختلاف و انتشار آج پانی اور جگہ کے مسئلہ تک پہنچ چکا ہے۔ یہ سارے عوامل قومی خود غرضی و تنگ نظری کی پیداوار ہیں۔ تصور کیجئے کہ اگر ہم موجودہ جغرافیائی حدود کی اہمیت کو کم کر لیں تو اس کے کتنے حیرت انگیز نتائج تمام انسانیت کے لئے عالمی وسائل کے مساوی استعمال کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ وہ مقصد ہے جس کے حصول کی ذاتی و منظّم کوشش کے لئے اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

عالمی کانفرنس: زکوٰۃ، صدقہ، انفاق اور قُلِ العَفوَ

بھلا ہم یہ سوچ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت کسی دوسری آیت کے مقابلہ میں نعوذ باللہ زیادہ یا کم اہمیت کی حامل ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے تمام کلام کا وزن برابر ہے، بس اللہ ہمیں ان میں سے ہر ایک کا اصل مفہوم اور ان کی افادیت سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ کی اسکیم کے مطابق زکوٰۃ، صدقہ اور انفاق تینوں مل کر قُلِ العَفوَ (سورۂ بقرہ آیت 219) کا مختصر حصہ ہوتے ہیں جبکہ قُلِ العَفوَ میں وہ مکمل اثاثہ شامل ہے، جو ذاتی اور اہل وعیال کی کفالت کے بعد مومن کے پاس بچتا ہے اور اللہ کے کلام میں اسے اس کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم آیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ جانے انجانے میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہماری مالی عبادت اپنی دولت کے چالیسویں حصہ کے طور پر صرف زکوٰۃ تک محدود ہے۔ دراصل اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے متعلق صحیح خدائی احکام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس مکمل پیغام کی روح کو پوری طرح سمجھ لیں جو اللہ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اور جس پر عمل کر کے رسول اکرمؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ نے ہمارے سامنے نظیریں پیش کریں۔ پیغام الٰہی کو ذہن نشین کرنے کے لیے عقل انسانی اور عشق حقیقی کے امتزاج کی بساط بچھانی ہوتی ہے جبکہ مومن کا خمیر عشق سے ہی بنتا ہے۔ عشق اور عقل اگر ایک دوسرے کے معاون بن جائیں تو ایک نئی دنیا آباد کی جاسکتی ہے اور ایک نیا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final bj.jpg found.

عالم وجود میں لایا جاسکتا ہے۔ اللہ کی اسکیم کے تحت مومن کے عقل و عشق کی الکیمی (Alchemy of divine lover & human reasoning) کو سمجھنے کے لیے علامہ اقبال کہتے ہیں:

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

اب اس پس منظر میں آیئے غور کریں کہ قُلِ العَفوَ کے ذریعہ اللہ نے ہمیں کیا پیغام دیا ہے۔ کسی بھی مومن کی دولت و بچت کی کل سالانہ قیمت فرض کیجئے کہ 'A' ہے۔ اس میں سے اپنے ذاتی خرچ، اہل وعیال کی معقول پرورش کے سالانہ خرچ اور اگر کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی کل رقم فرض کیجئے کہ 'B' ہے۔ بچی ہوئی رقم (A-B) پر زکوٰۃ کی رقم فرض کیجئے 'C' ہے اور یہ اخراجات نکالنے کے بعد بچنے والی کل رقم (A-B-C=D) ہوتی ہے تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو بچی ہوئی رقم 'D' ہے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ قرآن کریم (2:219) میں قُلِ العَفوَ کی اصطلاح کے ذریعہ جس رقم کا ذکر کیا گیا ہے وہ (C+D) ہے اور وہی رقم (A-B) بھی ہے۔

امریکہ کے مشہور شہر نیویارک میں 29-28 مئی 2014 کو منعقد عالمی زکوٰۃ کانفرنس کے دوروزہ اجلاس میں اس باریک نکتہ کا بھرپور ذکر خیر رہا اور اختتامی قرارداد میں کہا گیا کہ عالمی زکوٰۃ فورم ایک ایسا پلیٹ فارم ہے، جہاں زکوٰۃ سے متعلق ادارے قانونِ زکوٰۃ کے نفاذ کے تصور، پلان، اسکیموں، اکتسابی وضع اور عملِ ادراک سے متعلق حکمت عملی پر غور وخوض کریں گے۔ جہاں زکوٰۃ کے اغراض و مقاصد وفوائد، اس کے صاف و شفاف اور معتبر نظام، سماجی بہبود کے لیے زکوٰۃ کے رول، مفلسی میں تخفیف اور مستحقین کی زندگی بہتر بنانے پر گفت وشنید ہوگی۔ کانفرنس میں اتفاق رائے سے طےکیا گیا کہ اس کے گفت وشنید اور خط وکتابت میں جہاں بھی لفظ زکوٰۃ کا ذکر آرہا ہے، وہاں یہ سمجھا جائے گا کہ زکوٰۃ کے ساتھ

Sb\2014\Nishat-e-S... ...aash\Border Final bj... ...d.

صدقہ، انفاق اور قُلِ العَفو کا بھی برابر کا ذکر ہو رہا ہے۔ کانفرنس نے محسوس کیا کہ زکوٰۃ دینے کی انفرادی خواہش وتڑپ سے اللہ میں یقین کامل، اس کی حمد وثنا اور انفرادی وسماجی کردار میں بہتری مقصود ہوتے ہیں، جس میں جذبہ انسانیت، بنی نوع انسان سے ہمدردی، حرص و لالچ و مادہ پرست چال چلن کا اخراج اور تزکیہ نفس اور مال و دولت کی طہارت شامل ہیں۔ کانفرنس میں اس امر کی بھی پاسداری کی گئی کہ زکوٰۃ کے ذریعہ مستحقین کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے ساتھ اللہ کی عبادت اور صاحب حیثیت لوگوں کے تئیں رشک وحسد کے خاتمہ کو فروغ ملتا ہے۔ یہ دولت کو گردش میں رکھنے میں مددگار رہتی ہے، اس سے تعلیم، صحت، ذرائعِ روزگار، سماجی محافظت اور وحدانیتِ الٰہی میں جذبہ یقین پیہم پروان چڑھتے ہیں۔

کانفرنس میں انڈونیشیا، ملیشیا، بوسنیا، امریکہ، ہندوستان، سوڈان، جنوبی افریقہ، ترقی، سعودی عرب، یمن، پاکستان، مصر اور اسلامک ڈولپمنٹ بینک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ میں اپنے ملک عزیز کی طرف سے شامل رہا۔ کانفرنس میں طہ پایا کہ زکوٰۃ کے نظام کو اپنے اپنے ملک میں مضبوط اور موثر کر کے اس کو عالمی فلاح کا ذریعہ بنانے کے لیے تمام ممالک مل کے کوشاں رہیں گے۔ اس کے لیے سب مل کے آپس میں نیٹ ورکنگ، ایک دوسرے سے حصول علم اور آپس میں مل کے معیاری حوالے مقرر کریں گے۔ اس حقیقت پر بھی غور ہوا کہ مفلسی صرف مالی تنگی کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں سوچ وچار کے انداز کا بھی دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا پوری اُمت وخصوصاً عاملین زکوٰۃ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مستحقین کی فلاح کے لیے نظریہ کلیت اختیار کریں۔ کانفرنس میں بیک آواز میانمار (برما) میں روہنگیا لوگوں کے خلاف اور اس کی طرح کے تمام انسانیت مخالف جرائم وظلم وستم کی مذمت کی گئی اور تمام ممالک وتنظیموں سے اپیل کی گئی کہ اس طرح کے جرائم کو روکنے کے لیے فوری کارروائی کی جائے۔ انڈونیشیا کے احمد جوینی کو تین برس کے لیے سکریٹری جنرل مقرر کیا گیا اور ملیشیا، بوسنیا ہرزیگوینا، جنوبی افریقہ، ہندوستان، سوڈان، امریکہ اور آئی ڈی ی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... ...i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

بی کے نمائندوں کو اپنے اپنے خطہ کے لیے عالمی زکوٰۃ فورم کا ڈپٹی سکریٹری جنرل مقرر کیا گیا، جس میں ہندوستان کی نمائندگی خاکسار کے ذمہ کی گئی۔

زکوٰۃ سے متعلق ایک اور قرآنی ہدایت بلکہ تنبیہ سورۂ بقرہ کی آیت 276 میں ہے کہ ربا اللہ کی نعمتوں کی تاثیر زائل کر دیتا ہے جبکہ خدا کی راہ میں انفاق سے رحمت الٰہی دوبالا ہو جاتی ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ربا سے دولت بڑھتی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کی گئی رقم سے دولت گھٹ جاتی ہے۔ لیکن اللہ کی ترجیحات بالکل مختلف ہیں، اس آیت میں وہ ہمیں بتا رہا ہے کہ وہ ربا کو اپنی برکت سے محروم رکھتا ہے اور اس میں کیڑے لگا دیتا ہے جبکہ وہ اللہ کی راہ میں دیے گئے اثاثہ کو نوخیز اور تولید کنندہ (Productive) بنا دیتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ ربا سے پیڑ کی جڑ میں دیمک لگ جاتی ہے جبکہ انفاق کی وجہ سے نئی کوپلیں نکلتی ہیں جو نئے پتوں، پھولوں اور پھلوں کو جنم دیتی ہیں۔ لہٰذا یہاں اللہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ربا کمانے کے لیے پیسہ نہ لگا کر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ اس سے نحوست ختم ہوتی ہے اور برکت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن انفاق (زکوٰۃ، صدقہ، قُلِ العفوَ) اور ربا کے اس خدائی دوٹوک تجزیہ کا ہم آپ عموماً جب احساس ہی نہیں کرتے ہیں تو اس پر عمل کیسے کریں گے۔ جمہور علماء کی یہی تشریح و توضیح ہے کہ ربا کے قرآنی تصور کو وہی سمجھا جائے، جسے آج کی دنیا میں ہم سود یا بیاج کہتے ہیں۔ پھر بھی ہم اس معاملہ میں دو پیمانے رکھتے ہیں ایک سے غیروں کو ناپتے ہیں اور دوسرے سے اپنے معاملات کو۔ جبکہ ہمیں یہ قرآنی آیت بھی وہی پیغام دے رہی ہے کہ اپنے مال میں سے دین داری، ذاتی، اہل وعیال کی کفالت کا خرچ نکالنے کے بعد جو بچے اس کا چالیسواں حصہ تو زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے اور باقی 97.5% میں سے سب نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے، تب دیکھئے کہ اللہ کی برکتیں کس قدر ایک دوسرے کی بڑھاتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

اس کانفرنس میں ہندوستان میں زکوٰۃ، صدقہ، انفاق وقُلِ العفوَ کے موجودہ حالات اور

Sb\2014\Nishat-e-Saniya ki Talaash\Border Final bj.jpg not found.

مستقبل کی استعداد سے دنیا کے مختلف مما لک سے آئے ہوئے حاضرین کو میں نے آگاہ کرایا جس کو ان لوگوں نے بڑا سراہا اور ان تجربات سے اپنے مما لک میں استفادہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہم ہندوستانیوں کو بھی مختلف ممالک کے تجربات سے بہت سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انڈونیشیا کے امام شمسی علی کا کہنا تھا کہ زکوٰۃ کی رقم استعمال کر کے دنیائے اسلام سے جہل اور ظلم کا خاتمہ کیا جانا چاہیے۔ اس امر پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ منظّم طور پر دنیا میں زکوٰۃ کی کل رقم کا بہت معمولی حصہ ہی جمع کر کے خرچ کیا جاتا ہے جبکہ اجتماعیت اسلام کی روح ہے۔ دنیا میں اسلام کا بول بالا بھی تبھی بہتر طریقہ پر ہو پائے گا جب زمینی سطح پر اسلام کے پانچوں ستونوں کا نفاذ ہوتا ہوا دنیا کو دکھتا رہے اور اس کے لیے انفاق کا ظہور اور اعلان و انکشاف ضروری ہیں۔ ملیشیا میں 'زکوٰۃ کے احباب' (Friends of Zakat) پروگرام خوب رائج ہے۔ سوڈان میں زکوٰۃ سے منسلک ہزاروں بے لوث افراد کام میں لگے ہیں۔ بوسنیا ہرزیگوینا میں امام صاحبان زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے مرکزی تنظیم کو پہنچاتے ہیں۔ کانفرنس میں رائے عامہ تھی کہ پیداواری اثاثہ پر کنٹرول کی کمی سے مفلسی شروع ہوتی ہے، اسی لیے اسلام میں دولت کی گردش کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-Saniya ki Talaash\Border Final bj.jpg not found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

ملّی حکمت عملی: ہمیں پیادے سے فرزیں بننا ہوگا

قرآن کریم میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (مفہوم) انھوں نے بنیادی طور پر دنیا کے تمام انسانوں کوعزت و منزلت سے نوازا ہے۔ سورۃ الحجرات کی آیت ۱۳ میں فرمایا گیا: (مفہوم) اے لوگو، ہم نے تمھارے کنبے اور قبیلے بنادئے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انساں کو انفرادی طور پر ایک دوسرے کی قدردانی کا حکم دیا اور دوسری طرف انسانوں کے مختلف طبقوں کو ایک دوسرے کے تئیں موافقت و تعظیم کی ہدایت دی۔ ساتھ ہی قرآن مجید کی ۱۲ مختلف سورتوں کی متعدد آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب انفرادی وسماجی زندگی کے لئے اللہ کا پیغام مصلحت، حکمت اور مناسبت کی اہمیت سے معمور ہے۔ ان تینوں امور میں احکامات الٰہی کی اہمیت صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے یہ ہدایات یکساں طور سے اہم اور مفید ہیں۔

۱۹۴۷ میں ملک کی آزادی کے بعد سے اب تک کی تاریخ واضح طور پر بتاتی ہے کہ باقی تمام مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں مسلمان سماجی، تعلیمی اور اقتصادی طور پر بہت پیچھے ہیں۔ سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی دستاویزی رپورٹوں کے آنے کے بعد اب کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ اس پسماندگی کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں: (ا) درج فہرست ذاتوں کی شناخت سے متعلق ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامے کے

ذریعہ مسلمانوں کو حکمرانی اور تعلیمی اداروں کے ۱۵ فیصد حصہ سے خارج کردیا جانا، (۲) مسلمانوں کی اکثریت والے انتخابی حلقوں کو سازش کے تحت شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو کردیا جانا، (۳) مسلمانوں کے ساتھ ہر میدان میں مستقل تعصب کیا جانا، اور (۴) گنتی کے کچھ مسلمانوں کو دکھاوے کے طور پر حکومت کے گلیاروں میں یا اس کے آس پاس آنے جانے کی جازت دینے کو کافی سمجھنا۔

پچھلے ۶۵ سال میں مسلمانوں کو ان کے وجود کے منفی پہلوؤں میں الجھائے رکھا گیا ہے۔ مسلمانوں کا ووٹ ان کے تحفظ کی ضمانت کے بدلے مانگا جاتا ہے۔ دوسری طرف غیر مسلموں سے یہ کہہ کر ووٹ مانگا جاتا ہے کہ اگر ہمیں ووٹ نہیں دیا تو مسلمان تمھیں بھسم کردیں گے۔ مسلمانوں کو غیر ملکی یا دہشت گرد قرار دینا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مسلم نوجوانوں کو بے بنیاد الزامات میں سالہا سال تک جیلوں میں رکھنا اور پھر عدالت میں جرم ثابت نہ ہونے پر چپکے سے چھوڑ دینا قومی ثقافت کا حصہ بنتا جارہا ہے۔ اسکولی کتابوں میں بالواسطہ مسلمانوں کو نیچا دکھانا قومی نصاب کا زیر آب دھارا بن گیا ہے۔ غیر مسلم اکثریت کی نسلیں اسی قومی مزاج کے سائے میں پل کر جوان ہوتی ہیں۔ ان منصوبہ بند مسلسل دھاووں کی شکل میں جب ہندستان میں ملت اسلامیہ کی سلامیت اور اس کے وقار پر ہی روزمرہ جگہ جگہ سوالات کھڑے کئے جارہے ہیں جس کی وجہ سے ملت مستقل اپنے بچاؤ میں لگی ہے تو وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی افزودگی اور تزئین کاری کی طرف کیسے دھیان دے سکتی ہے۔ اس سازش کے تحت چند طاقتیں ہندستانی کبڈی کے میدان میں مسلمانوں کے پالے میں گھس کر ان کو دفاعی کھیل کھیلنے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہیں۔

اکیسویں صدی کے اوائل کے ہم مسلمانانِ ہند کی بڑی ذمہ داری ہے۔ ہمیں اس مسلم مخالف قومی دھارے کے منفی رویوں کو مثبت بنانے کے لئے سوچ سمجھ کر اور موثر اقدام کرنے ہوں گے۔ اس کے لئے ہمیں تدبیر سے کام لینا ہوگا۔ ۱۹۵۰ کا صدارتی حکم نامہ

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

جاری ہونے کے پیچھے سرکاری فائلوں میں کی گئی کارروائی کی تفصیل حکومت ۲۰۱۳ء میں حق اطلاعات قانون کے تحت بھی دینے کو تیار نہیں ہے۔مسلم اکثریت والے انتخابی حلقوں کو ریزرویشن سے آزاد کرنے کے لئے بھی حکومت راضی نہیں ہے۔آئی پی ایس کے ۱۴۰۰ اضافی افسروں کی تقرری کے لئے تفریق آمیز محدود امتحان سے بھی دستکش ہونے کے لئے حکومت تیار نہیں ہے۔

ہم مسلمانان ہند کو ملک کی انتخابی سیاست میں پیادے کی چال چلتے ہوئے ۶۵ برس ہو گئے۔اس چال کے ساتھ ہمیں سینچری مارنے کا شوق ذہن میں بھی آنے نہیں دینا چاہئے۔ہم بری طرح فیل ہیں، ذلیل وخوار ہو چکے ہیں۔اپنی اگلی نسلوں کی سماجی زندگی سے ہمیں کھلواڑ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔وقت آ گیا ہے ملی حکمت عملی کا گیئر بدلنے کا۔ہمیں پیادے سے فرزیں بننا ہوگا۔

۱۹۵۰ء میں ہمارے آئین نے ملک کی آبادی میں ۲۰ فیصد دلتوں کو اور بعد میں ۲۴ فیصد دیگر پسماندہ طبقوں کو ریزرویشن دیا۔اس سے سماج کی عمیق گہرائی میں پڑی ملک کی اس قیمتی آبادی کی تعلیمی اور اقتصادی سطح ضرور بلند ہوئی ہے لیکن اس کی سماجی سطح میں ذرہ برابر بھی بہتری نہیں ہوئی ہے۔سماج میں اس کا مقام وہیں کا وہیں ہے۔لہٰذا آزادی کے ۶۵ برس بعد بھی وہ لوگ اندر ہی اندر زبردست کوفت، کرب، محرومی اور حاشیہ پزیری کے پیچیدہ ذہنی الجھاؤ (Complex) میں مبتلا ہیں۔غیر درج فہرست ذاتوں اور غیر پسماندہ طبقوں کے تصور وشعور یا تخمینی گوشوارہ میں شیڈولڈ کاسٹ اور پسماندہ لوگوں کے تئیں کوئی افزونی نہیں ہوئی ہے کیوں کہ اس کے لئے کروڑوں لوگوں کو ہزاروں برس پرانی 'تہذیب' کو بدلنا ہوگا۔ اس کے لئے اہل وطن کے ذہنوں میں ضروری تبدیلی لانے کے لئے ۱۹۵۰ کا پورا آئینی ڈھانچہ اور اس میں بعد کی ترمیمات بھی کچھ نہیں کر سکیں۔اس کے لئے ہمارا آئین اور تفصیلی قانونی قاعدہ کیلائڈواسکوپ (kaleidoscope) نہیں بن سکا۔یعنی وہ کھلونا جس کو دائرہ

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

میں گھما کر اس میں دیکھنے سے مختلف رنگوں کے مختلف خاکے نظر آنے لگتے ہیں۔

شیڈ ولڈ کاسٹ اور پسماندہ افراد کی اس نفسیاتی اذیت کو دور کرنے کے لئے ، اس پر مرہم لگانے کے لئے اور انہیں ذہنی و قلبی راحت و تسکین دینے کے لئے نبیوں میں رحمت لقب پانے والے محسن انسانیت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے ایک نسخہ کیمیا دے دیا تھا۔ جس کے زیر اثر غلامی کا خاتمہ ہوا اور سماجی مساوات کا قیام ہوا۔ تو کیوں نہ ہم بھی اس اکیسویں صدی میں اپنے ملک کے باشندوں میں ذہنی انقلاب کی جدوجہد کریں اور اس نسخہ کیمیا سے فائدہ اٹھائیں۔ پھر علامہ اقبال کی اس پیش گوئی کے مصداق بنیں کہ:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو پلٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

ہمیں بنیادی اسلامی فرمان کو سمجھنا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔ میں نے اس اہم مسئلہ پر شیڈ ولڈ کاسٹ لیڈر رادت راج صاحب سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ وہ جسٹس مشرا کمیشن کی رپورٹ سے بالکل متفق ہیں کہ ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامہ میں سے پیرا ۳ کو نکال دیا جائے اور اس طرح شیڈ ولڈ کاسٹ کی تعریف سے مذہب کی تحدید ختم کر دی جائے۔ انھوں نے اپنا یہ عہد تحریری طور پر بھی پیش کر دیا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اپنے نسخہ کیمیا کا استعمال کر کے اپنے ملک عزیز میں ۶۵ سال سے دندنا رہے مسلم خور چوپائے کو اس کی سینگوں سے پکڑ کر قابو میں کرنے کی کوشش کریں۔ اس تعلق سے عیسائی رہنماؤں سے بھی گفتگو ہوئی ہے۔ وہ بھی ۶۵ سال سے چلی آ رہی اس محرومی سے بے حد نالاں ہیں اور اس مہم میں ہر طرح سے ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامہ میں سے پیرا ۳ کو نکال دیا جائے تو مسلمان نائی ، مسلمان لوہار، مسلمان موچی وغیرہ کو وہی مراعات حاصل ہو جائیں گی جو غیر مسلم نائی، غیر مسلم لوہار، غیر مسلم موچی وغیرہ کو پچھلے ۶۵

سال سے حاصل ہیں۔یعنی پارلیمنٹ، اسمبلیوں، ضلع پریشدوں، پنچایت سمیتیوں اور گرام پنچایتوں میں وہ محفوظ سیٹوں پر الیکشن لڑنے کے حق دار ہوں گے، ہر سال یو پی ایس سی کے سول سروس امتحان کے ذریعہ افسر شاہی میں شمولیت کے لئے محفوظ اسامیوں کے حق دار ہوں گے، تعلیمی اداروں میں داخلوں کے لئے محفوظ سیٹوں کے وہ حق دار ہوں گے اور سرکاری ایجنسیوں کے ذریعہ تعمیر شدہ مکانوں کے الاٹمنٹ کے لئے بھی مسلمان حق دار ہوں گے۔

اس کے لئے ہم مسلمانان ہند کو بہتر مسلمان بننا ہوگا۔ہمیں اپنی بینائی میں نگاہ شوق شریک کرنی ہوگی۔علامہ اقبال نے نگاہ شوق کہا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کو۔غور کریں کہ اگر ہمیں روز قیامت اللہ سے ملاقات کا شوق ہوجائے یعنی کہ ہم اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شمولیت کا شوق اپنے اندر پیدا کرلیں تو ہم دنیا میں انسانیت کے حق میں کیا کیا کرسکتے ہیں۔فی الحال ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ ہم مسلمان آپس میں بھی اسلام کے پیغام مساوات پر عمل پیرا ہوجائیں اور ساتھ ہی ہم وطنوں میں پسماندہ طبقات کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھائیں، ان کے مجروح دلوں کو اپنے فلسفہ مساوات سے اپنے لئے نرم کریں۔اس طرح وہ ہمارے ساتھ شانہ بہ شانہ چل سکتے ہیں۔پھر ہماری مشترکہ سیاسی طاقت (مردم شماری کے اعداد وشمار پر اکتفا کرتے ہوئے بھی) 35.9% تک جاسکتی ہے۔ اس لئے ہمیں ان کی وہ قدر دانی اور تعظیم کرنی ہے جس کی تعلیم ہمیں دی گئی ہے۔

Sb\2014\Nishat-e-S laash\Border Final
bj d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

ملّی مسائل، سرکاری تغافل: ہماری کارگذاری، ہمارا ووٹ

مسلمانوں کو مسلسل نیچا دکھانے کے ایجنڈے کے تحت آج کی مغربی دنیا نے ایک نئی اصطلاح نکالی ہے 'جہادِزم' (Jihadism) یعنی جہاد میں یقین رکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا۔ گویا کہ جہاد بڑی خراب شئے ہے اور اس سے دنیا کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے۔ یقیناً دنیا میں چند غیر تربیت یافتہ مسلم نوجوان غیر اسلامی طور پر شدت پرستی پر اتر آتے ہیں جیسے جنرل ریٹکو ایملیڈک (Gen. Ratco Mladic) نے سربرینیکا (Srebrenica) میں 7,500 مسلمانوں کا قتل کروایا یا ناتھورام گوڈسے نے بابائے قوم مہاتما گاندھی کو گولی مار دی۔ پھر بھی اُن کی اِن غیر انسانی حرکتوں کو اُن مذاہب سے نہیں جوڑا گیا جن کا وہ اپنے کو علمبردار کہتے رہے۔ لیکن پچھلے ۲۰، ۲۵ سال سے اسلام کے لئے مغرب کا برتاؤ بدل گیا ہے۔ لفظ جہادزم کا استعمال میڈیا میں عام کر کے ایک تیر سے دو شکار کئے جا رہے ہیں، مسلمان بھی بدنام اور اسلام بھی۔ اس طرح تیار کی ہوئی پچ (Pitch) پر مسلم ممالک کے تیل کے خزانوں پر بالادستی بنانا آسان ہو جاتا ہے۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہندوستانی میڈیا بھی اس مغربی مہم کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔

دوسری طرف شدت پسندی کے واقعات سے نپٹنے کے لئے سارا زور اس بات پر ہے کہ جب حادثہ ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے۔ مثلاً حال میں خبر آئی کہ دماغی و اعصابی صحت سے متعلق سائنس کا ہندوستانی ادارہ (National Institute of Mental Health &

Sb\2014\Nishat-e-S... aash\Border Final bj... d.

Neuro Sciences - NIMHANS) اب شدت پسندی کے ملزموں سے پوچھ تاچھ کرنے کے لئے سی بی آئی کے افسروں کو ٹریننگ دے گا۔ جرم ہو جانے کے بعد تفتیش کرنے میں یقیناً کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہئے اور جرم ثابت ہونے پر معقول سزا بھی دی جانی چاہئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ تحقیق ہونا بھی ضروری ہے کہ آج سے ۲۵ سال پہلے جب وہ بچہ پیدا ہوا تھا جو آج دہشت گردی کے الزام میں ماخوذ ہے، اس وقت وہ یقیناً ''شدت پسند'' نہیں تھا۔ تو اِن ۲۵ سالوں میں اس کے پروان چڑھتے دماغ وہ کون سے ہیجان خیز اثرات پڑے کہ وہ آج اپنی زندگی داؤں پر لگانے کے لے تیار ہو گیا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہونے والے اس طرح کے واقعات میں ملوث افراد سے یہ معلومات یکجا کر کے ان کا تجزیہ کی جائے اور پھر اس کی روشنی میں یہ غور کیا جائے کہ متعلقہ ممالک کی پالیسیوں میں کیا ایسی تبدیلیاں کی جانی چاہئیں کہ اس کے نتیجہ میں شدت پسندی کے رجحان پر قابو پانا ممکن ہو جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا ہے تو یہ مانا جائے گا کہ ڈاکٹر تشخیص کر کے بیماری کی جڑ تک نہیں پہونچنا چاہتا بلکہ صرف اوپری مرحم پٹی پر ہی اکتفا کرنا چاہتا ہے کیونکہ اسی میں اس کا کوئی مخفی مفاد پوشیدہ ہے۔

اس پس منظر میں ہم اپنے ملک عزیز کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کے ذریعہ ملت اسلامیہ ہند کی خراب ترین اقتصادی، تعلیمی و سماجی خستہ حالی دستاویزی طور پر ثابت ہو چکنے کے باوجود موجودہ حکومت نے 2009-2013 کے وقفہ میں ان رپورٹوں میں کی گئی اہم سفارشات کو بالائے طاق رکھ کر صرف چند سطحی اہمیت کے موضوعات پر ہی واجبی توجہ دی اور اس طرح مسلمانوں کے زخم پر نمک چھڑکنے کا سلسلے جاری رکھا۔ حکومت کے ذریعہ نظر انداز کی جانے والی ان ٹھوس سفارشوں میں شامل ہیں: مسلم غلبہ والے انتخابی حلقوں پر سے ریزرویشن ہٹانے کے لئے ڈیلمٹیشن کمیشن کا تعین نہ کیا جانا؛ شیڈیولڈ کاسٹ کی 1950 کی مسلم وعیسائی مخالف تعریف کو استوار کرنے کی غرض سے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

پارلیمنٹ میں قرارداد نہ لانا; وقف بل میں سچر کمیٹی و جے پی سی کی متعدد سفارشوں کو شامل نہ کرنا; وقف املاک پر سے حکومت کے ناجائز قبضے نہ ہٹانا; انڈین وقف سروس قائم نہ کرنا; اہم سرکاری عہدوں پر مسلمانوں کو فائز کرنے کی پالسی نہ بنانا; مسلمانوں کے علاقوں میں ترقیاتی اسکیموں کو تیار کرنے اور ان کا نفاذ کرنے کے لئے بجائے ضلع یا بلاک کے دیہی علاقہ میں گاؤں کو اور شہری علاقہ میں وارڈ کو اکائی (Unit) نہ بنانا; اقلیتوں کے لئے کئے جانے والے ریزرویشن میں مسلمانوں کے لئے دو تہائی حصہ مختص نہ کیا جانا; بجٹ میں شیڈیولڈ کاسٹ کی طرز پر مسلمانوں کے لئے خصوصی کومپونٹ (Special Component) نہ دینا; دہشت گردی کے الزام میں ملوث اشخاص پر مقدمہ کی تیز رفتار سنوائی کے لئے فاسٹ ٹریک عدالت قائم نہ کرنا; عدلیہ کے ذریعہ بے قصور پائے گئے اور دہشت گردی کے الزام سے بری کئے گئے افراد کو ۵۰ لاکھ روپیہ کا حرجانہ نہ دیا جانا; بینکوں کو غیر سودی مالیات کی چھوٹ دینے سے متعلق رگھورام راجن کمیٹی کی سفارش نہ ماننا' وغیرہ۔ حکومت کو چاہئے کہ ان تمام اہم ایشوز پر سرکاری آرڈر فوراً جاری کرے تاکہ ہندوستانی مسلمانوں اور خصوصاً نوجوانوں کو اطمینان ہو کہ ان کے ساتھ برابری کا اور عادلانہ برتاؤ ہورہا ہے۔

اگر مسلمانوں کے اوقاف کا معاملہ حکومت سے نہیں سنبھل رہا ہے تو اسے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوجانا چاہئے جس طرح عیسائیوں اور سکھوں کے مذہبی معاملات میں حکومت کی دخل اندازی تقریباً ممنوع ہے۔ اموراوقاف میں سرکاری مداخلت کا جواز صرف یہ بنتا ہے کہ ہندوستانی حکمرانی کی آئینی نوعیت فلاح عامہ پر مرکوز ہے۔ لیکن کیونکہ حکومت کی مداخلت سے اوقاف اور مسلمانوں کو بظاہر نقصان ہورہا ہے اسلئے سکھوں اور عیسائیوں والا ماڈل ہی شاید بہتر ہے۔ اس اشیو پر ملت کو غور وخوض کرنا ہوگا۔

پارلیمنٹ کے ذریعہ ۲۰۰۹ء میں پاس کئے گئے بچوں کی مفت و لازمی تعلیم کے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

قانون(Right of Children to Free & Compulsory Education Act)کے دفعہ۱۲میں اسکولوں کو پابند کیا گیا ہے کہ تعلیمی طور پر خسارہ میں رہنے والے گروپوں کے بچہ (Child belonging to educationally disadvantaged group) کو مفت تعلیم مہیا کی جائے۔ اس طرح ان بچوں کا تعلیم میں خود کار ریزرویشن (Automatic Reservation) ہو گیا۔ حالانکہ سچر کمیٹی نے دستاویزی طور پر ثابت کر دیا کہ تعلیمی میدان میں بھی مسلمان شڈ یولڈ کاسٹ سے بھی پیچھے ہیں لیکن حق تعلیم قانون کے دفعہ (2(d کے تحت مفت تعلیم کے استفادہ کے حق دار بچہ کی تعریف میں شڈ یولڈ کاسٹ کا تو ذکر ہے لیکن مسلمان کا ذکر نہیں ہے۔ پھر بھی وہاں یہ گنجائش چھوڑی گئی ہے کہ حکومت کسی بھی سماجی، اقتصادی یا دیگر پچھڑے پن کی بنیاد پر اس تعریف میں کسی بھی گروپ کو شامل کر سکتی ہے۔ لہٰذا اشد ضروری ہے کہ وزارت فروغ انسانی وسائل فوراً آرڈر جاری کر کے اس اصطلاحی تعریف میں مسلمانوں کو شامل کر دے۔

مقام افسوس ہے کہ ان تمام و دیگر ملی مسائل کی طرف بہت کم افراد کی توجہ ہے۔ بہر حال حکومت تو خوب دیکھ رہی ہے کہ ملت کی اکثریت اپنے اپنے انفرادی دھندے میں مشغول ہے اور ملی مسائل کی گہرائی میں جانا اور ان کے لئے زور دار طریقہ سے دعویٰ پیش کرنا بہت کم افراد کی ترجیح میں شامل ہے۔ وہ یہ بھی سوچتی ہے کہ ملت نے اپنے اصل مسائل کو اپنے ووٹ سے اب تک نہیں جوڑا ہے۔ لیکن اس دفعہ ہمیں حکومت کی سوچ کو غلط ثابت کرنا ہوگا۔ ہم اکیسویں صدی کے فرد بھی ہیں اور ملت محمدیہؐ کے مضبوط سپاہی بھی۔ ہمیں ۱۰۰ برس بعد کے افراد ملت کی فلاح کی اتنی ہی فکر ہے جتنی آج ہمیں خود اپنی فکر ہے۔ ہمیں اپنی سوچ میں بس تھوڑی سی تبدیلی کرنی ہوگی، فکر ملت کو اپنی توجہ کے باہری دائرے سے اُٹھا کے اسے مرکزی دائرہ میں لانا ہوگا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر جو خدائی چنگاری ہے اس کو اگر گوشت پوست کے گہرے تاریک پردوں کے پیچھے چھپا کے رکھا

جائے تو انسان کی روحانی جسارت مدھم پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مومن پر سے اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں جو اپنی روح کو ملت کے تئیں ہوش مند، باشعور، مستعد اور کارگذار بنا کر نہ رکھے:

به آں مومن خدا کارے ندارد
که در تن جانِ بیدارے ندارد

یو پی اے کے پاس آخری مہلتِ عمل: جولائی۔ دسمبر 2013

ہم ہندوستانی مسلمان یقیناً سنگھ پریوار کی پالیسیوں اور اس کے ایجنڈے سے بے حد نالاں ہیں اور ہم ہرگز بی جے پی کو ووٹ نہیں دیں گے۔ لیکن اس کا لازمی مطلب یہ نہیں ہے کہ پچھلے چار برس میں یو پی اے کے ذریعہ ہمیں صرف رپورٹوں کے نشہ میں رکھے جانے اور ہمارے جائز حقوق کو نظر انداز کئے رکھنے کے باوجود 'ہم بے چارے' اسی کو ووٹ دیں۔ 'مرتا کیا نہ کرتا' کی مجبوری ملت محمدیہؐ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ لوک سبھا الکشن 2014 سے قبل حکومت کے پاس اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے اب صرف چھ مہینے ہی رہ گئے ہیں۔ سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی رپورٹوں کے ذریعہ مسلمانوں کی بدحالی کی مفصل دستاویزیں کئی برس پہلے ہی تیار ہو چکی ہیں اور اس کے ازالہ کے لئے ضروری اقدام کی نشاندہی بھی بہت پہلے ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کے اندر اور باہر خوب خوب تبادلہ خیال بھی ہو چکا ہے۔ یو پی اے حکومت کے پاس اب کوئی جواز نہیں بچا ہے کہ اب بھی مسلمانوں سے صرف وعدے ہی کرتی رہے۔ اب یو پی اے کے پاس آخری مہلت عمل جولائی سے دسمبر 2013 تک کی ہے۔ یو پی اے کی یاد دہانی کے لئے میں یہاں مسلمانوں کے لئے فوری طور پر کئے جانے والے کاموں سے متعلق اہم نکات دہرا رہا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کام کئی برس سے ملتوی ہوتا آ رہا ہے۔ مسلمان آئندہ انتخابات میں ووٹ دیتے وقت ان ایشوز کے تئیں یو پی اے کے رویہ کو پیش نظر رکھیں گے۔ ہر نکتہ کے آگے بریکٹ میں اس کا بنیادی حوالہ اور جس وزارت کے تحت وہ معاملہ آتا ہے اس کا اندراج کر دیا گیا ہے۔

مطلوبہ کام:

1. دہشت گردی کے الزامات میں مقید مسلمانوں کے مقدموں کا تصفیہ کرنے کے لئے میعاد بند فاسٹ ٹریک کورٹ کی فوراً تشکیل کی جائے (وزارت قانون کی ذمہ داری)

2. دہشت گردی کے الزامات سے عدالت کے ذریعہ بری کردئے جانے والے ہر ایک شخص کو 50 لاکھ روپے معاوضہ بطور ہرجانہ ادا کیا جائے (وزارت داخلہ کی ذمہ داری)۔ یاد رہے کہ امریکہ میں اس معاوضہ کی کم از کم دعوے داری کی رقم ہندوستانی کرنسی میں 1.5 کروڑ روپے بنتی ہے۔

3. شیڈولڈ کاسٹ (درج فہرست ذات) کی تعریف میں سے مذہب کی قید ہٹائی جائے۔ پارلیمنٹ میں ایک سادہ سی قرارداد پاس کر کے 1950 کے صدارتی فرمان کے پیراگراف 3 کو حذف (delete) کیا جائے۔(سچر کمیٹی و مشرا کمیشن کی سفارش: وزارت قانون کی ذمہ داری)۔

4. مسلمانوں کے غلبہ والے ان انتخابی حلقوں (constituencies) کو جنہیں شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو کردیا گیا ہے، انہیں ریزرویشن سے آزاد کیا جائے۔ان بے قاعدگیوں کو درست کرنے کے لئے فوری طور سے اگلا حد بندی کمیشن (Settlement Commission) فوراً تشکیل دیا جائے جسے واضح ہدایات کے ساتھ مقررہ میعاد میں کام مکمل کرنے کا ذمہ سونپا جائے۔(سچر کمیٹی کی سفارش: وزارت قانون کی ذمہ داری)

5. سرکاری اختیارات والے عہدوں پر مسلمانوں کو نامزد کرنے کے لئے باقاعدہ طریقہ کار وضع کیا جائے (سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی سفارش: کیبنٹ سکریٹریٹ اور وزارت اقلیتی امور)

6. اقلیتوں کے لئے کئے جانے والے ریزرویشن بندوبست میں مسلمانوں کا 67 فی صد حصہ مختص کیا جائے کیوں کہ مسلمان کل اقلیتوں کا 73 فیصد ہیں۔ (مشرا کمیشن رپورٹ:

Sb\2014\Nishat-e-S... aash\Border Final bj... d.

وزارت قانون،منسٹری آف پرسونیل، وزارت فروغ انسانی وسائل اور وزارت پالیمانی امور کا دائرہ کار)۔

7. صلاحیتوں کو فروغ دینے (skill development) کے پروگراموں اور دیگر اقتصادی مواقع کے لئے قومی بجٹ میں مسلمانوں کے لئے حصہ مختص کیا جائے (ہرش مندر اور دیگر ماہرین کے ذریعہ تیار کی گئی رپورٹ 'وعدے جو پورے ہونا باقی ہیں' (Promises to Keep): پلاننگ کمیشن اور وزارت مالیات)

8. اقلیتوں کے لئے وزیراعظم کے 15 نکاتی پروگرام کا بجٹ بڑھا کر کل قومی بجٹ کا 19 فیصد کیا جائے کیونکہ تمام اقلیتیں مجموعی طور پر قومی آبادی کا 19 فیصد ہیں (ہرش مند و دیگر ماہرین کی تجویز: وزارت اقلیتی امور، پلاننگ کمیشین اور وزارت مالیات)

9. مسلمانوں کی ترقی کے نظریئے سے بنائی جانے والی انفراسٹکچر اسکیموں اور ان کے نفاذ کے لئے ضلع یا بلاک کے بجائے دیہی علاقوں میں گاؤں کو اور شہری علاقوں میں وارڈ کو اکائی بنایا جائے۔(ہرش مندر و دیگر ماہرین کی تجویز : پلاننگ کمیشن)۔

10. ملک میں 1400 اضافی آئی پی ایس افسروں کی خصوصی تقرری کے لئے محدود مقابلہ جاتی امتحان(Limited Competitive Exam - LCE) کو ختم کیا جائے، کیوں کہ اس طریقہ سے مسلمانوں کے لئے راستہ بند ہوجاتا ہے۔(منسٹری آف پرسونیل و وزارت داخلہ)

11. انڈین وقف سروس قائم کی جائے، ٹھیک اسی طرح جس طرح متعدد ریاستوں میں ہندو مندروں اور نیاسوں وغیرہ کے انتظام وانصرام کے لئے ریاست کے قانون کی رو سے سینئر عہدیداران کو حکومت بھرتی کرتی ہے (سچر کمیٹی رپورٹ: منسٹری آف پرسونیل و وزارت اقلیتی امور)

12 (الف) وقف بل میں سچر کمیٹی اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی وقف) کی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

تمام سفارشوں کو شامل کیا جائے (سچر کمیٹی اور جے پی سی وقف: وزارت اقلیتی امور)۔

12 (ب) سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ذریعہ وزرائے اعلیٰ کو بھیجے گئے مکتوب 71-PMO/76-March-26-1976 کے مطابق فوراً کارروائی کی جائے۔ مرکز میں یو پی اے حکومت اور ریاستوں میں کانگریس و یو پی اے کی دیگر پارٹیوں والی حکومتوں کے قبضہ والی وقف جائدادوں کو قبضوں سے فوراً آزاد کیا جائے اور ان کا اختیار متعلقہ وقف بورڈوں کو دیا جائے۔ سچر کمیٹی رپورٹ کے صفحہ 382-401 پر ان ناجائز سرکاری قبضوں کی تفصیل موجود ہے (سچر کمیٹی اور جے پی سی وقف: وزیر اعظم کا دفتر، وزارت اقلیتی امور اور یو پی اے کے تحت تمام ریاستی وزرائے اعلیٰ)

13. مدارس کے لئے بنائی گئی اسکیم (ایس پی کیو ای ایم) کی تشہیر اردو اور دیگر زبانوں میں کی جائے۔ اس تشہیر کے لئے ہر سال جاری کی جانے والی 50 لاکھ روپے کی گرانٹ اس کام کے لئے استعمال میں نہیں لائی جاتی ہے (وزارت فروغ انسانی وسائل)۔

14. مدارس کے سرٹیفکیٹ و ڈگریوں کا اسکول اور کالجوں کے سرٹیفکیٹ و ڈگریوں کے ساتھ تال میل بٹھانے کے لئے میکانزم قائم کیا جائے (سچر کمیٹی رپورٹ: وزارت فروغ انسانی وسائل، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ)

15. بنکوں میں غیر سودی مالیات کے متبادل کی اجازت دی جائے۔ اس سلسلہ میں پلاننگ کمیشن کے طریقہ کار میں اصلاح کی تجاویز کے لئے رگھورام راجن کمیٹی کی سفارشات اہم ہیں، انہیں نافذ کیا جائے (پلاننگ کمیشن و وزارت مالیات)۔

16. ریاستوں میں سینٹرل اردو ٹیچرس اسکیم کے نفاذ کا جائزہ لیا جائے، زیادہ تر صوبوں میں یہ اسکیم نافذ نہیں ہوئی ہے۔ مرکزی مانیٹرنگ کے ذریعہ اسے ہر ریاست میں نافذ کرایا جائے (وزارت فروغ انسانی وسائل)

17. مساوی مواقع کمیشن (Equal Opportunity Commission) کی تشکیل کی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

جائے۔ اس کی تفصیلات ماہرین کی کمیٹی چار سال پہلے ہی وضع کر چکی ہے (سچر کمیٹی کی سفارش: وزارت اقلیتی امور)

18. تنوع پر مبنی مراعات کی اسکیمیں (Schemes of Incentives based on Diversity Index) نافذ کی جائیں۔ ان کی تفصیلات بھی ماہرین کی کمیٹی چار سال پہلے وضع کر چکی ہے (سچر کمیٹی رپورٹ: وزارت اقلیتی امور)

19. مسلمانوں کے مفاد کے لئے کی جانے والی منصوبہ بندی اور اسکیموں کے نفاذ کی نگرانی میں مقصودِ استفادہ مسلم طبقہ کو شامل کیا جائے (کیبنٹ سکریٹریٹ و وزارت اقلیتی امور)

20. مسلمانوں میں سے چند افراد کو فائدہ پہنچانے کے بجائے پورے مسلم فرقہ کو مجموعی طور سے مستفید کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔

اگر اس 20 نکاتی لائحہ عمل کو اگلے چھ ماہ میں یو پی اے حکومت پورا کر کے اس سلسلے میں جاری کئے گئے آرڈروں کی نقلیں مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیتی ہے تبھی مسلمان اس کی طرف تیسری دفعہ مائل ہو سکیں گے۔ اس درمیان مسلمانوں کو غیر یو پی اے اور غیر بی جے پی متبادل پر غور کرنا ہوگا تاکہ اگر یو پی اے کی مسلمانوں کے تئیں ہٹ دھرمی اگلے چھ ماہ میں بھی جاری رہے تو بوقت ضرورت کام آئے۔ کسی

سیاسی جماعت یا گروپ کی حکومت اگر باضابطہ طریقے سے آرڈر جاری کرتی ہے اور پھر اسے زمینی سطح کامیابی کے ساتھ نافذ کراتی ہے تو یہ عمل عوام کو براہ راست نظر آتا ہے اور ووٹ دیتے وقت وہ اسے پیش نظر رکھتے ہیں۔ خالی سیاسی بیانوں یا پبلسٹی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے فارسی کلام میں کہا ہے کہ خوبصورتی کو دِکھنے کے لئے زیبائش کی ضرورت نہیں ہوتی:

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final
bj ... d.

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final
bj.jpg ... found.

ملک کی حکمرانی میں مسلم حصہ داری کا فقدان

آزادی کے بعد سے پہلی دفع اتر پردیش اسمبلی میں اقتدار والی پارٹی کے مسلم نمائندگان کی تعداد مردم شماری میں بتائی گئی صوبہ کی مسلم آبادی کے تناسب سے کم نہیں ہے۔مسلمانون کے ساتھ ایسا سماجی انصاف آزادی کے بعد سے آج تک نہ پارلیمنٹ میں ہوا ہے اور نہ ہی صوبائی اسمبلیوں میں ۔امید کی کرن جگی ہے کہ مرکزی اور صوبائی سطح کی سیاسی پارٹیاں مستقبل میں اس بات کا دھیان رکھیں گی کہ پارلیامنٹ،صوبائی اسمبلیوں اور قانون ساز اداروں،ضلع پنچایتوں، تعلقہ کمیٹیوں، گرام پنچایتوں اور میونسپل بورڈوں میں مسلم نمائندوں کی تعداد مسلمانون کی آبادی کے تناسب سے کم نہ رہے۔اگرایسا ہوجائے تو آزادی سے چلی آرہی مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کم ہوسکتی ہے۔

ملک کی حکمرانی میں مسلمانوں کی حصہ داری کا فقدان سچر کمیٹی کی رپورٹ کا اہم جز ہے۔مردم شماری کے مطابق ملک میں مسلمان13.4% ہیں۔لہٰذا لوک سبھا میں 71 مسلمان ہونے چاہئیں۔اس کے برخلاف آزادی کے بعد سے آج تک سارے انتخابات کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ لوک سبھا میں مسلمانوں کی تعداد اوسطاً27 رہی ہے (جبکہ ایک ایک دفع یہ تعداد کم سے کم 18 اور زیادہ سے زیادہ 45 تک گئی ہے)۔اسمبلیوں کا حال بھی زیادہ مختلف نہیں رہتا ہے۔اس طرح مرکزی وصوبائی ایوان کی دس فیصد سے زیادہ سیٹوں پر جہاں مسلمانوں کے ذریعہ نمائندگی کئے جانے کا حق ہے وہاں دیگر اہل وطن صاحبان اطمینان

سے قیام پذیر رہتے ہیں۔اس طرح ملک بھر میں مسلمانوں کی باضابطہ حق تلفی کی جاتی رہی ہے۔آیئے اس غیر متناسب قلیل سیاسی نمائندگی کی وجوہ پر غور کریں۔

آئین میں درجہ فہرست ذاتوں (Scheduled Castes) کے لوگوں کیلیئے پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں رزرویشن ہے۔درجہ فہرست ذاتوں کی تعریف متعین کرنے کے لئے صدر جمہوریہ نے 1950 کے اپنے آرڈر میں ہر صوبہ کی ان پیشہ ور برادریوں کی فہرستیں بنائیں جن کو صدیوں سے سماجی طور پر کمتر سمجھا جاتا رہا ہے۔لیکن ساتھ ہی صدر نے یہ شرط لگادی کہ ان پیشوں کے صرف ان ہی لوگوں کو رزرویشن کا فائدہ ملے گا جو ہندو ہوں حالانکہ ایسی شرط لگانا آئین کی شق 15 اور 16 کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ہندوؤں کے ساتھ بعد میں 1956 میں سکھوں کو اور 1990 میں بدھ مذہب کے ماننے والوں کو جوڑ دیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کو رزروڈ سیٹوں سے ایک منظّم سازش کے تحت تعصّبانہ انداز میں محروم کردیا گیا۔ بات یہاں رکی نہیں۔ جلے پر نمک کے طور پر کثیر تعداد میں وہ انتخابی حلقے جہاں مسلمانوں کا تناسب بہت زیادہ ہے لیکن درجہ فہرست ذاتوں کا تناسب بہت کم ہے انھیں رزرو کردیا گیا۔دوسری طرف اسی صوبہ میں جن انتخابی حلقوں میں مسلمان بہت کم ہیں اور وہاں درجہ فہرست ذاتوں کا تناسب بہت زیادہ ہے انھیں رزرو نہیں کیا گیا اور یہ سوچا سمجھا تعصب آج تک جاری ہے۔

اس سانچھی تسلسل کے علاوہ مستقل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اول تو سیاسی جماعتیں مسلمانوں کو ٹکٹ دیتی نہیں ہیں اور جو مسلمان انتخاب میں حصہ لیتے بھی ہیں ان میں سے بہت قلیل فیصد کامیاب ہو پاتے ہیں۔یہی وجوہ ہیں کہ مسلمان مرکزی وصوبائی قانون ساز ایوانوں میں اپنی متناسب نمائندگی کے حق سے ہنوز محروم ہیں۔ اس کڑوی حقیقت کا اعتراف سچر کمیٹی کی رپورٹ میں صاف صاف کیا گیا ہے۔اور حکومت سے کہا گیا ہے کہ ڈی لمیٹیشن کمیشن (Delimitation Commission: مرکزی حکوت کا وہ دفتر جو انتخابی

حلقوں کی حد بندی کا ذمہ دار ہے اور وہی یہ بھی طے کرتا ہے کہ درجہ فہرست ذاتوں کیلئے کن کن انتخابی حلقوں کو رزرو کیا جائے گا) کے ذریعہ اس زبردست بے ضابطگی کو دور کروایا جائے۔ لیکن حکومت کی طرف سے اس بابت کسی بھی سطح پر کوئی پیش رفت ہوی ہو ایسا مسلمانوں یا ان کے بہی خواہوں کے علم میں نہیں ہے۔ دھیان رہے کہ افراد ملت کو بھی اس معاملہ میں دلچسپی لینی ہوگی۔

اس تعلق سے سچر کمیٹی نے ایک اور بڑا مجرب نسخہ تجویز کیا ہے۔ لیکن اس کی طرف ملت کے ارباب بصیرت کی نظر اب تک نہیں گئی۔ سچر کمیٹی نے کہا کہ منڈل وضلع پریشدوں میں، میونیسپل بورڈوں و کارپوریشنوں میں، کواپریٹو بینکوں و زراعتی مارکٹنگ کمیٹیوں میں مسلمانوں کو نامزد کیا جانا چاہئے۔ اس کیلئے سچر کمیٹی نے مرکزی وصوبائی حکومتوں کی توجہ لائی کہ آندھراپردیش اسمبلی نے اس طرح کی نامزدگی کے اختیارات دینے کیلئے متعلقہ صوبائی قوانین میں ضروری ترمیمات کی ہیں۔ سچر کمیٹی نے کہا کہ آندھراپردیش کی طرز پر مرکزی و سبھی صوبائی حکومتیں بھی کاروائی کریں۔ علاوہ ازیں جن سرکاری عہدوں اور کمیٹیوں کی رکنیت وغیرہ کیلئے نامزدگی کرنے کا اختیار صوبائی یا مرکزی حکومتوں کو ہے وہاں تو مسلمانوں کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔ لیکن مرکزی وزارت برائے اقلیتی امور کی افسرشاہی نے جب سچر کمیٹی کی سفارشوں پر اپنے نوٹ تیار کئے تو اس اہم سفارش کے متعلق سینئر افسروں اور وزیر کو گمراہ کرنے کیلئے لکھ دیا کہ ’’یہ معاملہ آندھراپردیش حکومت سے متعلق ہے اور اسے بھیج دیا جائے گا‘‘۔ اس بابت اوپر کسی سطح پر کوئی پوچھ تاچھ نہیں ہوی اور اس معقول سفارش کی تدفین عمل میں آ گئی۔ لہٰذا 2006 میں جب سچر کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوی تب سے آج تک اس اہم سفارش پر کسی صوبائی یا مرکزی حکومت نے عمل نہیں کیا۔ ملت کی طرف سے بھی اس معاملہ کو نہیں اٹھایا گیا۔

یہ بھی جان لینا بہت ضروری ہے کہ پورے ملک میں مرکزی، صوبائی، ضلعی ومقامی سطح

ہر روز دسیوں ہزار فیصلے ہوتے ہیں اوران میں سے 95% کارروائیوں میں اوپر سے نیچے تک کسی مسلمان کا کوئی رول نہیں ہوتا ہے۔ یہ تمام فیصلے مسلمانوں کی غیر موجودگی میں اور بغیر مسلمانوں کے مفاد کو ذہن میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ دراصل مسلمان کسی گنتی میں آتے ہی نہیں ہیں۔لیکن افسوس کہ روزمرہ کی اس ملک گیر فیصلہ سازی میں اپنی غیر موجودگی کے لئے ملت خود ذمہ دار ہے۔ پورے ملک کی انتظامیہ کا کنٹرول چند ہزار افسر شاہوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ لوگ مرکزی وصوبائی پبلک سروس کمیشنوں کے تحت منعقد سالانہ مقابلہ جاتی امتحانوں کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں۔ان اعلیٰ افسروں میں اوسطاً ڈھائی فیصد سے زیادہ مسلمان نہیں ہوتے ہیں جبکہ مردم شماری کے بموجب مسلمانوں کی قومی آبادی ملک میں 13.4% ہے اور متعدد صوبوں میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔حتیٰ کہ کشمیر میں 67%' آسام میں 31%' مغربی بنگال میں 25.2%' کیرالا میں 24.7%' یوپی میں 18.5% اور بہار میں 16.5% ہے۔

لیکن یہاں ایک نکتہ جاننا بہت ضروری ہے۔ سچر کمیٹی نے اپنی ملک گیر مستند تحقیق کے ذریعہ یہ بھی پتہ لگایا تھا کہ مندرجہ بالا مقابلہ جاتی امتحانات میں امیدواروں کی فہرست میں مسلمان ہمیشہ ایک فیصد سے کم ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی بات غور کرنے کی ہے کہ اگر ان امتحانوں میں مسلمانوں کے خلاف تعصب کا اثر ہوتا تو آزادی کے بعد سے چار دفعہ آئی اے ایس میں مسلمان امیدوار سرفہرست نہ آتا' بلکہ یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ ایسا صرف باقاعدہ وزبردست محنت سے ممکن ہے۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مسلمانوں کو اپنی زبوں حالی سے باہر نکالنے کیلئے کیا کیا جانا چاہئے۔ ذہن نشین کرلیجئے کہ آئی اے ایس' آئی پی ایس' آئی آر ایس' آئی ایف ایس وغیرہ سول سروسز میں مسلمانوں کو ایک پلان کے تحت شامل کروانے کا اولین مقصد انھیں ذاتی طور پر برسر روزگار کروانا نہیں ہے۔لہٰذا دیگر ملازمتوں سے ان کا موازنہ نہ کیا جائے۔سول سروسز میں مسلمانوں کو شامل

کروانے کا مقصد ہے ملک کی حکمرانی میں ملت کی حصہ داری کا حق بحال کروانا۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ ایک راستہ ہے جواب بھی کھلا ہوا ہے۔ آپ کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ سبھی مسلمان افسر شاہ مسلمانوں کے بہی خواہ ہوں۔ تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے شجاعت پرست ملک میں ماتحت سرکاری عملہ کے لوگ اپنے اعلیٰ افسر کی خوشنودی کو اولین ترجیح دیتے ہیں اور اس کے بغیر کہے ہوئے بھی اس کے خاندانی اور طبقاتی مفاد پر بھی آنچ نہ آنے دینے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں کیونکہ ماتحت عملہ کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اپنی ملازمت کا مفاد ایسا ہی کرنے میں ہے۔ آپ کے ذہن میں یہ بھی آ سکتا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ مسلمان افسر ایمانداری سے اپنا کام کریں۔ دو باتیں ذہن میں رکھنے کی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایک دو مثالوں کی بنیاد پر پورے نظام کو آنکنے میں زیادہ عقلمندی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ خراب سے خراب صورت حال میں سطح ایمانداری تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے افسروں میں ایک مشترک جز سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر بھی ہم وزنِ موافقت یہی اشارہ کرتی ہے کہ ملت کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس کے نمائندے سرکاری فیصلہ ساز انتظامیہ میں ملت کی آبادی کے تناسب سے شامل رہیں۔ اس مقصد کی حصولیابی کیلئے اکابرین ملت کو طویل مدتی بے غرض منصوبہ بندی اور ادارہ سازی کرنی ہوگی اور اس کیلئے قُلِ العَفْوُ کے حکم خداوندی (2.219) کو بروئے کار لانا ہوگا۔ یہ کام مشکل نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے صحیح کہا:

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

مسلم ریزرویشن پر یوپی حکومت کی قلابازی

مردم شماری کے مطابق اتر پردیش میں مسلمان کل آبادی کا 18.5% ہیں۔صوبہ میں فی الحال برسر اقتدار ارباب حل وعقد نے فروری 2012 میں الیکشن کے دوران اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو 18% ریزرویشن دیا جائے گا۔سماجی انصاف کے اس وعدے نے دنیا میں ہندوستان کی تصویر میں چار چاند لگا دیئے تھے۔لگنے لگا تھا کہ ہندوستان کے سب سے بڑے صوبہ میں اب ایک انسان دوسرے انسان کا حق نہیں مارے گا۔

یہ بات بظاہر پارٹی کے انصاف پسند ہونے کی ترجمانی کر رہی تھی کہ جس طرح 1990,1956,1950 میں درجہ فہرست ذاتوں (جن مین صرف ہندو، سکھ وبدھ مذہب کو ماننے والے ہی شامل ہیں) کو ریزرویشن دیا گیا ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی (جو سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق سبھی دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کے مقابلہ میں سماجی، تعلیمی اور معاشی طور پر پچھڑے ہوے ہیں) آبادی میں ان کے تناسب سے قانون کے مطابق ریزرویشن دیا جانا چاہئے۔لہٰذا مسلمان متعلقہ لیڈروں کی سیاسی بصارت کا اعتراف کرنے لگے۔ملت کو امید تھی کہ پارٹی اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے فوراً ہی ضروری کاروائی کرے گی اور اس کے لئے شاسن آدیش (G.O.) کا مسودہ مسلم سماج اور اس کے بہی خواہوں کے سامنے جلد ہی پیش کر دے گی۔مسلمان امید کر رہے تھے کہ یہ لوگ ان دیگر

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Taaash\Border Final bj ... d.

لوگوں سے مختلف ہیں جو ایک الیکشن سے پہلے وعدہ کر کے اس کے ادھورے من سے بھی عمل میں لانے کو اگلے الیکشن کی شام تک کے لئے ٹال دیتے ہیں۔ ایسی جماعتوں کا الیکشن مین کیا حشر ہوتا ہے وہ اب کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

یو پی کی موجودہ حکومت کو باگ ڈور سنبھالے ہوئے چھ مہینہ ہو گئے ہیں۔ لیکن علاوہ چند نسبتاً کم اہمیت والے سرکاری عہدوں پر مسلمانوں کی تقرری کے اب تک نئی حکومت نے مسلمانوں سے الیکشن سے پہلے کئے گئے وعدوں کے نفاذ کے لئے کوئی ادارہ ساز قدم نہیں اٹھایا ہے۔ ایسا تو ملک کی متعدد مرکزی وصوبائی حکومتیں عرصے سے کرتی چلی آ رہی ہیں۔ یعنی کہ ملی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر چنندہ افراد ملت کی حکومت کی طرف سے تھوڑی ناز برداری۔ لیکن یقیناً ملک میں ایسے افراد ملت کی بڑی تعداد ہے جو زندگی میں علامہ اقبال کے اس پیغام کی عکاسی کرتے ہیں:

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

حال میں یو پی کی موجودہ حکومت نے دھیرے سے یہ اعلان کر دیا کہ یو پی میں مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے لئے ضروری ہے کہ مرکزی حکومت آئین میں ترمیم کرنے کے لئے پارلیامنٹ میں بل لائے۔ اس طرح یو پی کی نئی حکومت نے فروری ،مارچ 2012 کی مسلمانوں کے خلاف پھیکی ہوئی اپنی سیاسی کمند کی سوچی سمجھی ترکیب کا دائرہ بظاہر مکمل کر دیا۔ اس پر ستم یہ کہ سچر کمیٹی کی سفارشوں کے نفاذ کے الکشن وعدہ کی تکمیل تو در کنار، وقف قانون کی صریح اندیکھی کرتے ہوئے، صوبہ میں درگاہوں وسجادہ گاہوں پر بھی حکومت کی نظر پڑنے لگی ہے۔ وقف قانون سے غیر منسلک درگاہوں وسجادہ گاہوں کے لئے ایک الگ قانون بنانے کی کوشش ہے اور ان کے نظام کو مجوزہ قانون کے ذریعہ پوری طرح حکومت کے ماتحت کرنے کی منشا دکھتی ہے۔ غالباً اس کے پیچھے کبڈی کا وہ گُر کارگر

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

ہے کہ سامنے کے پالے میں جا کر کھیلنے میں بڑا فائدہ ہے: اگلا دفاع میں ہی لگا رہے گا۔

یہ مفروضہ سرے سے ہی بے بنیاد ہے کہ مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے لئے آئین میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ جسٹس رنگ ناتھ مشرا کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ واضح بھی کر دیا ہے۔ اسی لئے مشرا کمیشن نے پورے ملک میں تمام سرکاری آسامیوں میں سبھی مسلمانوں کے لئے دس فیصد اور بقیہ اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد رزرویشن کی سفارش کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے (صفحہ 153 پیرا گراف 16.2.7) کہ اس رزرویشن کو آئین کے آرٹکل 16.4 سے مکمل حمایت، محافظت وسرپرستی ملتی ہے۔ کمیشن نے صاف لکھا ہے کہ آرٹکل 16.4 میں اس بات کی غیر مشروط اجازت دی گئی ہے کہ اگر حکومت وقت کی رائے میں ملک کے پسماندہ باشندوں کی کسی جماعت کی نمائندگی سرکاری ملازمتوں میں پوری موزونیت کے ساتھ نہیں ہو رہی ہے تو باشندوں کی ایسی جماعت کے حق میں سرکاری آسامیوں میں رزرویشن دیا جا سکتا ہے۔

اگر یوپی حکومت کے پاس کوئی ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر وہ کہہ رہی ہے کہ آئین میں ترمیم کے بغیر مسلمانوں کو ریزرویشن نہیں دیا جا سکتا تو پہلا تو یہ نکتہ اہم ہے کہ الیکشن سے پہلے اس لاچاری کا اظہار کیوں نہیں کیا گیا؟ دوسرے یہ کہ ایسا تمام دستاویزی مواد مسلمانوں کے سامنے فوراً پیش کیا جائے تا کہ مسلمان اور ان کے بہی خواہ دانشور و تیز فہم لوگ اس پر اپنی ماہرانہ رائے دے کر حکومت کی مدد کر سکیں تا کہ وہ مسلمانوں سے کیا گیا اپنا وعدہ نبھا سکے۔

اگر مذہب کی بنیاد پر ریزرویشن دینا غیر قانونی ہے تو 1950 سے اب تک ہندوؤں، 1956 سے سکھوں اور 1990 سے بدھ مذہب کے لوگوں کو درجہ فہرست ذاتوں کی آڑ میں ریزرویشن کیسے مل رہا ہے؟ غور کیا جائے تو درج فہرست ریزرویشن دراصل مسلمانوں اور عیسائیوں کو حکمرانی سے محروم رکھنے کی ایک چال تھی۔ اس بابت 1950 کے صدارتی حکم نامہ کے پیچھے فائلوں پر نوٹنگ وغیرہ کی نقل حاصل کرنے کی حق اطلاع قانون کے تحت

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final bj.jpg found.

کوشش ایک برس سے زیادہ عرصہ سے جاری ہے۔لیکن وزیر اعظم کا دفتر، مرکزی وزارت داخلہ، وزارت سماجی بہبود و وزارت قانون مل کر اس اہم آر ٹی آئی سوال کا جواب دینے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہے ہیں۔ ہنوز روز اول!

یہ تاریخی عقدہ کھلنا بہت ضروری ہے کہ 1950 میں جب درجہ فہرست ذاتوں کی تعریف تیار کرنے کے دوران صدارتی حکم نامہ کا خاکہ بنانے کی کاروائی چل رہی تھی تو ملک میں تعصب کے شکار طبقوں کے ساتھ یہ فقرہ کہ ''بشرطیکہ وہ ہندو مذہب اختیار کئے ہوے ہوں'' کس طرح اور کب شامل ہو گیا؟ بعد میں دھیرے سے ہندوؤں کے ساتھ سکھوں اور بدھ مذہب کے ماننے والوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے اخراج ومحرومی کی مجرمانہ کاروائی پایہ تکمیل تک پہونچ گئی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ درج فہرست ذاتوں کے حق میں آئین کے آرٹکل 16 میں ترمیم کر کے کلاز 4A & 4B اس لئے شامل کرنے کی ضرورت پڑی کیوں کہ اس طرح اندرا ساہنی بنام حکومت ہند کے مشہور کیس میں دئے گئے سپریم کورٹ کے درج فہرست مخالف فیصلہ پر غلبہ حاصل کرنا مقصور تھا۔ فی الحال مسلمانوں کو رزرویشن دینے کے لئے ایسی کوئی لاچاری نہیں ہے۔ اگر مسلمان آزادی کے بعد ساتویں دہائی میں بھی بے یار و مددگار رہیں تو پھر انھیں یقیناً غور کرنا چاہئے کہ وہ کب تک اس طرح مختلف گھنوں کے بیچ پستے رہیں گے۔اتمام حجت کا کیا طریقہ ہے؟ ہم اب 2012 میں ہیں۔سوچئے 2112 کے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ہم کیا چھوڑ کے جانا چاہتے ہیں۔علامہ اقبال نے راہ سجھائی ہے:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر!

Sb\2014\Nishat-e-S ... Taalash\Border Final bj ... d.

سچر، مشرا اور ہرش مندر! پھر بھی خاموش

بجٹ...اور ہماری سرد مہری؟

ملک کا سالانہ بجٹ اس بات کا پیمانہ ہوتا ہے کہ حکومت کسی ایشو کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔ بجٹ ایک طرح سے مالی سال کی کتاب کا دیباچہ ہوتا ہے۔ وزیر مالیات نے پارلیمنٹ میں ۲۰۱۲ تا ۱۳ کے لئے جو بجٹ پیش کیا ہے اس میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کا خاطر خواہ ذکر نہیں ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ مرکزی حکومت کو ۲۰۱۲ تا ۱۳ کے دوران مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے کچھ خاص کرنا نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس دوران کوئی بڑا الیکشن ہونے والا نہیں ہے۔ جب کہ صوبائی اسمبلیوں کے حالیہ انتخابات سے پہلے ہر طرف سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے قسمیں کھائی جا رہی تھیں۔ چند ہی ہفتوں میں اس بدلاؤ سے لگا کہ گویا وعدوں کی ایک سونامی تھی جو تھم گئی۔ بلکہ گاڑی بیگ گیئر میں چلنے لگی۔ دسمبر ۲۰۱۱ میں وزراء کرام مسلم رہنماؤں کی میٹنگیں بلا رہے تھے اور بظاہر مشورے لے رہے تھے کہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے تعلق سے نئے مالی سال اور نئے پنچ سالہ منصوبہ میں کیا کیا بندوبست کئے جائیں۔ لیکن بجٹ پیش ہونے سے پہلے ہی صوبائی الیکشن ہو چکے تھے۔ چنانچہ مسلمان ایک دم نظروں اور ذہنوں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک اہم پارٹی کی لیڈر نے تو بہر حال سر عام تسلیم کر لیا کہ ان کی پارٹی اس لئے ہاری کہ مسلمانوں نے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... Ti Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

انہیں ووٹ نہیں دیا۔ لیکن اور کسی طرف سے اس کا اعتراف کرنے کی اخلاقی جرائت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ ''چنتھن بیٹھکوں'' میں یہی باور کیا گیا کہ ریاست میں پارٹی کا تنظیمی ڈھانچہ کمزور ہے، لیڈروں کی تعداد زیادہ ہے، کارکنوں کی کم۔ یا اسی طرح کی اور دوسری باتیں۔ مسلمانوں کا ووٹ نہ ملنے کو ہار کا سبب تسلیم کرنے کے لئے اصل میں سیاسی ظرف اور بصیرت کی ضرورت ہے۔

رواں سال کے بجٹ میں درج فہرست ذاتوں کے لئے لگاتار دوسرے سال علیحدہ سب پلان (Sub-Plan) دے کر ان کے لئے مختص رقم میں ۱۸ فیصد کے اضافے کی تجویز ہے اور اب ان کے لئے یہ رقم بڑھ کر ۴۳۷،۱۱۳ کروڑ روپے ہو جائے گی۔ اور ہمیں یہ خوب معلوم ہے کہ درج فہرست ذات کی تعریف میں سے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک سازش کے تحت عین غیر آئینی طور پر ۱۹۵۰ میں نکال دیا گیا تھا۔ ادھر بجٹ میں مسلمانوں یا عیسائیوں کے لئے بالکل خاموشی ہے۔ حالانکہ سابق آئی اے ایس افسر ہرش مندر کی تنظیم سینٹر فار ایکوئی اسٹڈیز نے ۲۰۱۱ کی اپنی سروے رپورٹ بہ عنوان ''وعدے جو پورے ہونا باقی ہیں'' (Promises to Keep) ٹھوس دلائل کے ساتھ لکھا ہے کہ سچر کمیٹی رپورٹ پر عمل درآمد اسی طرح ممکن ہے کہ قومی بجٹ مسلمانوں کے لئے ضمنی بجٹ مختص کیا جائے۔ اس اہم رپورٹ کو مرکزی وزیر مملکت برائے اقلیتی امور نے پارلیمنٹ میں بیان دیتے ہوئے محض اس بنیاد پر رد کر دیا کہ پیش کردہ اعداد و شمار میں دو ایک معمولی غلطیاں ہیں۔ اس سے کیا سمجھا جائے؟ خوردہ اور چھوٹے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے بجٹ میں حکومت نے تجویز رکھی ہے کہ وزارتیں اور پبلک سیکٹر کی کمپنیاں اپنی کل خرید کا پانچواں حصہ چھوٹے کاروبار کرنے والوں سے پورا کریں۔ اس میں سے بھی چار فیصد خریداری درج فہرست ذاتوں کے لوگوں سے کی جائے۔ لیکن مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے ایسا کوئی پلان نہیں بنایا گیا ہے۔ دراصل ان اقلیتی فرقوں کے خلاف مذہبی تعصب روز بہ روز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

سچر کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ جو لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے کاروبار سے، ان کے ذریعہ چلائے جارہے اداروں سے یا ان کے رہائشی منصوبوں سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد شرح آبادی میں ان کے تناسب کے مطابق ہو تو ایسے لوگوں کے لئے حکومت خصوصی مراعات اور انعام واکرام کا بندوبست کرے۔ اس کا خاکہ بنانے کے لئے حکومت نے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس نے اپنی رپورٹ تین سال پہلے حکومت کو پیش کردی۔ لیکن یو پی اے حکومت نے اپنے ساتویں بجٹ میں بھی اس اسکیم کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی رقم مختص کی۔ سچر کمیٹی نے کہا تھا کہ قومی سطح پر وقف ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کیا جائے۔ سچر رپورٹ پیش ہونے اور حکومت کے ذریعہ اسے منظور کر لئے جانے کے بعد سے اب تک یو پی اے حکومت چھ بجٹ پیش کرچکی ہے لیکن اب بھی وقف ڈیولپمنٹ کارپوریشن حکومت کی ترجیحات سے باہر ہے۔ گزشتہ سال کے بجٹ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نئے کیمپوں کے لئے رقم مختص کی گئی تھی لیکن وہ کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ چنانچہ پچھلے سال کی غیر مستعمل رقم تو واپس ہو ہی گئی۔ لیکن اب رواں سال کے بجٹ میں تو اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

رنگنا تھ مشرا کمیشن نے سفارش کی تھی کہ ایسی تمام سرکاری اسکیموں میں جن سے روزگار کے مواقع کو فروغ ملتا ہے اقلیتوں کے لئے پندرہ فیصد رقم مختص کی جائے، جس میں سے دو تہائی صرف مسلمانوں کے لئے ہو۔ اس کے بعد سے اب یہ پانچواں بجٹ پیش ہوا ہے لیکن اس معقول سفارش کا ذکر اب بھی ندارد ہے۔ مشرا کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ اقلیتوں کی بہبود کے لئے وزیراعظم کے پندرنکاتی پروگرام کو قانونی درجہ دیا جائے اور اس کے نفاذ کو پابند عدالت بنا کر اس پروگرام کو استحکام بخشا جائے۔ اس بابت بھی اب تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ مشرا کمیشن نے کہا تھا کہ اقلیتوں کے لئے قرض کی بلا رکاوٹ فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے قومی بنکوں کی ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اس مجرب تجویز کو بھی اب

تک کے پانچ بجٹوں میں جگہ نہیں مل سکی۔مشرا کمیشن نے کہا تھا کہ مرکزی اور صوبائی سطح پر تمام سرکاری کمیشنوں، بورڈوں، کمیٹیوں اور کارپوریشنوں میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے افراد کو ممبر بنایا جائے اور ان کی سربراہی جملہ مذاہب کے نمائندوں کو بالترتیب دی جائے۔لیکن اس پر بھی کوئی عمل آج تک نہیں ہوا۔اس کے برعکس حکومت کے نزدیک مسلمانوں کا حق صرف ان عہدوں پر ہی ہے جو مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے امور سے متعلق ہوں یا جہاں صرف زیبائش کی ضرورت ہو۔ہم مسلمانوں کے لئے بھی یہ سوچنے کا سوال ہے کہ ہم محض ان چند نمائشی عہدوں کے پیچھے ہی کیوں پڑے رہیں؟ کیوں نہیں ہم بڑھ چڑھ کر یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں بنایا جائے مرکزی فائنانس سکریٹری، پلاننگ کمیشن کا چیئرمین، ریزروبینک کا گورنر، قومی سلامتی کا مشیر، دہلی کا لفٹننٹ گورنر، آئی بی کا چیف، دہلی کا پولس کمشنر، اسکوپ Standing Committee on Public Enterprises- (SCOPE) کا چیئرمین، ائرانڈیا کا چیئرمین وغیرہ وغیرہ۔ان عہدوں کے لئے مسلمانوں کا مستقل طور پر ناپسندیدہ شخصیت (Persona non grata) کا درجہ کیوں دیا ہوا ہے؟

مشرا کمیشن اور سچر کمیٹی کی سفارش پر حالیہ صوبائی الیکشن کے اعلان سے دو روز قبل مرکزی حکومت نے آرڈر جاری کیا کہ سرکاری تقرریوں میں ۲۷ فیصد او بی سی ریزرویشن کے تحت اقلیتوں کے لئے ساڑھے چار فیصد سب کوٹہ ہوگا۔مشرا کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ چوں کہ تمام اقلیتوں میں مسلمان ۷۳ فیصد ہیں اس لئے اس سب کوٹہ میں ان کے لئے متناسب دو تہائی حصہ مختص کیا جائے۔لیکن حکومت کے آرڈر میں مسلمانوں کے لئے ایسی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اقلیتوں میں سکھ لوگ بھی ہیں جن کا شمار درج فہرست ذاتوں میں بھی ہے اور اس کے تحت انہیں بھاری بھرکم ریزرویشن پچاس سال سے زائد عرصہ سے ملا ہوا ہے۔علاوہ ازیں سکھ اور جین افراد سرکاری عہدوں پر ویسے بھی اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ فیصد تعداد میں فائز چلے آرہے ہیں۔اس کے

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

باوجود حکومت نے مشرا کمیشن کی تجویز پر عمل نہیں کیا اور ۲۰۱۱ کے معمولی سے سب کوٹہ میں بھی مسلمانوں کو ان کا جائز حق نہیں دیا۔

یہاں اہلِ ملت کے لئے بھی سوچنے کا مقام ہے۔ بھئی جس کو جو بھی سرکاری نیم سرکاری یا قدرے خود مختار عہدہ مل سکے وہ ضرور اسے لے لے۔ اس کے لئے کوشاں بھی رہے۔ لیکن امیدواری کے اس پورے گروپ میں ملت کے ایک فیصد سے بھی کم افراد ہیں۔ باقی ۹۹ فیصد لوگ تو ملت کی فلاح کے لئے متحرک ہو سکتے ہیں! اور انہیں حکومت کے روبہ رو کم از کم صاف گوئی کرنے سے بلا وجہ گریز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ صرف الیکشن میں ووٹ دینے تک ہی اپنا رول محدود رکھا جائے۔ ہمیں علامہ اقبال کا یہ مصرع یاد رکھنا ہوگا کہ ''جنبش سے ہے زندگی جہاں کی''۔ ہمیں خود کو صدف یا گہر سمجھ لینے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ مستقلاً وہ قطرہ نیساں بننا چاہئے جس سے دریا کا دل متلاطم رہے۔ بڑی تعداد میں افراد ملت کو میدان میں اترنا ہوگا۔ خصوصاً ملازمت یا کاروبار سے سبک دوش ہو چکے افراد کی تو ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ انہیں اللہ نے اہلیت دی، تجربہ دیا، صحت دی، ایک پرسکون باوقار زندگی دی، مراعات دیں، ان کے بچوں کو تعلیم کے بہترین مواقع دئے، ان کے بچوں کے گھر بھی بس گئے، وغیرہ وغیرہ۔ سبک دوش ہونے کے بعد بھی ان کے جسم میں الحمدللہ عرصہ دراز تک توانائی رہتی ہے اور ان کا ذہن بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ اپنی استطاعت کا معقول حصہ متحرک رہ کر ملت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نہ لگائیں تو یہ اللہ کی صریح ناشکری ہے۔ آیئے! جناب جاوید قمر کے اس شعر سے روشنی حاصل کریں:

ہوش ان تند ہواؤں کے ٹھکانے لگ جائیں
ہم چراغ اپنے لہو سے جو جلانے لگ جائیں

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ہمیں رپورٹوں کے نشہ میں رکھا گیا ہے

ہم مسلمانانِ ہند خوب سمجھ گئے ہیں کہ برسہا برس تک ہمیں سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی رپورٹوں کے نشہ میں رکھا گیا لیکن ان کی متعدد بنیادی سفارشوں کو نفاذ نہیں کیا گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ درج فہرست ذات کی تعریف میں سے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک سازش کے تحت انتظامیہ کے ذریعہ عین غیر آئینی طور پر ۱۹۵۰ میں ہی نکال دیا گیا تھا۔ اسی لئے سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن دونوں نے زور دے کر کہا کہ ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامہ کے پیرا۳ کو حذف کر دیا جائے تا کہ اسلام اور عیسائیت پر بقیہ تین مذاہب کی فوقیت ختم ہو جائے۔ اور اس طرح قانون ساز ایوانوں، عدلیہ، افسر شاہی، تعلیمی اداروں اور سرکار کے ذریعہ تعمیر شدہ رہائش گاہوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی ۶۳ سال سے چلی آ رہی عدم نمائندگی کو رفع کیا جا سکے۔ ساتھ ہی سچر کمیٹی نے اعداد و شمار کے حوالوں سے یہ بھی بتایا کہ وہ تمام انتخابی حلقے جہاں مسلمان بڑی تعداد میں ہیں اور شیڈولڈ کاسٹ کے لوگ بہت کم ہیں انہیں شیڈولڈ کاسٹ کے لئے ریزرو کر دیا گیا ہے۔ جب کہ کافی تعداد میں ایسے انتخابی حلقے بھی ہیں جہاں شیڈولڈ کاسٹ کے لوگ زیادہ تعداد میں ہیں اور مسلمانوں کی آبادی وہاں کم ہے لیکن وہاں سیٹ کو محفوظ نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا سچر کمیٹی نے کہا کہ حکومت کو چاہیئے کہ فوراً ڈی لمٹیشن کمیشن (حد بندی کمیشن) کو تحریری ہدایت دے کہ مسلمانوں کے ساتھ ۶۳ سال سے ہوتی آ رہی حق تلفی ختم کی جائے۔ اس وقت ڈی لمٹیشن کمیشن قائم تھا اور انتخابی حلقوں کی از سرِ نو

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

حد بندی کا عمل چل رہا تھا۔لیکن حکومت نے اس کو ایسی کوئی ہدایت نہیں بھیجی۔اگر حکومت کو دل چسپی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے کھوئے ہوئے حقوق لوٹادئے جائیں تو اسے چاہئے کہ فوراً نئے ڈی لمٹیشن کمیشن کا تعین کرے اور اس کام کو ترجیحی طور پر کرنے کی ہدایت دے۔

سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی سفارش پر ۲۰۱۲ کے صوبائی الیکشن کے اعلان سے دو روز پہلے مرکزی حکومت نے آرڈر جاری کیا کہ سرکاری تقرریوں میں ۲۷ فیصد او بی سی ریزرویشن کے تحت اقلیتوں کے لئے ساڑھے چار فیصد سب کوٹہ ہوگا۔مشرا کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ چوں کہ تمام اقلیتوں میں مسلمان ۷۳ فیصد ہیں اس لئے اس سب کوٹہ میں سے ان کے لئے متناسب دو تہائی حصہ مختص کیا جائے۔لیکن حکومت کے آرڈر میں مسلمانوں کے لئے ایسی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی۔یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اقلیتوں میں سکھ اور جین لوگ بھی ہیں۔جب کہ ان کا شمار درج فہرست ذاتوں میں بھی ہے، جن کے لئے علیحدہ بھاری ریزرویشن آدھی صدی سے زائد عرصہ سے چلا آرہا ہے۔علاوہ ازیں سکھ اور جین افراد سرکاری عہدوں پر بہت پہلے سے اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ فیصد تعداد میں ہیں۔پھر بھی حکومت نے سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی رپورٹوں پر عمل نہیں کیا۔اور ۲۰۱۱ کے خفیف سب کوٹہ میں بھی مسلمانوں کا حق محفوظ نہیں کیا۔بے دلی سے دیا گیا یہ کوٹہ بھی بعد میں عدالتی بخشش کے پیمانہ پر کھرا نہیں اترا (حالانکہ کئی ریاستوں میں مسلمانوں کے لئے ریزرویشن آج بھی برقرار ہے) اور پھر اس کے بعد سے مرکزی حکومت اور تمام سیاسی پارٹیاں اس معاملے میں غنودگی میں چلی گئیں۔

ادھر مارچ ۲۰۱۲ میں یو پی میں مسلمانوں کو ریزرویشن کا جھانسہ دے کر ووٹ لے لئے گئے۔لیکن مسلمانوں کے ووٹوں کی وجہ سے جیت نے بعد آہستگی سے کہہ دیا گیا کہ مرکزی حکومت آئین میں ترمیم کرے گی تبھی ریزرویشن دیا جاسکے گا۔سوال یہ ہے کہ ووٹ مانگتے وقت اور ریزرویشن کا وعدہ کرتے وقت یہ شرط کیوں ظاہر نہیں کی گئی تھی۔جب کہ مشرا کمیشن

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

نے اپنی رپورٹ میں صاف لکھا ہے کہ مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے لئے آئین کی دفعہ ۱۶(۴) کافی ہے، کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ تیسرے یہ چار صوبوں میں کئی سال سے مسلمانوں کو ریزرویشن ملا ہوا ہے۔ سابق چیف جسٹس جسٹس احمدی کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو شیڈولڈ کاسٹ کا درجہ دینے سے انکار آئین کی دفعہ ۱۴ کی خلاف ورزی ہے اور یہ سنگین غلطی سخت قابل اعتراض اور قابل مذمت ہے۔ کیوں کہ دفعہ ۲۵ ملک کے ہر باشندے کو کوئی بھی مذہب اپنانے کا اختیار دیتی ہے۔ مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور کے رحمان نے بھی صاف کہا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی مانگ جائز ہے کہ شیڈولڈ کاسٹ کی تعریف میں مذہب کی قید ہٹائی جائے۔ اس کے باوجود تمام پارٹیاں اور حکومتیں اس مسئلہ پر ابھی تک اپنے ہونٹ سیئے ہوئے ہیں۔

سچر کمیٹی کی روح کی عکاسی کرتے ہوئے مشرا کمیشن نے سفارش کی تھی کہ ایسی تمام سرکاری اسکیموں میں جن سے روزگار کے مواقع کو فروغ ملتا ہے اقلیتوں کے لئے پندرہ فیصد رقم مختص کی جائے جن میں سے دو تہائی صرف مسلمانوں کی بہبود کے لئے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد سے چھ بجٹ پیش ہو چکے ہیں لیکن اس معقول سفارش پر عمل اب تک ندارد ہے۔ مشرا کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ اقلیتوں کی بہبود لئے وزیر اعظم کے پندرہ نکاتی پروگرام کو قانونی درجہ دیا جائے اور اس کے نفاذ کو پابند عدالت استحکام بخشا جائے۔ اس بابت بھی اب تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ مشرا کمیشن نے کہا تھا کہ اقلیتوں کے قرض کی فراہمی کے بے روک ٹوک تسلسل کی غرض سے قومی بنکوں کی ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اس بہترین تجویز کو بھی اب تک چھ سالوں کے بجٹ میں جگہ نہیں مل سکی۔ مشرا کمیشن نے کہا کہ مرکزی اور صوبائی سطح پر تمام سرکاری کمیشنوں، بورڈوں، کمیٹیوں اور کارپوریشنوں میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے افراد کو نامزد کیا جائے اور ان کے چیرمین کی کرسی پر مختلف مذاہب کے لوگ نمبروار بٹھائے جائیں۔ سالہا سال سے ایسا بھی کچھ ہوتا نظر نہیں آرہا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

ہے۔ بلکہ حکومت کے نزدیک مسلمانوں کا حق زیادہ سے زیادہ ان عہدوں پر ہے جہاں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں سے متعلق کام یا زیبائش کی ضرورت ہے۔ اور ہم اہل ملت بھی ان چند متفرق عہدوں کے گرد سر یلی کرسی والے کھیل تک خود کو کیوں محدود رکھیں۔ کیوں نہیں ہم بڑھ چڑھ کر حق جتاتے ہیں کہ ہمیں بنایا جائے مرکزی فائنانس سکریٹری، پرسونل ڈپارٹمنٹ کا کا سکریٹری، انڈسٹری سکریٹری، کامرس سکریٹری، پلاننگ کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین ، ریزرو بنک کا گورنر، قومی سلامتی صلاح کار، دہلی کا لفٹنٹ گورنر، یو پی ایسسی کا چیئرمین، اسکوپ (Standing Commitee on Public Enerprises) کا چیئرمین ، اسٹاف سلیکشن کمیشن کا چیئرمین، دہلی پولس کمشنر وغیرہ وغیرہ۔ ان عہدوں کے لئے مسلمانوں کو غیر مرغوب شخصیت کا درجہ کیوں دیا ہوا ہے۔ آخر ان عہدوں تک ہماری رسائی کیوں نہیں ہے؟ اور جب تک ان عہدوں پر مسلمانوں کو کبھی متمکن نہیں کیا جائے گا اس وقت تک مسلمانوں سے ہمدردی کے تمام دعوے جھوٹے ہی قرار پائیں گے۔

سابق آئی اے ایس افسر ہرش مندر کی تنظیم سینٹر فار ایکوئٹی اسٹڈیز نے ۲۰۱۱ء کی اپنی سروے رپورٹ بہ عنوان ''وعدے جو پورے ہونا باقی ہیں'' (Promises to Keep) میں مضبوط دلائل کے ساتھ لکھا ہے کہ سچر کمیٹی رپورٹ پر عمل ہونے کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں کے لئے ملک کے قومی بجٹ میں سب پلان مختص کیا جائے۔ یا پھر اس کو قومی پلان کا مسلمانوں کے لئے خصوصی جز وترکیبی Special Component Plan for Muslims) بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ شیڈولڈ کاسٹ کے لئے برسہا برس سے چلا آ رہا ہے۔ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے ہنر کو فروغ دینے اور ان کو معاشی مواقع کی خصوصی فراہمی کا بندوبست کیا جانا چاہئے۔ ہرش مندر کی اس اہم رپورٹ کو اس وقت کے مرکزی وزیر مملکت برائے اقلیتی امور نے پارلیمنٹ میں بیان دے کر صرف اس لئے رد کر دیا کہ اس میں تحریر اعداد وشمار میں دو ایک معمولی غلطیاں ہیں۔ اس سے یہی تو سمجھا جائے گا کہ

مسلمانوں کی پریشانیوں کو سمجھنے اوران کا حل نکالنے کے لئے مستندو معتبر ذرائع سے ملنے والی معلومات ومشوروں پرغوراوران کا صحیح استعمال کر کے حکومت کو اپنا گھر نیک نیتی سے اندر سے سدھارنے میں دلچسپی کم ہے اوراسے اپنے گھر کو باہر سے نظر آنے والی کھڑکی کی گرد صاف کر کے اسے خوش نما بنائے رکھنے کی فکر زیادہ ہے۔ جب کہ حکومت کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ

صاف اس کو نہ کیا جائے تو جم جائے گی
گرد آئینہ کردار تک آ پہنچی ہے۔

سچر کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ جولوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے کاروبار سے، ان کے ذریعہ چلائے جارہے اداروں سے یاان کے ذریعہ تعمیر کی جارہی رہائش گاہوں میں ہر مذہب کے ماننے والوں کوآبادی میں ان کے تناسب کے شایان شان فائدہ پہنچتارہےتو ایسے لوگوں کو حکومت خصوصی مراعات او انعام و اکرام (Incentive Based on Diversity Index) سے نوازتی رہے۔ اس بابت بنائی گئی ایکسپرٹ کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ تین سال پہلے پیش کردی۔لیکن یوپی اے حکومت نے اپنے آخری بجٹ (اگلا بجٹ صرف ضابطہ کا ہوگا کیوں کہ اس وقت الیکشن میں صرف دو مہینے ہی رہ جائیں گے) میں بھی اس اسکیم کا کوئی ذکرنہیں کیااور نہ ہی اس کے لئے کوئی رقم مختص کی۔

سچر کمیٹی نے کہا تھا کہ قومی سطح پر وقف ڈیولپمنٹ کارپوریشن بنایا جائے گا۔سچر رپورٹ ک پیش ہوے اور حکومت کے منظور ہونے کے بعد کتنے برس ہوگئے لیکن اب تک وقف ڈیولپمنٹ کارپوریشن حکومت کی ترجیحات کے دائرے سے باہر ہے۔

قومی آبادی میں سبھی اقلیتوں کا مجموعی تناسب ۱۹ فیصد ہے۔ پھر بھی اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے وزیراعظم کے ۱۵ نکاتی پروگرام کے لئے صرف ۱۵ فیصد ہی مختص کیا گیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کو بڑھا کر ۱۹ فیصد تک کردیا جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ

اقلیتوں کے لئے بنیادی سہولیات کی فراہمی سے متعلق اسکیموں کی پلاننگ اوران کے نفاذ کے لئے دیہی علاقوں میں گاؤں کواور شہروں میں وارڈ کواکائی بنایا جائے۔تاکہ ان اسکیموں کے بجٹ کااستعمال ضلع یا بلاک کے ان علاقوں میں نہ ہو جہاں مسلمان یا دیگر اقلیتیں نہ ہونے کے برابر ہیں، جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ بہت کہنے سننے کے بعداب وزارت اقلیتی امور نے بتایا ہے کہ پلاننگ کمیشن اس پر راضی ہے کہ بلاک کواکائی مان لیا جائے۔ الحمدللہ ڈیڑھ دوسال کی تگ و دو کے بعد اور وزارت اقلیتی امور میں رحمان صاحب کے آنے کے بعد امید کی کچھ کرن نظر آ رہی ہے۔لیکن وزیر محترم کی توجہ اس طرف بھی ضروری ہے کہ ان کی وزارت کی ویب سائٹ پر اب تک اقلیتی اضلاع میں چلائے گئے ایم ایس ڈی پی پلان کی بااختیار کمیٹی کی ٦٦ میٹنگوں کی روداد درج ہے، ہر ایک کے شروع میں لکھا ہے کہ جن ممبروں اور افسروں نے میٹنگ میں حصہ لیا ان کی فہرست روداد کے آخر میں نتھی ہے لیکن افسوس کہ ٦٦ میں سے ایک بھی روداد کے ساتھ یہ فہرست نتھی نہیں ہے، جس کی وجہ سے کام کی مانیٹرنگ ہو ہی نہیں سکتی اور کام نہ کرنے کی ذمہ داری بھی طے نہیں کی جاسکتی۔

Sb\2014\Nishat-e-S Taaash\Border Final bj d.

کیا ہم خاموش تماش بین بنے رہیں گے؟

پچھلے مضمون میں، میں نے یہ اطلاع قلم بند کی تھی کہ 31-29 مارچ فرانس کے دارالسلطنت پیرس میں 6 برّاعظموں کے 20 ممالک سے ہم 35 خدّام ملت جمع ہوئے تھے۔ یہ غور کرنے کے لیے کہ اکیسویں صدی کے اوائل میں شرعی احکامات اور اپنے اپنے ملکوں کے سماجی تقاضوں کے مدّنظر کس طرح بہترین سماجی میزان قائم رکھی جائے تاکہ مسلمانانِ ارض روزمرّہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ خلافت ایزدی کے فرائض بھی بھلی بھانتی انجام دے سکیں۔ اس طرح عالمی اسلامی سماج میں زیادہ یکجہتی، تحرک، مادۂ تخلیقیت اور جگ دیسیت سنجوئی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ''پروردگار نے زمین کو کل مخلوق کے لیے بنایا ہے۔'' (55:10)

مذاکرہ میں شرکا دل برداشتہ تھے کہ دنیا کے کئی حصوں میں مسلمانوں اور دیگر باشندوں کے درمیان دوری بڑھ رہی ہے، ان میں باہمی قول وقرار اور اُن کی پابندی کے مواقع میں کمی آرہی ہے اور اس شرمیلے پن و بے اعتباری کا محور دو مبارزات یا چیلنج ہیں۔ ایک: اسلام کے متعلق جگہ جگہ سازش کے تحت بے جا خوف و ہراس کا ماحول بنایا جانا (Islamophobia) اور دوسرا انتہا پسندی (Extremism)۔ ان دونوں جرموں کے گمراہ مرتکبین ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں لیکن ہمیں ان دونوں کا مقابلہ کر کے انہیں روکنا ہوگا۔ پھر بھی مذاکرہ میں مایوسی بالکل نہیں تھی بلکہ وہاں مسلمانوں کا یہ عزم نمایاں تھا کہ ملت کو اندرونی نشاۃ ثانیہ و حکمت عملی کے ذریعہ اپنا کھویا ہوا مرتبہ دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ اہل وطن کے ساتھ اپنے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ti Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taalaash\Border Final bj d.

رشتوں پر نظر ثانی کرنی ہے۔ اپنے ذرائع و وسائل کا استعمال کر کے ملکوں کی حکمرانی میں واجب شمولیت حاصل کرنی ہے اور دیگر باشندوں کے شانہ بہ شانہ ملکوں پر اپنا جائز حق مالکانہ مستحکم کرنا ہے۔ 11 ستمبر 2011 کے بعد سے اُمت مسلمہ شک وشبہ، عداوت اور دشمنی سے بھری ہوئی ایک لمبی تاریک رات میں سے الحمدللہ باہر نکل آئی ہے۔ لہٰذا اب ہمیں باہمی احساسِ ذمہ داری کے ساتھ ایک دوسرے کے زخم بھرتے ہوئے، تصفیہ و آپسی میل ملاپ کرنا ہوگا۔

جن ممالک میں مسلمان اقلیت کے طور پر رہ رہے ہیں، وہاں مسلم قیادت کو اہل وطن کے ساتھ ایسی گفت وشنید کرنی ہوگی جس سے اسلام سے متعلق بے جا خوف کا ماحول ختم ہو جائے۔ لوگوں کے رویہ میں سے، ان کی زبان پر سے، اور ان کے اعمال میں سے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ بھی غور کرنا ہوگا کہ وہ کس طرح، کبھی کبھی اپنی خاموشی کے باوجود، خوف پیدا کرنے والی شئے بن جاتے ہیں۔ کس طرح وہ اپنے ملک میں سماج کے باہر کے افراد قرار دے دیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو کوشش کر کے فہم وادراک اور اعمال کے ذریعہ اہل وطن کو سمجھانا ہوگا کہ ان کا مذہب مکمل مساوات کا پیغام دیتا ہے۔ مسلمانوں کو جدید عالمگیریت (Globalization) اور اقتصادی پس روی (Recession) سے پیدا شدہ عدم استحکام سے نمٹنے میں اہل وطن کے ساتھ قدم بقدم چلنا ہوگا۔ مذاکرہ کے دوران قرآن وحدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہوئی اعلیٰ اقدار کو تازہ دم کر کے، ذہن کے دریچوں کو از سر نو روشن کیا گیا۔ ضابطہ اسلامی کی روشنی میں اور اللہ کے آسانی پیدا کرنے کے وعدے میں پاک نیت دخل یابی کے ساتھ، مقاصد شریعت کے سائے میں زندگی گزارنے کے تئیں اپنے کو ایک دفعہ پھر سے منتسب کیا گیا۔ یہ تجویز کی گئی کہ سرگرم و وسیع باہمی صلاح مشورہ کے بعد اُمت مسلمہ اپنے لئے قوانینِ شہریت (Jurisprudence of Citizenship) اور عرصہ مشترکہ کی نظیر (Paradigm of Shared Spaces) قائم کرے تاکہ اس پر عمل کر کے، مختلف

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Taaash\Border Final bj ... d.

تاریخی پس منظر اور سماجی حالات میں، متعدد ممالک میں اقلیت کی حیثیت سے رہائش پذیر دنیا کے 30 کروڑ مسلمانوں کو راحت وتسکین ملے۔ علاوہ ازیں ہمیں اپنے اپنے ملکوں میں دیگر باشندوں کا اعتماد حاصل کرنا ہے اور ان کے ساتھ مختلف جائز دنیاوی میدانوں میں حصہ داری کرنی ہے۔ اس کے لیے مذاکرہ میں اس قرآنی ہدایت پر گفت وشنید کی گئی جس میں مومنوں پر فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ معاونت کرنے والے اہم شہریوں سے رحم کا معاملہ کریں (6:90)۔ مذاکرہ میں اہل ملت سے اپیل کی گئی کہ وہ جذبات کو حکمت عملی میں، نیت کو اعمال میں اور ابہام وغیر یقینیت کو فیصلہ کن طرز میں تبدیل کریں۔ مذاکرہ کے شرکا پیرس سے چلتے وقت 6 براعظموں میں پھیلے ہوئے ایک نوخیز نیٹ ورک سے لیس تھے۔ جس کی مدد سے مضبوط مشترکہ سماجوں کے تصور کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے، جہاں ملت کی تعلیم کو فروغ ملے، ملّی اکابر کی تربیت اس طرح ہو کہ وہ دورِ جدید کے حقائق اور آگے آنے والی نسلوں کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں اور میڈیا کا استعمال اس ڈھنگ سے ہو سکے کہ اسلامی اقدار اور مسلم معاشرہ کی صحیح عکاسی ہو۔ مذاکرہ کی تفصیلی رپورٹ www.twocircles.net پر پڑھی جاسکتی ہے۔

آیئے! اس تناظر میں ہم آج کی ملت اسلامیہ ہند کا جائزہ لیں۔ ہم خوب سمجھ گئے ہیں کہ برسہابرس تک ہمیں سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن کی رپورٹوں کے نشے میں رکھا گیا، لیکن ان کی متعدد بنیادی سفارشوں کا نفاذ نہیں کیا گیا ہے۔ اُدھر یو. پی. میں مسلمانوں کو ریزرویشن کا جھانسہ دے کر ووٹ لے لیے گئے۔ جیتنے کے بعد دھیمے سے کہہ دیا گیا کہ مرکزی حکومت آئین میں ترمیم کرے گی تب ریزرویشن دیا جاسکتا ہے۔ تو ووٹ مانگتے وقت یہ شرط کیوں نہیں بتائی گئی؟ جبکہ جسٹس مشرا کمیشن نے اپنی رپورٹ میں صاف لکھا ہے کہ مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے لئے آئین کی دفعہ 16(4) کافی ہے۔ کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ چار صوبوں میں کئی برس سے مسلمانوں کو ریزرویشن ملا ہوا ہے۔ یہ انہی سیاسی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

جماعتوں کے پتّے ہوا دے رہے ہیں جن پر ہم عرصہ سے تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ بہرحال... خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے۔ اب ہمیں ہی متبادل حکمت عملی اختیار کرنی ہوگی۔ سیاسی جماعت صرف ووٹ کے ہیر پھیر کو پہچانتی ہے۔ سیاست میں کوئی مستقل دوست یا مستقل دشمن نہیں ہوتا بلکہ صرف سیاسی غرض مستقل ہوتی ہے۔ تو ہمیں ملک کی سیاسی غرض کا غیر متبادل حصہ بنا ہوگا۔ 2014 کے پارلیمانی الیکشن سے قبل ہمارے حق میں حکومت یا کوئی سیاسی جماعت اب کچھ ایسا نہیں کر سکتی ہے جس سے ہمارے بنیادی حقوق کی پامالی ختم ہو جائے اور سیاسی اور افسر شاہی حکمرانی میں ہماری کسی حد تک عادلانہ حصہ داری ہو جائے۔ ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ ہم خود اپنے ملّی وجود کی اہمیت کو اندرونی و بیرونی جلا بخشیں اور ملّی ووٹ کو حکومت سازی کے لیے ناگزیر بنا دیں۔ پھر ہم اپنی سخت اور ٹھوس شرائط رکھ سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اپنی انفرادیت پر ملّی اجتماعیت کو فضیلت دینی ہوگی۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

وجود افراد کا مجازی ہے ہستیِ قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملّت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

صاحبان، ائمہ وخطبا حضرات اس سمت میں بڑا رول ادا کر سکتے ہیں۔ ووٹروں کی حیثیت سے ملت کو فی الحال ذہنی طور پر ہر سیاسی جماعت سے جدا کر کے جائزہ لینا ہوگا۔ دوئم ہمیں شیڈولڈ کاسٹ، او. بی. سی. اور عیسائی ووٹروں کے ساتھ مل کر جامع متحدہ حکمت عملی بنانی ہوگی۔ ہمیں اپنی سیاسی طاقت کو فربہ اور وسیع کرنا ہوگا۔ ہمیں خاموش تماش بین کے بے تاثیر پیکر سے نکلنا ہوگا۔ بقول فیض احمد فیض:

چشمِ نم جانِ شوریدہ کافی نہیں
تہمتِ عشق پوشیدہ کافی نہیں
آج بازار میں پابجولاں چلو!

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

علی گڑھ تحریک اور ۲۰۱۴ کا انتخابی منظر نامہ

پروردگار عالم نے قوموں کی تقدیر کو افراد کے تابع کر دیا ہے۔ لہٰذا جن افراد کو قومی اداروں کی سرپرستی زیادہ حاصل ہوتی ہے ان کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مستقبل میں آنے والی پشتوں کی فلاح کے لئے قوم کی بہتر نشو ونما میں زیادہ متحرک ہو کر حصہ لیں۔ ہمارے ملک عزیز ہندوستان کی سیاسی پارٹیاں اور لیڈر قومی سطح کے نمایاں اداروں کو اس لئے زیادہ خاطر میں لاتے ہیں کہ ایسا کرنا ان کے سیاسی مفاد میں ہے۔فروری 2013 میں یو پی اے کی صدر نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا دورہ کرنا پسند کیا (حالانکہ آخر وقت میں موسم کی خرابی کی وجہ سے وہ وہاں نہیں جا سکیں) کیونکہ مئی 2014 میں یا اس سے قبل ان کی پارٹی کو مسلمانوں کے ووٹ چاہئیں۔ وہ جانتی ہیں کہ مسلمان سر سیدؒ کی قائم کردہ اس رشک آمیز درسگاہ سے کتنی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔لیکن کیا علی گڑھ کے سابق وموجودہ طلباء ،اساتذہ و دیگر کارکن ادارے سے ذاتی طور پر مستفید ہونے کا حق پوری طرح ادا کر رہے ہیں؟ یا بانیِ درسگاہ کے تئیں ہم میں سے زیادہ تر کا جذبہ نمک حلالی کا ولولہ ہماری خود فراموشی ،ناشکری یا کسی مشرکانہ خوف پر بلی چڑھ گیا! سر سید نے صرف ادارہ قائم نہیں کیا تھا بلکہ علی گڑھ تحریک شروع کی تھی۔ان کی آرزو تھی کہ ان کی یہ تحریک صدیوں تک مسلمانانِ ہند کو ملک کے ارباب اقتدار سے ملت کے حقوق دلوانے کے لئے فعّال بنائے رکھے۔

مولانا علی میاںؒ نے اپنی کتاب 'تاریخ دعوت وعزیمت' اور بعض دیگر کتابوں میں لکھا

ہے کہ مولانا رومؒ کے زمانہ میں جابر سلطنتوں کے اثرات، سلسلہ وار مظالم اور جنگوں کے نتیجہ میں عام انسانوں میں زندگی سے بیزاری، مستقبل سے مایوسی اور احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا اور انسان خود اپنی نگاہ میں موجبِ رسوائی ہو گیا تھا۔ خود شناسی اور خودنگری جس پر حرکت، جدوجہد اور کشمکش موقوف ہیں، ایک اخلاقی جرم سمجھی جانے لگی تھی۔ انسان اپنی استعداد سے غافل ہو گیا تھا، وہ اپنی ترقی انسانیت میں نہیں بلکہ ترک انسانیت میں سمجھنے لگا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک مغربی فلسفہ اور دنیا میں مغرب کی معاشی قیادت کے دور میں انسان نے اپنے کو پیداوار کا ایک آلہ، ایک بے جان مشین اور ایک ترقی یافتہ حیوان سمجھا جو اپنے مادّی تقاضوں کو پورا کرنے اور بازار کے لئے نفع بخش مال تیار کرنے کو اپنے ضمیر کی آواز پر فوقیت دینے لگا۔

اس بے کیفی کے نتیجہ میں مشرقی مسلمانوں میں یاس و بدشگونی، انکارِ ذات، اپنی قدر و قیمت اور عظمت و شرافت سے وہ ناآشنائی اور بیگانگی پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے قیادت کی باگ ڈور نکل گئی اور وہ مغرب کے سیاسی وثقافتی استعمار (Political & cultural colonization) کے سائے میں آ گئے۔ ان مجموعی حالات وحوادث نے مشرق کے مسلمانوں کو ایسا 'مردِ بیمار' بنا کر رکھ دیا جو خود اپنی نگاہوں میں بے حیثیت ہو گیا۔ علی میاں لکھتے ہیں کہ اس مغربی نظام میں صاحب ضمیر اور صاحب ایمان انسان کے اندر حالات کو بدلنے کی معجزانہ قوت اور مردمومن میں چھپی ہوئی مخفی صلاحیتوں سے چشم پوشی کی گئی۔ مرد مومن کی اولوالعزمی، مہم جوئی، خلوص و بے غرضی، پاکدامنی و پاکیزگی، مصنوعی معیاروں اور غیر حقیقی قدروں سے گریز وغیرہ اخلاقی قدروں کو مسلمانوں کی اکثریت پہچاننا بھول گئی۔

آج ہم ہندوستانی مسلمان اُن گزرے ہوئے لوگوں سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ لہٰذا اپنے ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر احساس عظمت، ذات کی معرفت اور خوداعتمادی کی قوت بیدار کریں، کائنات اور عالم انسانی میں اپنے مقام

سے آگہی حاصل کریں اور امید و آرزو، جہد و عمل جوئی اور دشوار طلبی، سیادت و قیادت، پیش بندی و خود بینی، بلند کرداری کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رو سیاہی

اکیسویں صدی کے اوائل کے ہم ہندوستانی مسلمانوں کو تقدیر پرستی چھوڑنی ہوگی، خود شکستگی کے آسان اور آرام دہ اختیاری انتخاب سے گریز کرنا ہوگا۔ ہم میں سے ہر شخص کو اس دنیا کو اپنے لئے ایک جہان مکافات کے طور پر تسلیم کرنا ہوگا۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ہماری جنت ہماری کوشش پیہم میں پنہاں ہے۔ ہمیں خود طے کرنا ہوگا کہ ہمیں کمزور قوم بن کے رہنا ہے یا مساوات کے حق و دعویداری کا مضبوط پیکر بن کر جینا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر کوئی قوم اپنی موجودہ 'تقدیر' سے اکتائی ہوئی ہے تو وہ 'بہتر تقدیر' کی خواہش اور اس کے حصول کے لئے جد و جہد کرسکتی ہے۔ یہ نکتہ اس یقین میں مضمر ہے کہ 'تم اپنے کو بدل دو تو تمھاری تقدیر بدل جائے گی'۔ تم اگر ایک شبنم کی ناعاقبت اندیش بوند بن کر اس دنیا میں رہنا پسند کروگے تو تم جلد ہی زمین پر گر کر نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے طے کرلیا کہ تم سمندر بنوگے تو تم غالب اور ہمیشہ زندہ آباد رہوگے۔ اسی طرح اگر تم دھول کا زرہ بن کے رہنا پسند کرتے ہو تو تقدیر تمھیں تیز ہواؤں کے حوالے کردے گی۔ لیکن اگر تم نے عزم مصمم کرلیا کہ تم پتھر بنوگے تو تمھیں شیشوں کو چکنا چور کرنے کا حوصلہ دینے والی تقدیر مل جائے گی۔

ہمیں امر (روح) اور خلق (جسم) کی تفریق کو پہچاننا ہوگا۔ تمام حرص و لالچ کا تعلق جسم سے ہے۔ اس دار خود پرستی میں انسان کے لئے حرص کا غلام ہونا کچھ غیر معمولی نہیں ہے۔ لیکن لالچ کے جال میں نہ پھنسنا، اپنے لئے اتنا ہی رکھنا جتنی فطری ضرورت ہو، اپنا باقی وقت، استطاعت، اثاثہ، آمدنی اور جذبہ محبت ضرورت مندوں کو دے دینا آج کے زمانہ میں غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ مادّہ پرستی کے خلاف انسان کی یہ

اندرونی جنگ تبھی ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کو کسی اعلیٰ مقصد کے لئے وقف کر دے۔ اوراعلیٰ ترین مقصد ہے اللہ کی خوشنودی کا حصول۔اقبال کہتے ہیں:

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لا الٰہ ا لاّاللہ

دسویں و گیارہویں صدی عیسوی کے مشہور ایرانی فلسفی ابن مِسکو ویہ (Ibn Miskawaih) نے اپنی کتاب 'تہذیب الاخلاق' میں لکھا ہے کہ جب گھوڑے کی استطاعت میں کمی آجاتی ہے اور وہ کٹھن کام نہیں کرتا ہے تو اس کا استعمال صرف وزن ڈھونے کے لئے کیا جاتا ہے۔تب اس کی تقدیر گھوڑے سے بدل کر خچر کی رہ جاتی ہے۔معلوم ہوا کہ انسانوں کے لئے متعدد قسم کی تقدیریں ممکن ہیں۔ہم میں سے ہر ایک شخص اپنی پسند کی تقدیر کا انتخاب کر سکتا ہے لیکن اس کی مطابقت سے اسے سوچی سمجھی پیش قدمی اور بے غرض جفاکشی کرنی ہوگی ۔افراد کی اسی 'پسند' کے بموجب ملت کا مقام بنے گا۔ہم سرسید تحریک کے سپاہیوں کو یو پی اے صدر کے علی گڑھ دورہ کو بجائے خود ایک مقصد نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اس کو ایک سنگ میل مان کر آئندہ کی ملّی کاروائی کے لئے تاریخ وار منصوبہ بندی (Time-bound Action Plan) کرنی ہوگی۔اگر ہم ایسا نہیں کرتے ہیں تو آنے والی پشتوں کے حق میں ہم آج ملکی زندگی کے دریا میں تلاطم پیدا نہیں کر سکیں گے اور پھر ہم میں سے ہر فرد اپنے اپنے انفرادی مقام پر موتی یا سیپ کی حیثیت بھی رکھتا ہو تو ملت کے کس کام کا! آخر کار ہماری حیثیت بارش کی ایک بوند سے زیادہ تو نہیں رہ جائے گی! بقول علامہ اقبال:

جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرہ نیساں! وہ صدف کیا ،وہ گہر کیا

Sb\2014\Nishat-e-S ... aash\Border Final bj ... d.

کیا واقعی میں اپنے چمن کا بلبل ہوں

سرسید احمد خاںؒ نے مغلیہ دبدبہ کے اختتام پر ملت اسلامیہ ہند کے زوال پزیر رخ کو وقت رہتے پہچان لیا تھا اور وہ برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سول سروس میں شامل ہو گئے تھے۔ انھوں نے ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورئینٹل کالج قائم کیا جو ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ سرسید نے مسلم سماج میں جدید مثبت ترقی سے متعلق واقفیت کو فروغ دینے کے لئے رسالہ تہذیب الاخلاق شائع کیا اور سائنٹفک سوسائٹی قائم کی۔ انھوں نے ۱۸۸۳ء میں محمڈن سول سروسز فنڈ ایسوی ایشن قائم کی تھی جس کے ۵۰۰/اراکین کے ذریعہ دیا ہوا دو روپے فی کس چندہ استعمال کر کے ہر سال پندرہ بیس مسلمان لڑکوں کو آئی سی ایس کا امتحان دینے کے لئے انگلینڈ بھیجا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو سرکاری عہدوں پر فائز کرانا ان کا عزیز ترین پروجیکٹ تھا۔ مہاراشٹر کے وردھا ضلع کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر میں آج بھی درج ہے کہ ۱۸۶۱ء میں ضلع میں بڑی تعداد میں پولس کے اہلکار و افسران بھرتی کئے گئے تھے۔ اگرچہ وہاں مسلمانوں کا تناسب بہت ہی کم تھا لیکن پھر بھی سرسید کی تحریک اور کوششوں سے آدھے سے زیادہ اسامیاں مسلمانوں کو چلی گئیں۔ سرسید اردو کو مسلمانان ہند کے باہمی رابطہ کی زبان سمجھتے تھے اس لئے اس کے فروغ کے لئے بھی وہ کوشاں رہے۔ اس طرح ہمہ جہت سرگرمیوں اور حکمت عملی پر مبنی کوششوں نے مل کر سرسید کی علی گڑھ تحریک کو جنم دیا تھا۔

اسرارالحق مجاز نے مسلم یونیورسٹی کا ترانہ لکھا: یہ میرا چمن ہے میرا چمن، میں اپنے چمن کا

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

بلبل ہوں۔ یہ بڑا موزوں اور معنویت سے بھر پور ترانہ ہے۔ مجاز نے بلبل کی تشبیہ سے دراصل ایک بڑے تصور کو طلبہ کے ذہن نشیں کرنے کی کوشش کی۔ بلبل کی ایک خصوصیت شیریں زبانی ہے، لیکن اس خصوصیت کو ظاہر کرنے اور اپنے اندر خوش آوازی کی طاقت پیدا کرنے کے لئے بلبل کو اپنے اندرون میں استغراق ومحویت کی لیاقت سے کام لینا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بلبل کی فطرت یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو وہ مشکل حالات میں تحمل سے کام لیتا ہے اور دوسری طرف وہ دباؤ اور جبر کی مزاحمت کرتا ہے۔ اس کے نغمے پرزور وپرشور ہی نہیں ہوتے بلکہ ان میں جوش وقلقل بھی ہوتا ہے۔ اردو ادب میں شعرائے کرام نے بلبل کو ایسے اعلیٰ ماہر فن کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا حق ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مجاز نے علی گڑھ کے فارغین کی تعریف سرشار گل نرگس کے طور پر بھی کی ہے جس سے محفل کو تازگی ملتی ہے اور اسے گیسوئے سنبل کا پابستہ بھی بتایا ہے جس کے نباتی اثرات سے بیمار صحت مند ہو جاتا ہے۔ خصوصاً امراض قلب میں شفا حاصل ہوتی ہے۔ ایسا شخص دشت جنوں کا دیوانہ اور بزم وفا کا پروانہ بن کر رہتا ہے۔ وہ ہر شہر طرب پر گرجتا ہے اور ہر قصر طرب پر کڑکتا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو ہر سال ۱۷ اکتوبر کو اپنا انفرادی جائزہ ضرور لینا چاہئے کہ یونیورسٹی سے استفادہ کرنے کے بعد ہم کس حد تک سرسید کی مہم کو پروان چڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صرف سالانہ رسمی خراج عقیدت سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں سرسید کو اپنی پرآشوب جفا سے خراج فرماں برداری دینا ہوگا۔

آیئے ہم محبوب الحق بنیں۔ آسام کے محبوب الحق نے علی گڑھ سے ۲۰۰۰ء میں کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم مکمل کی۔ حالت بے سروسامانی، لیکن نگاہ نرگس سے سرشاری اور گیسوئے سنبل کی پابستگی۔ انھوں نے اللہ کے اس پیغام کو حرز جاں بنایا جس کی ترجمانی علامہ اقبال نے اس طرح کی ہے کہ:

نہیں ہے وابستہ زیرِ گردوں کمال شان سکندری سے

تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

محبوب الحق صاحب نے گوہاٹی کی سرحد پر ۲۰۰۸ء میں یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی قائم کر دی۔ اس کے علاوہ کئی اور بھی ادارے انھوں نے قائم کئے ہیں جس میں سول سروس انسٹی ٹیوٹ بھی شامل ہے۔ ۲۰۱۲ء میں یو پی کے رام پور میں مولانا محمد علی جوہر یونیورسٹی قائم کرنے میں اعظم خاں کا اثر و رسوخ اور سیاسی طاقت کام آ گئی۔ علی گڑھ میں شخصی طور پر موجود رہ کر وہاں کی تعلیمی فضا سے براہِ راست استفادہ کئے بنا سرسید کی تحریک کو آگے بڑھانے والوں میں ایک تابناک نام ہے جناب وسیم اختر صاحب کا جنھوں نے لکھنؤ میں ۲۰۰۴ء میں انٹیگرل یونیورسٹی قائم کی۔

ادھر صوبہ تامل ناڈو کے شہر ترو چراپلی میں جمال محمد کالج بھی معروف ہے۔ اس کالج کا کیمپس چالیس عمارتوں پر محیط ہے جس میں اٹھارہ عمارتیں اسی کالج کے سابق طلباء نے اپنے اپنے ذاتی سرمایہ سے تعمیر کروائی ہیں۔ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کی سڑکوں پر میں نے دیکھا کہ سیکڑوں جگہ وہاں کے سابق طلباء کے نام کندہ ہیں جنھوں نے اپنے ذاتی اثاثہ کا معقول حصہ یونیورسٹی کو وقف کر دیا۔ یقیناً علی گڑھ کے چنندہ سابق طلباء نے بھی یونیورسٹی اور ملت کے لئے کچھ نہ کچھ کیا ہے۔ اللہ ایسے مایہ ناز افراد کو جزائے خیر عطا کرے، لیکن ایسے لوگ بہت کم تعداد میں ہیں۔ اس فرض کفایہ سے ملت کا کام نہیں چل رہا ہے اور سرسید کا ملک گیر خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو پا رہا ہے۔

ورنہ آج ملک کے مسلمانوں میں شرح خواندگی دوسروں کے مقابلہ چھ فیصد کم نہیں ہوتی، انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطح پر مسلمان طلباء صرف چار فیصد اور دو فیصد ہی نہ ہوتے، ملک کی افسر شاہی میں ہماری حصہ داری ڈھائی فیصد سے بھی کم نہ ہوتی۔ سرسید کو ڈنر اور مشاعرے کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں پسند تھیں۔ ان کا دائرہ شوق کہیں زیادہ وسیع

اور کثیر الاشکال تھا۔

آیئے ہم بار بار علی گڑھ تحریک کے اجزائے ترکیبی پر غور کیا کریں۔ ہم لوگ مل کر وہ سب کچھ کرتے رہیں گے، تو سرسید کی پرتوقع اور عکس نما علی گڑھ تحریک کی روح کو مستقل تازگی ملتی رہے گی۔ ساتھ ہی ملک اور دنیا کے دیگر معروف اداروں کی طرح ہماری یونیورسٹی میں بھی سابق طلباء کے کوآرڈینیشن کے لئے ایک علیحدہ ڈائرکٹریٹ قائم کیا جانا چاہئے جو یونیورسٹی کی تمام اولڈ اسٹوڈینٹس ایسوسی ایشنوں سے باقاعدہ اور مستقل رابطہ رکھے۔ اس ڈائرکٹریٹ کی ایک الگ ڈائنمک ویب سائٹ ہو جس میں سرسید کی تحریک کے عناصر تفصیل سے درج ہوں اور ان پر مبنی جگہ جگہ سالانہ ایکشن پلان بنائے جائیں جن پر عمل درآمد کی روداد ہر ۱۷/اکتوبر کو پیش کی جائے۔ تب ہم دعویٰ کر سکیں گے کہ 'میں اپنے چمن کا بلبل ہوں'۔ اس پر پرعزم طریقہ کار کے لئے علامہ اقبال نے کہا ہے:

جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ

تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عالمگیر ملت اسلامیہ کے لئے عقل مندی کا تقاضہ ہے یہ ہے کہ شام میں موجودہ صورت حال کا آفاقی جائزہ لیا جائے۔ظاہر ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں دنیا کے منظرنامہ پر حضور اقدسؐ کے ظہور سے قبل دنیا میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔لیکن آج کا نقشہ دکھا تا ہے کہ دنیا کے جغرافیائی قلب پر اسلامی ممالک کے مستحکم غلبہ کے علاوہ باقی خطّوں میں بھی ایک ارب سے زیادہ مسلمان سکونت پذیر ہیں۔ دین سے قدرے بے بہرہ ہونے کے باوجود پوری ملت اسلامیہ اب بھی عموماً عشق خداوندی کے تانے بانے میں پروئی ہوئی ہے۔ نصف صدی سے اللہ نے ملت کو تیل کے خزانوں کا مالک بھی بنا رکھا ہے۔اس سے چند صدی قبل صحرا سے شیر نے نکل کے روم کی سلطنت کو پلٹ دیا تھا اور بیسویں صدی میں پھر وہاں کا اونٹ اپنی گردن اونچی کرنے پر لگ گیا۔ بھلا اہل دنیا کو ملت کی یہ کج کلاہی کیسے پسند آتی۔لہٰذا بزم عاملہ کی تنظیم اور سعیِ کاملہ کی تزئین ہونے لگی اور طے پایا گیا کہ ملت کو کسی نہ کسی طرح بے چین و بے قرار بلکہ مضطرب رکھا جائے،اس طرح ایک دو صدی کے لئے سستے تیل کا انتظام بھی ہو جائے گا اور آنے والے دس بیس الکشنوں میں ووٹروں کی سوچ کو الجھانے کے لئے سیاسی وسفارتی مواد بھی مہیا رہے گا۔

مشرق وسطیٰ میں بیسویں صدی کے وسط کے ملت کے لئے تکلیف دہ واقعات کسی سے

Sb\2014\Nishat-e-Saniya Ki Talaash\Border Final bj.jpg not found.

چھپے نہیں ہیں۔ان سے ناگواری اور نااتفاقی کو دہشت گردی مانا جانے لگا۔تب سے ہر چار سال پر یہ ایشو الیکشن کا اہم موضوع رہنے لگا ہے۔اس کے ۳،۴ دہائی بعد جب افغانستان سے متعلق پالیسی کامیاب ہوتی نظر نہیں آئی تو اس کی جنوب مشرقی سرحد پر طلبا کو بھڑکایا گیا اور بعد میں وہی گلے کی ہڈی بن گئے۔نوبت بہ ایں جا رسید کہ فرینک انسٹائن کے بھوت (Frankenstein's monster) نے دروازہ پر ہی دستک دے دی۔پھر کیا تھا' کھمبا بھی نوچنا تھا اور اسی بہانے اپنے طویل مدتی ایجنڈے کو بھی پروان چڑھانا تھا۔عوامی تباہی کے اسلحہ (Weapons of mass destruction) کے ذخیرہ کی نئی کہانی گڑھی گئی اور ملت کے دو اہم ممالک کے لاکھوں عوام کو موت کے گھاٹ اتار کے وہاں تیل کے کوؤں پر قبضہ کر لیا گیا اور اہم مقامات پر لشکری حلقہ زن ہو گئے۔اس دفعہ پھر اسی پالیسی کا اعلان ہو گیا کہ ہر مخالفت کو دہشت گردی مانا جائے گا۔

اس لشکر کشی کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہوا کہ اکیسویں صدی میں بین الاقوامی اقتصادی سطح پر آگے بڑھتے ہوئے ایشیائی درخشاں ستارے بھی اپنے مزائیلی گھیرے میں آ گئے۔ اُدھر سویت یونین کے بکھر جانے کے بعد ایک متبادل عالمی دشمن کی شناخت ارجنٹ ہو گئی تھی۔اس لئے تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of Civilizations) کی بحث منظر عام پر لائی جانے لگی۔عالمی میڈیا میں اس پر مباحثہ طول پکڑنے لگا۔اس نئے مفروضہ کے ظاہری بانی سیمول ہنٹگٹن (Samuel Huntington) نے اپنی تقاریر اور کتاب میں صاف کر دیا کہ آگے تصادم کا دھرا ثقافتی اور مذہبی (Cultural & religious axle of conflict) ہوگا۔ یاد رہے کہ اس کے پہلے بیسل میتھیوز (Basil Mathews) اور برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) نے اپنی تحریروں میں تہذیبوں کے ٹکراؤ کے ذکر میں دو میں سے ایک سرے پر تمام مسلمانوں کو ہی رکھا تھا۔ہنٹگٹن نے اس پہلو پر مزید روشنی ڈالی اور واضح کر دیا کہ تہذیبوں کے ٹکراؤ سے ان کا خصوصی مطلب ہے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ٹکراؤ۔اس

Sb\2014\Nishat-e-Saniya Ki Talaash\Border Final bj.jpg not found.

نے مغربی طور طریقوں کو اقدار کہا اور مسلمانوں کی اقدار کو بنیاد پرستی بتایا۔اس رجحان کو شاعر نے بہت پہلے پہچان لیا تھا:

سرفرازی ہو اونٹوں کی تو گردن ناپئے اُن کی
اگر بندر کی بن آئے تو فیضِ ارتقاء کہئے

واشنگٹن میں مقیم وزڈم فنڈ (Wisdom Fund) کے بانی ڈائرکٹر انور مسعود کے والد مرزا نصیرالدین مسعود کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ کے خانوادہ سے تھا،انھوں نے گاندھی جی، پنڈت نہرو اور مولانا آزاد کے ساتھ کام کیا ، بعد میں سعودی عرب میں سفیر ہند اور یونیسکو (UNESCO) میں ہندوستانی مشن کے چیف رہے،انھیں اولمپک میں گولڈ میڈل بھی ملا تھا۔انور مسعود کو 2002 میں ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کا گولڈ ایوارڈ ملا۔انھوں نے اپنی مشہور کتاب: عراق -ڈِوائڈ اینڈ رول (اختلاف پیدا کرو اور حکمرانی کرو) میں لکھا ہے کہ 1998 میں صدر بل کلنٹن کو Project for the New American Century (PNAC) یعنی نئی امریکی صدی کے پروجکٹ نامی امریکی تنظیم نے لکھا تھا کہ صدام حسین کا تختہ پلٹا جائے تا کہ تیل کی ملکیت والی خلیج میں ہمارے مفاد کے حق میں کاروائی ہو سکے ۔غالباً یہ ممکن تبھی ہو سکے گا جب پرل ہاربر کی طرح کا کوئی بڑا تباہ کن حادثہ پیش آئے۔اسی نظریہ کی جلا کاری کی غرض سے عوامی ذہن سازی کرنے کے لئے برطانیہ کے مشہور صحافی جان بریڈلے (John Bradley) نے ڈیلی میل میں اپنے 20 مارچ 2011 کے مضمون میں لکھا کہ عرب ممالک کے حالیہ سیاسی انقلاب کو جمہوریت کا سنگ میل نہ سمجھا جائے۔وہاں تو فحاشی اور بربریت کا بول بالا ہے۔زیادہ سے زیادہ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہاں 'لڑائی جھگڑے والا اسلام' (Radical Islam) چھا جائے گا۔بعد میں 6 دسمبر 2011 کے اپنے مضمون Behind the veil of vice (بدکرداری کے نقاب کی آڑ میں)، میں انھوں نے لکھا کہ عموماً عرب کے لوگ 'اسلام سے فروغ پائی ہوئی جنسی شہوت پرستی' کے شکار ہیں۔دنیا

کے سب سے زیادہ کثیر الاشاعت امریکہ کے ٹائم میگزین کے جون 2013 کے آخری شمارہ (صفحہ 31) میں ایرن بیکر (Aryn Baker) نے ملکِ مالی (90% مسلمان) کے اطراف میں اسلام کے ممکنہ فروغ کی منظر کشی Threat of Islamist contagion کے بطور کی ہے جس کا مطلب ہے چھوت کی اسلامی بیماری کا خطرہ۔

اسی سوچے سمجھے اور باقاعدہ پلان کئے ہوئے ایجنڈے کے ایک اور اہم حصے کے طور پر اکیسویں صدی کے اوائل سے دنیا کے مسلمانوں میں شیعہ اور سنی فرقوں کی رقابت کو بھی قصداً ہوا دی جانے لگی ہے۔ جن اسلامی سماجوں میں شیعہ اور سنی فرقہ واریت نام کی کوئی چیز کبھی تھی ہی نہیں وہاں بھی بڑی ہوشیاری سے اس کے بیج بونے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہاں میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ شیعہ اور سنی لوگوں میں پہلے کبھی تکرار ہوئی ہی نہیں۔ در اصل ہم خود بھی فی الوقت باہمی تنگ نظری کے سزاوار ہیں: انفرادی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر۔ حتیٰ کہ میں اگر حضرت علیؓ کی تعریف کروں تو کچھ لوگ پوچھنے لگتے ہیں کہ کیا میں شیعہ ہوں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ماضی میں بین الاقوامی سطح پر شیعہ سنی کے باہمی اختلاف کا استعمال سیاسی کنٹرول کو مضبوط بنانے کے لئے ہی ہوتا رہا ہے۔ جبکہ ہمارے ملک کی اسلامی تہذیب میں (ایک آدھ چھوٹے سے علاقہ کے علاوہ) اس فرق کو اختلاف سمجھا ہی نہیں گیا بلکہ اس فرق کا جشن منایا جاتا رہا ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے۔ خصوصاً ملی یکجہتی کو انفرادی مفاد کی بلی پر تو کبھی چڑھنے ہی نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ ہم کوشش کرتے رہیں اُن پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کے لئے جو شیعہ اور سنیوں کو جوڑیں۔ اس کے لئے ہمیں صرف اچھا مسلمان بن کے رہنا ہے۔

حضرت علیؓ حضورؐ کے چہیتے چچازاد بھائی اور داماد کے علاوہ ان کے محبوب صحابی بھی تھے۔ ان کے والد کعبہ کے متولی (Custodian) تھے۔ حضرت علیؓ کو قرآن کریم کے مفہوم پر عبور تھا۔ مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کے وقت حضرت علیؓ ہی حضورؐ کے بستر پر لیٹے تھے تا کہ

دشمن سمجھیں کہ حضورؐ گھر میں ہی موجود ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت علیؓ حضورؐ کے لفٹنٹ اور سکریٹری بن کے رہے اور ان کے احکامات کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کا کام کرتے رہے۔ وہ غزوات میں علم بردار رہتے تھے۔ جنگ خیبر میں فوجی کمانڈر کے والہانہ رول سے خوش ہو کر حضورؐ نے انھیں اسداللہ کے خطاب سے نوازا تھا۔ وہ صلح حدیبیہ کے انشا نگار تھے۔ حضرت علیؓ کے اقوال ذرّیں کی پوری ملت قائل ہے۔ انھوں نے کہا: دنیا تمھیں اس وقت تک نہیں ہرا سکتی جب تک کہ تم خود نہ ہار جاؤ۔ اپنے دشمن کو ہزار موقع دو کہ وہ تمھارا دوست بن جائے، لیکن اپنے دوست کو ایک بھی موقع نہ دو کہ وہ تمہارا دشمن بن جائے۔ سب سے بڑی خیانت اپنی قوم سے غداری ہے۔ جو تمھیں خوشی میں یاد آئے تو سمجھو کہ تم اس سے محبت کرتے ہو، اور جو تمھیں غم میں یاد آئے تو سمجھو کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ دولت مٹی کی طرح ہے اور مٹی کو پیر کے نیچے رہنا چاہئے، اگر سر پر چڑھاؤ گے تو قبر بن جائے گی اور قبر زندہ انسانوں کے لئے نہیں ہوتی۔ تمھاری وہ خاموشی جس کے بعد تم سے بات کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تمھارے اس کلام سے بہتر ہے جس کے بعد تم کو خاموش کر دیا جائے۔

ہم افراد ملت کی محرومی یہ ہے کہ ہم میں سے بہت کم لوگ قرآن و حدیث کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اس پر عمل تو ہم سے بہت ہی دور ہے۔ لیکن لاعلمی یا ادھ پکے علم کی بنیاد پر ہم جذباتی ہونے میں ماہر ہیں۔ اس ذہنیت سے باہر نکل کے ہمیں ملی وحدانیت کے پیمانہ کو شگفتگی بخشنے کا نسلی و پشتینی فریضہ ادا کرنا ہے۔ ہمارے سامنے جو اندرونی اور بیرونی مبارزات (Challenges) ہیں انھیں میں سے ہمیں مثبت راہ نکالنی ہوگی۔ بقول علامہ اقبال:

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final bj d.

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

یہ مضمون میں فرانس کے دارالحکومت پیرس سے لکھ کرای میل کر رہا ہوں۔ یہاں دنیا کے تمام برِّ اعظموں کے ان ممالک سے مسلم نمائندے آئے ہوئے ہیں' جہاں مجموعی طور پر 40 کروڑ مسلمان اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے رہ رہے ہیں'۔ 35افراد پر مشتمل اس سہ روزہ اجتماع کے شرکاء ایک مذاکرہ (Colloquium) میں مشغول ہیں جوالحمدللہ اپنی نوعیت کا ایک خاص مذاکرہ ہے۔ مذاکرہ کا عنوان ہے: Living where we don't make the rules یعنی''اس جگہ رہنا جہاں ہم قانون نہیں بناتے''۔ جنوبی افریقہ، فرانس، برطانیہ، امریکہ، ہنگری، تیونیشیا، برازیل کناڈا، آسٹریلیا، سنگاپور وغیرہ کے مسلم اسکالرز و محققین اس مذاکرے میں حصہ لے رہے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے ڈاکٹر طارق رمضان، فرانس کے شیخ علی محی الدین القرادغی، تیونیس کے شیخ محمد راشد الغنوشی، برطانیہ کی سارہ جوزف اور شمالی امریکی اسلامک سوسائٹی کے قومی جنرل سکریٹری سید محمد سعید بھی شامل ہیں۔ ہندوستان کی نمائندگی خاکسار کے ذمہ ہے۔ اسی وقت پیرس میں ہی ایک دوسرے مقام پر فرانس کا سالانہ مسلم جلسہ بھی چل رہا ہے جس کا موضوع ہے: ''اسلام میں امن' عدل اور انفرادی تعظیم'' اس جلسہ میں فرانس کے تقریباً 1,50,000 مسلم عوام حصہ لے رہے ہیں۔ ہمارے مذاکرے میں بنیادی احساس یہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا طریقہ بتایا گیا ہے: ہم آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یہاں بندوں کی طرف

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S Taalash\Border Final bj d.

سے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے نہ کہ واحد کا۔ یہ قرآن کریم میں اللہ کی طرف سے امت محمدیہؐ کے لئے باہمی اجتماعیت کی پہلی ہدایت ہے۔

مذاکرے میں یہ نکتہ زیر بحث ہے کہ امت مسلمہ کی جو 40% آبادی متعدد ممالک میں اقلیت کے طور پر رہ رہی ہے اس کے وہاں کے اکثریتی طبقوں کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیا جائے اور اس بات کا تجزیہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے وجود سے وہ کیا زحمت محسوس کرتے ہیں، پھر سمجھداری وروشن خیالی کے ساتھ اور علم ومعرفت کی روشنی میں اس کا حل نکالنے کی بھی کوشش کی جائے۔ دنیا میں جگہ جگہ اسلام اور مسلمانوں سے جو فرضی خوف کا ماحول (Islamophobia) بنا ہوا ہے اسے رفع کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ جدید عالمگیریت (Globalization) کے طوفانی اثرات کے معقول عالمانہ ردّعمل کا اسلامی دنیا میں فقدان ہے۔ اس طرح یہ عقدہ کھلا کہ دنیا تیزی سے بدل رہی ہے لیکن شریعت کی روشنی میں اس بدلاؤ کی تصریح وتوضیح کے لئے ملّی قیادت ابھی تیار نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ غیر مرغوب عناصر اس خلا کو پر کرنے میں لگے گئے۔ نتیجہ رہا تشدد، دہشت گردی، ان دونوں کے خلاف جنگ، شکوک وشبہات، یکرخی تسوید (One sided profiling)، غصہ واشتعال وغیرہ۔ لہٰذا مسلم قیادت کو غور کر کے ایسے طریقے نکالنے ہوں گے کہ دنیا میں مسلم اقلیتیں اکثریت کے ساتھ قدرے ہم آہنگی سے رہ سکیں اور ان کے لئے مساجد، تعلیمی ادارے اور قبرستان وغیرہ کی معقول بنیادی سہولتیں بھی مہیا ہو سکیں۔

دوئم یہ کہ عراق اور افغانستان میں اپنی انگلیاں جلا لینے کے بعد اب امریکہ اپنے کو اقتصادی طور پر اتنا زیادہ مضبوط نہیں سمجھتا ہے کہ دنیا میں اندھا دھند اپنی مرضی چلا سکے۔ آگے چین اور ہندوستان سے بھی اسے سخت چیلنج ملنے والے ہیں۔ لہٰذا پوری دنیا پر کسی بھی ملک یا خطہ کی سیادت وغلبہ (Hegemony) کا سلسلہ مستقبل قریب میں منقطع ہونے والا ہے۔ ملت اسلامیہ کو یہ نادر موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔ سورہ روم میں

Sb\2014\Nishat-e-Saniy Ki Talaash\Border Final bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S ... Taalaash\Border Final bj ... d.

اللہ نے ماضی کے اسی طرح کے ایک اور موقع کا ذکر کیا ہے۔ سوئم' الخوارزمی کی بنائی ہوی الجبرا کی تکنیک پرانی ہوچکی ہے' اب آئی پیڈ (iPad) کا زمانہ ہے' آج کا مسلم نوجوان اسی پر کام سیکھے گا۔ دین اسلام کے پیغام کو سمجھنے کے لئے لسانی دقت کو دور کرنا بھی ضروری ہے۔ علماء' ائمہ، خطباء اور اساتذہ وغیرہ کو جدید تکنالوجی سیکھنی ہوگی ورنہ خدا نہ خواستہ ہماری نئی نسلیں دین کا اثر قبول کرنے سے محروم رہ سکتی ہیں۔

فرانس کی حکومت اور یہاں کے لوگ اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں کے 80 لاکھ مسلمان ایک اقلیتی گروہ ہیں لیکن وہ انھیں ان کے واجب اقلیتی حقوق دینے کو تیار نہیں ہیں۔ جرمنی کہتا ہے کہ ایک ہی ملک میں متعدد ثقافتوں (Multiculturalism) کا دور ختم ہو چکا ہے۔ لیکن ہمارے رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر ملت کے ایک حصہ کو تکلیف ہو تو پوری امت کو اس پر تشویش ہونی چاہئے اور اس کے علاج کی متحدہ کوشش کی جانی چاہئے۔ لہٰذا ہمیں دنیا کو سمجھانا ہوگا کہ اسلام ایک اثر پذیر اور ترسیلی مذہب ہے اور دلوں کو اپیل کرتا ہے۔ دوسری طرف یہ خود مغربی ممالک کی اپنی اقتصادی ضرورت ہے کہ تیسری دنیا سے اہل ہنر لوگ نقل وطن کر کے مستقل ان کے یہاں سکونت پذیر ہوتے رہیں، جس کی خاص مثال ہیں امریکہ و کناڈا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بنیادی طور پر توسیع پسند مذہب ہے اور وہ خاموشی سے ان کے یہاں بس کر ان پر تسلط (Colonization) کر رہا ہے۔ اس لئے یہ ممالک بوکھلاہٹ میں عجیب عجیب طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔

شریعت کو ایک اختلافی و بحث طلب اصطلاح کہا جانے لگا ہے۔ شیعہ وسنی کے معمولی فرق کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ فرانس اور برطانیہ میں مسلم شہریوں کی پانچویں نسلیں چل رہی ہیں لیکن اسلام کو اب بھی وہاں بیرونی مذہب کہا جاتا ہے۔ وہاں کی سیاسی جماعتیں اسلام کے خلاف بیان بازی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کو مشغلہ بنائے رہتی ہیں۔ مغربی میڈیا کا رول تو لائق اعتراض ہے ہی۔ پچھلے ہفتہ آئر لینڈ میں بم پھٹا جس

Sb\2014\Nishat-e-Saniy ... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Taaash\Border Final bj... d.

کا مقصد تھا برطانوی فوجیوں کا قتل' لیکن اس کا ذکر میڈیا میں نہیں کے برابر آیا کیونکہ اس میں کسی مسلمان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔

ہم مسلمانوں کو بہتر قاصد بننا ہوگا۔حضور اقدسؐ رسول بننے سے قبل الامین تھے۔ہمیں اس سے خاطر خواہ سبق لینا ہوگا۔رسول کریمؐ نے مدینہ منورہ کے لئے جو آئین بنایا تھا اس کے 47 دفعات میں سے 27 میں غیر مسلموں کے حقوق کا ذکر تھا۔قرآن کریم میں جگہ جگہ **یاایھا الناس** کہہ کر تمام انسانوں کو خطاب کیا گیا ہے سب سے آخری سورۃ کا تو نام ہی سورۃ الناس ہے جس میں ناس (یعنی کل انسان) کا لفظ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ یہ بے حد اہم پیغام ہے۔ دنیا اور ہندوستان کے علماء کرام کو مذہب کے علاوہ مقاصد شریعت کی افادیت(Utilitarian approach) کی طرف بھی لوگوں کو توجہ کرانی ہوگی۔ہمیں اسلامی کردار اور اسلام کے آفاقی پیغام کے اظہار ونمائندگی کی ذمہ داری کو اس کے شایان شایان ہی انجام دینا ہوگا۔جدید علوم اور تکنالوجی کو اپنی متاع گم گشتہ سمجھ کر اس کا مفید و مثبت استعمال کرنا ہوگا اور اس طرح اپنی کھوئی ہوی تحقیقی صفت وصلاحیت کو پھر سے بروئے کار لانا ہوگا اور اُس وقت کی اسلامی تہذیب سے خود کو پھر سے جوڑنا ہوگا۔اور افراد ملت کو مستقل ذاتی محنت ومشقت کے ذریعہ ملک و دنیا میں اپنا اور ملت کا اعلیٰ مقام پیدا کرنا ہوگا۔ بقول علامہ اقبال:

کبھی دریا سے مثل موج ابھر کر، کبھی دریا کے سینہ میں اتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گذر کر، مقام اپنی خودی کا فاش تر کر

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... ...aash\Border Final bj... ...d.

جغرافیائی حدود اور انسانی قدریں

میانمار (برما) اور آسام کے حالیہ حالات سے ایک خاص بات نکل کر یہ سامنے آتی ہے کہ آج کی دنیا میں قومی جغرافیائی حدود کی اہمیت اتنی زیادہ بڑھا دی گئی ہے کہ وہ بنیادی انسانی حقوق کے مقدس دائرہ سے بھی تجاوز کرنے لگی ہے۔ حتیٰ کہ انسانوں کے ایک گروہ کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی اہمیت دوسرے گروہ کی نظر میں صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ پہلا گروہ دوسرے گروہ کی طے شدہ جغرافیائی حدود کے اندر قیام پزیر نہیں ہے۔ اس طرح آج کا انسان اشرف المخلوقات کے درجہ سے گر کر حیوانیت اختیار کر رہا ہے اور حیوانیت کے دائرے میں آنے کو ناگوار محسوس کرنے کے بجائے اس پر کسی حد تک ناز کرنے لگا ہے۔

آج کا تصور قومیت بڑی حد تک سیاسی اقتدار پر قبضہ بنائے رکھنے کے لئے حکمراں طبقے اور سیاسی طاقت حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے لوگوں کی مادی خود غرضی پر مبنی ہے۔ اسی وجہ سے یہ خود غرض طبقہ قومی جغرافیائی وجود کو شاطرانہ طریقہ سے پرستش کا ایک مظہر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن قوم پرستی کے اس تصور کو سطح زمین پر ہزاروں سال سے ہوتی آرہی تبدیلیوں کے پس منظر میں دیکھئے اور خود سے سوال کیجئے کہ کیا معبود اپنی شکل و صورت کو بدلتا رہتا ہے۔ کوئی ذی عقل آخر اس بات کو کیسے باور کر سکتا ہے کہ کسی خاص جغرافیائی خطہ یا علاقہ میں پیدا ہونے والا کوئی شخص اپنے جیسے کسی دوسرے انسان سے جو اس سے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... ...i Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

متصل کسی دوسرے علاقے میں پیدا ہوا ہو،صرف اسی بنیاد پر یا تو بدتر ہوگا یا بہتر۔ یا وہ عہدے داروں کی توجہ اور عنایات کا کم یا زیادہ حق دار ہے۔حد تو یہ ہے کہ چین میں گاؤں کے لوگوں کو شہر میں کام کرنے کے لئے ایک خصوصی اجازت نامہ کی ضرورت پڑتی ہے جسے ہکاؤ(Hukou) کہتے ہیں۔

جب کوئی دو ملک مل کر ایک ہو جاتے ہیں یا کوئی ملک تقسیم ہو جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ مختلف اسباب سے قائم ہوئی جغرافیائی حدود انسانی وسماجی زندگی کے معاملات کو منظّم کرنے کے لئے انتظامی سہولتوں میں اچھا رول ادا کرتی ہیں۔لیکن افراد کی قسمت کو کسی خاص جغرافیائی علاقہ کے مفادات کے تابع کرنے سے انسانی حقوق کی پامالی کے جرائم جنم لے سکتے ہیں۔اس کے باوجود آج کی دنیا میں اس کے برخلاف ہو رہا ہے۔۲۰۱۰ء میں جرمنی کے ایک میاں بیوی جان بلاز اور سسان لوبلے ہندستان میں پیدا ہونے والے اپنے بچوں کی تولیت سے صرف اس لئے محروم رہے کہ دونوں ملکوں کی حکومتوں کے درمیان متعلقہ معاملہ میں اتفاق رائے نہیں ہو پایا۔آج کی دنیا میں اور تاریخ میں بھی ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے کہ جب حقائق کے غلط فہم کی وجہ سے غیر ضروری جنگیں ہوئیں،فرماں رواؤں کی ہوس ملک گیری کی وجہ سے اپنی حدوں کو پار کر کے دوسروں کے علاقوں پر قبضے جمائے گئے، جب کوئی انسانی آبادی حکمرانی کے تکبر میں تباہ و برباد کردی گئی، جب قومی حکومتوں کے لیڈروں کے ذریعہ اپنی ہی آبادی کے ایک حصہ کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا گیا۔

آج کی دنیا میں سیاست ملکی حکومت پر قبضہ جمانے اور اس پر قائم رہنے کے لئے جوڑ توڑ کرنے تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔اس ریشہ دوانی میں مذہب کو ایک آلہ کے طور پر استعمال کرنا بھی سیاست دانوں کو راس آنے لگا ہے۔ان کی کوشش رہتی ہے کہ کسی مذہب کو لوگ صرف اس وجہ سے پسند نہ کریں کہ وہ مذہب بندوں کو ان کے خالق سے جوڑتا ہے اور دنیا میں انسانی قدروں کو پروان چڑھاتا ہے بلکہ اس وجہ سے پسند کریں کہ اس مذہب میں

شامل ہونے سے یا اس پر قائم رہنے سے چند قلیل مدتی دنیاوی فائدے حاصل ہوں گے۔ ابھی حال میں اس معاملہ میں ہمیں دوہرے سیاسی معیار دیکھنے کو ملے۔ ایک ملک سے لوگ مذہب کی بنیاد پر ظلم و زیادتی کر کے بھگائے گئے تو ہم نے انہیں پناہ نہیں دی اور ہمارے یہاں ان کے مختصر قیام میں بھی بہت دقتیں آئیں۔ لیکن اس کے فوراً بعد جب ایک دوسرے ملک سے کچھ لوگ انہی حالات میں آئے اور صرف یہ امکان ہی ہوا کہ وہ پناہ کے طلب گار ہو سکتے ہیں تو ہم نے کئی قدم آگے بڑھ کر انہیں خوش آمدید کہا۔ اسی طرح کہیں ایک فرقہ دوسرے کو بے گھر کر دے تو ہمدردیاں بے گھر کرنے والوں کی طرف ہو جائیں اور ایسی غیر سماجی حرکت کے خلاف احتجاج ہو تو الزام بھی احتجاج کرنے والوں کو ہی دیا جائے۔ بقول پروفیسر وسیم بریلوی صاحب:

اس دور منصفی میں ضروری نہیں وسیم
جس شخص کی خطا ہو اسی کو سزا ملے۔

کچھ لوگ تو اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے باہمی سماجی رشتوں کے نازک بندھن سے کھلواڑ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے اخلاقیات کے دو دائرے ہوتے ہیں: ایک عوام کے لئے اور دوسرا ذاتی مادی نفع کے لئے۔ یہ تنگ نظری سماجی و اخلاقی اقدار کو پستی کی طرف مائل کرتی ہے۔ آگے آنے والے وقت میں اس کا دیرپا نقصان ان لوگوں کی نسلوں کو بھی ہوتا ہے جو آج اس آگ کو ہوا دے رہے ہوتے ہیں۔ لیکن غیر سماجی عناصر اپنی وقتی خودغرضی کی وجہ سے اس نقصان کو بھی محسوس نہیں کرتے۔

جغرافیائی حدود پر مبنی اس سراسیمگی سے نمٹنے میں ایک اور مشکل بھی سامنے آتی ہے۔ متاثرہ گروہ کی مدد کرنے کے لئے فوری طور پر حکومت کی طرف سے کچھ مالی امداد مہیا کر دی جاتی ہے۔ لیکن اس سے متاثرین کا کچھ خاص یا دیرپا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جسم میں ایک ناسور ہو اور جب وہ ابھر کر پھوڑے کی شکل میں اوپر سے نظر آنے لگے تو ڈاکٹر

صاحب معمولی مرہم پٹی کر دیں۔ یہ دیرپا حل ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ معمولی مرہم پٹی کے بجائے ضرورت ہے مریض کو اینٹی بایوٹکس دیکر جراہی کرنے کی، اوراس کے بعد مکمل صحت یابی تک خصوصی نگہداشت کی۔ دوسرا المیہ یہ ہے کہ متاثرہ گروہ سے تعلق رکھنے والے چند افراد کو سیاست وحکومت کے گلیاروں میں کچھ وقعت اس مصلحت سے دے دی جاتی ہے کہ اپنے نام کی بنیاد پر وہ اپنے فرقہ یا گروہ کے نمائندے کے طور پر پیش کئے جاسکیں گے اورانہیں ساتھ رکھ کراس طبقہ کے لوگوں پر سیاسی پکڑ رکھی جاسکے گی۔ لیکن ایسے حاشیہ بردار لوگ اپنے طبقہ کے حق کے لئے سینہ تان کر کھڑا ہونا تو کجا، اس کے حق میں اپنی زبان سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا کہنے کی جرات نہیں کرتے جسے پارٹی میں ناگوار سمجھے جانے کا ذرا سا بھی شائبہ ہو، خواہ ان کی اس دل شکن خاموشی سے ان کی قوم کو بڑے سے بڑا نقصان ہی کیوں نہ پہنچ رہا ہو۔ وہ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کبھی اپنے خالق کے سامنے کسی جواب دہی کے لئے پیش ہی نہیں ہونا ہے۔ اسلام نے حب الوطنی کے فطری جذبات کی پوری رعایت کرنے کے باوجود عصبیت میں مبتلا ہونے سے روکا ہے۔ یعنی اس بات سے کہ وطن کی پرستش کی جائے یا حق وعدل کے بجائے وطن اور قومیت کو تائید وحمایت کی بنیاد بنایا جائے۔ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب نقوش اقبال میں فرماتے ہیں کہ اس سے قوموں میں رقابت پیدا ہوتی ہے، استحصال جنم لیتا ہے، سیاست میں بے ایمانی اور بے اصولی آتی ہے اور جنگل کے قانون کو بڑھاوا ملتا ہے۔

وطن دوستی تو اچھی بات ہے لیکن وطن دوستی کے جذبات کو وطن پرستی کے درجہ تک بڑھا دینے سے انسانیت کی جڑ کٹتی ہے۔ ہمیں انسانیت کی قدروں کو وطنیت سے بالاتر رکھنا ہی ہوگا ورنہ وطنیت اپنے لوگوں کے لئے بھی دو دھاری تلوار بن سکتی ہے۔ وطنیت سے سرشار امریکی کانگریس کے اراکین کو اگر یہ پسند نہیں کہ ہندستانیوں کو ہندستان میں رہتے ہوئے امریکی کمپنیوں میں ملازمت ملے تو ہمیں یہ بات قطعی پسند نہیں آتی۔ امریکیوں کا یہ

Sb\2014\Nishat-e-S aash\Border Final
bj d.

جذبہ وطنیت ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔لہٰذا کچھ معاملات میں تو اکیسویں صدی کے ہم تمام انسانوں کو تصور وطنیت کے دائرے کو محدود کرنا ہی پڑے گا۔ اقوام متحدہ کو اسے اپنا ایجنڈا بنانا چاہیئے، دنیا میں اس پر بحث ہونی چاہیئے۔ جب حضرت آدمؑ اور بی بی حوا دنیا میں اتارے گئے تو ساری دنیا ان کا وطن تھا۔اب دنیا کی آبادی سات عرب ہے۔ پھر بھی بنی نوع انساں کو بنیادی اقدار کے تزکیہ اور استحکام کے لئے اس پہلے انسانی جوڑے کو ہی محور ماننا ہوگا۔ وہی ایک پیغام تفصیل سے لوح محفوظ میں تحریر تھا اور بعد میں تمام رسولوں کو وقتاً فوقتاً ملتا رہا۔اسی کی عکاسی علامہ اقبال نے کی ہے:

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

Sb\2014\Nishat-e-Saniy i Talaash\Border Final
bj.jpg found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Taash\Border Final bj... d.

غذائی اشیاء کی عالمی بربادی اور نظام مصطفویؐ

برطانیہ کے تحقیقی ادارہ انسٹیٹیوشن فور میکینکل انجینئرس کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں ہر سال 4.4 ارب (Billion) ٹن کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن (i) زراعت، نقل وحرکت اور ذخیرہ کی محافظت کے غیر مستند انتظامات، (ii) گرتی ہوی بازاری اقدار اور (iii) غیر معیاری سماجی تربیت کی وجہ سے 30% سے 50% (جو مقدار 1.2 سے 2 ارب ٹن بنتی ہے) کھانے کی تیار شدہ اشیاء ضائع ہو جاتی ہیں۔ دوئم‘ 30% سبزیاں نہ اگائے جانے یا استعمال نہ کئے جانے کی وجہ ہے ان سبزیوں کا خوش نما نہ ہونا۔ سوئم‘ امریکہ‘ یورپ و دیگر ترقی یافتہ ممالک میں جو لوگ کھانا خریدتے ہیں اس کا نصف حصہ پھینک دیتے ہیں۔

لیکن اس طرح جو کھانا کبھی کھایا ہی نہیں جاتا اس کو پیدا کرنے کے لئے 145 کھرب گیلن پانی کا استعمال ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قابل زراعت زمین کا استعمال‘ توانائی اور کھاد بھی بڑی مقدار میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ زیادہ تر توانائی زمین کی پرتوں میں دبے ہوئے زمانہ قدیم کے حیوانوں اور پودوں کے اجسام کے جلائے جانے سے پیدا ہوتی ہے جس سے ماحولی آلودگی کی سوزش میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جو غذائی اشیاء آخر کار ضائع ہی ہو جاتی ہیں اس کی وجہ سے پیدا شدہ ماحولی آلودگی سے بھی انسانیت کو نقصان پہونچتا رہتا ہے۔ تقویتِ فروخت پروگراموں (Sales Promotion Programs) کی وجہ سے لوگ ضرورت سے زیادہ چیز خرید لیتے ہیں۔ جس میں سے کافی حد تک اشیاء ضائع ہو جاتی

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

Sb\2014\Nishat-e-S... Taalash\Border Final bj... d.

ہیں۔اس خرابی کے خطاوار ہیں سرمایہ کارانہ فلسفہ بازاریت، توانائی کا وقت سے دستیاب نہ ہونا اور سڑکوں کی خراب کیفیت ۔ان سب کا تعلق گرتے ہوئے اخلاقی، سماجی، سیاسی و اقتصادی معیار سے ہے۔اگر غذائی اشیاء کے ضائع ہونے پر کنٹرول کرلیا جائے تو انسانی آبادی کے لئے کھانے کی فراہمی میں 60% سے 100% تک کا اضافہ ہوسکتا ہے۔اس طرح ماحولی آلودگی پر بھی کسی حد تک قابو پایا جاسکے گا۔

فی الحال دنیا کی کل آبادی 7 ارب ہے۔اکیسویں صدی میں 2075 تک اس کے بڑھ کر 9.5 ارب تک پہونچ جانے کی امید ہے، یعنی کہ کل آبادی میں 35% اضافہ ہو چکا ہوگا۔ اندازہ ہے کہ اکیسویں صدی کے وسط تک دنیا کی زراعتی پیداوار کی ضرورت حال کے مقابلہ میں 70% بڑھ چکی ہوگی۔بیسویں صدی میں انسانوں کے استعمال کے لئے زمین کے نیچے سے تازہ پانی نکالنے کی رفتار انسانی آبادی میں اضافہ کی رفتار کے مقابلہ میں دوگنے سے بھی زیادہ رہی۔ فی الحال دنیا میں انسانی آبادی کے ذریعہ ہر سال 3.8 کھرب (Trillion) کیوبک میٹر پانی کا استعمال ہوتا ہے۔اس میں سے 70% زراعت کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ اکیسویں صدی کے وسط تک دنیا میں غذائی اشیاء کی پیداوار کے دوران 10 سے 13 کھرب کیوبک میٹر پانی چاہئے ہوگا جو مقدار اب کے مقابلہ میں 2.5 سے 3.5 گنا ہوگی۔

دنیا کے خطہ زمین کا کل رقبہ 14.8 گیگا ہیکٹئیر ہے۔ اس میں سے 4.8 گیگا ہیکٹئیر زراعت کے لائق نہیں ہے۔کیونکہ یہ ریگستانی یا پہاڑی زمین ہے۔ یا پھر ٹنڈرا (Tundra) کا علاقہ ہے یعنی کہ یورپ، ایشیا و شمالی امریکہ کے وسیع قطبی (Arctic) حصے جہاں سطح زمین کے نیچے کی مٹی مستقل طور پر منجمد (frozen) ہے لہٰذا وہاں پیڑ پودے نہیں اُگ سکتے۔ فی الحال غذائی اشیا کی پیداوار کے لئے 4.9 گیگا ہیکٹئیر زمین استعمال ہوتی ہے۔ باقی ماندہ 5.1 ہیکٹئیر زمین دنیا کے ماحولیاتی نظام کو تقویت بخشنے کا کام کرتی ہے۔اس طرح معلوم ہوا کہ کرہ ارض کا جتنا حصہ غذائی اشیاء پیدا کرنے کے لئے فی الحال استعمال ہو

Sb\2014\Nishat-e-Saniy... Talaash\Border Final bj.jpg ... found.

رہا ہے اس میں اضافہ کی گنجائش نہیں ہے چہ جائکہ دنیا کے ماحولیاتی نظام کے درہم برہم ہونے کا خطرہ لے لیا جائے۔

ترقی یافتہ ممالک کے بساطیوں (Retailers) کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دیکھنے میں کم اچھے لگنے والی غذائی اشیاء کو مسترد نہ کر دیا کریں۔ انسٹیٹیوشن فور میکینکل انجینئرس نے دنیا کے باشندوں سے اپیل کی ہے کہ زراعتی پیداوار کی حسن افزا خصوصیات (Cosmetic characterstics) پر زور دینے سے گریز کیا جائے اور غذائی اشیاء کی ضائع ہونے کو روکنے کے لئے تمام ضروری پیش قدمی کی جائے۔

اس سلسلہ میں انسانیت کی جامع تربیت کے لئے ملت اسلامیہ کو دنیا کی قیادت کا بیڑا سنبھالنا ہوگا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ کھانا کھانے کو ایک مذہبی وسماجی عمل مانا جائے۔ ایک سے زائد افراد ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں تو پروردگار کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ کھانے کو اللہ کی نعمت تسلیم کیا جائے۔ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوئے جائیں، کُلّی کی جائے اور دانتوں کو صاف کیا جائے۔ داہنے ہاتھ کی تین انگلیوں سے کھانا کھایا جائے۔ تین انگلیوں سے انسان چھوٹے لقمے ٹھہر ٹھہر کے کھاتا ہے، اس طرح اس کا ہاضمہ بہتر ہو جاتا ہے۔ کھانے کی مقدار میں اعتدال رکھا جائے۔ کھانے کے دوران کھانے کی چیزوں سے متعلق اپنی پسند یا ناپسندیدگی کا ذکر نہ کیا جائے۔ دسترخوان پر موجود متبادلات میں سے جو پسند ہو وہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہر قاب وڈونگا چکھنا ضروری نہیں ہے۔ ہاتھ بڑھانے میں دوسرے کو فوقیت دی جانی چاہئے۔ ایک سے زیادہ دفعہ لینا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ قاب میں سامنے جو پڑے وہی اپنی پلیٹ میں لے لینا چاہئے، تلاش کرنا کہ مجھے اچھا حصہ مل جائے (چاہے دوسرے کو وہ نہ ملے) یقیناً اللہ کو ناپسند ہے۔ بلکہ مستحسن یہ ہے کہ اچھا حصہ دوسرے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ پلیٹ میں اتنا ہی کھانا لیا جائے جتنا کھایا جا سکے۔

اگر کھانے کی کوئی شیئے زمین پر گر جائے تو حتیٰ الامکان اس کو صاف کر کے یا دھو کے کھا

لیا جائے۔ یہ عمل اللہ کو بہت پسند ہے اور اس کے انعام کے طور پر انسان اور اس کی اولاد امراض خبیثہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ شئے گندی ہوگئی ہے اور اس کو کھانے سے پیٹ میں آلودگی کا خطرہ ہو تب بھی اسے اٹھا کے ایک طرف کوڑے دان کے سپرد کر دیا جائے تا کہ اس پر پیر نا پڑے اور اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ زیادہ گرم کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں ان سے قطعاً گریز کرنا ہے۔ مثلاً خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ کھانا شکم سیری سے یعنی کہ پورا پیٹ بھر کے نہیں کھایا جائے۔ اس طرح انسان صحت مند رہتا ہے، اس کی یادداشت تیز ہو جاتی ہے، وہ دیر تک بیجا نہیں سوتا، اس کا دل مضبوط ہو جاتا ہے، اس کو سانس لینے میں آسانی ہو جاتی ہے اور اس کو سستی و کاہلی محسوس نہیں ہوتی۔ ختم کرتے وقت پلیٹ میں کچھ بھی کھانا بچنا نہیں چاہیے۔ کھانے کے برتن سونے یا چاندی کے نہیں ہونے چاہئیں۔ ملت کو ان احکامات نبویؐ پر خود عمل کرنا ہوگا اور اس طرح قرآن کریم کی سورہ الصّف کی آیت 2و3 کے مطابق دیگر اقوام کی رہنمائی کرنی ہوگی۔ بقول علامہ اقبال:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا